التحقیق الراسخ

فی ان احادیث

رفع الیدین لیس لہا ناسخ

یعنی

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ رفع الیدین پر محققانہ نظر

از افادات

محدث العصر حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱۳۱۵ھ — ۱۴۰۵ھ)

ناشر:

دار الدعوۃ السلفیۃ شیش محل روڈ ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي (بخاری)

فرمایا، جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے ویسے نماز پڑھا کرو

الحمد للہ کہ رسالہ ہدایت مقالہ

اعنی

التحقیق الراسخ

فی ان احادیث

رفع الیدین لیس لہا ناسخ

یعنی

مسئلہ رفع یدین پر محققانہ نظر

چھپ گیا

از تالیف لطیف حضرت مولانا مولوی حافظ محمد صاحب مدظلہ العالی (مولوی فاضل) گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ پنجاب جس میں مسئلہ رفع یدین مواضع ثلاثہ کا ثبوت ادلہ صحیحہ قویہ سے باحسن طریق دیا گیا ہے اور عموماً جملہ منکرین احناف کے تمامی شبہات و خدشات کا ازالہ کیا گیا اور مؤلف رسالہ نور العینین کے جملہ اعتراضات و مغالطات کا خصوصاً نہایت متانت سے جواب باصواب دیا گیا ہے نفعنا اللہ بہ وسائر المسلمین آمین۔

باہتمام مولوی ابو محمد عبد الجبار صاحب سلفی جیپوری نزیل دہلی صدر بازار

محل وصول

دفتر انجمن ندوۃ الطلباء گوندلانوالہ ڈاکخانہ خاص ضلع گوجرانوالہ۔ پنجاب

مطبوعہ ۱۳۴۹ھ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب ـــــــــ التحقیق الراسخ (رفع الیدین پر محققانہ نظر)

ناشران { دار الدعوۃ السلفیہ ۔ لاہور
محمدی اکیڈمی، منڈی بہاؤالدین }

مطبع ـــــــــ طفیل آرٹ پریس ۔ لاہور

طبع دوم ـــــــــ صفر المظفر ۱۴۰۶ھ
نومبر ۱۹۸۵ء

بہ اہتمام ـــــــــ محمد سلیمان انصاری

ملنے کے پتے

۱۔ دار الدعوۃ السلفیہ، شیش محل روڈ ۔ لاہور ۲ • فون ۵۴۴۰۶

۲۔ محمدی اکیڈمی، محلہ توحید گنج، منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

المكتبة الرحمانية
۹۹ ۔ جے ماڈل ٹاؤن ۔ لاہور
نمبر 3282

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریظ

حضرت مولانا احمد اللہ صاحب محدث شیخ الحدیث مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی مدظلہم العالی

نحمد اللہ ونستعینہ، ونصلی علی رسولہ محمد الذی لا نبی بعدہ، وعلی آلہ واصحابہ واحزابہ الی قیام الساعۃ **اما بعد** فانی رأیت الرسالۃ المؤلفۃ المسماۃ بالتحقیق الراسخ للمولوی العلامۃ الحافظ محمد الگوندلوی الفنجابی فی اثبات رفع الیدین مع ازالۃ الایرادات الواردۃ من المولوی شفاق الرحمن الحنفی فی رسالتہ المسماۃ بنور العینین وقد اخترع فیہما بما لا یسمن ولا یغنی ولا یسبغ ولا یروی الصدی وعاث یمینا وشمالا ببیانہ ما فاز و ما انجح مرادہ، فان الرسالۃ للمولوی الحافظ محمد المذکور عجیبۃ انیقۃ مبرھنۃ بالبراھین المشیدۃ من الکتاب و السنۃ واقوال الصحابۃ، وسلف الامۃ وقد قلع عروق شبہاتہ المموھۃ الباطلۃ ومخترعاتہ الکاسدۃ الفاسدۃ فنجلت بحمد اللہ انوار لامعۃ قد دھشت اقوال الزائغین وعمشت۔ وللہ درالمولف صانہ عن الشین والرین وجزاہ اللہ فی نشأتہ الدنیا والآخرۃ ورفعہ مراتب العلی واوصلہ الی غایۃ متمناہ ونسئل اللہ جل مجدہ ان یغفر لنا خطایانا ویؤتانا فی رحمتہ وجنۃ نعیمہ واذاقنا حلاوۃ حبہ ولقائہ ومرضیاتہ واتباع کلامہ وسنۃ نبیہ وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین،

وانا العاجز المسکین احمد اللہ سلمہ ربہ المدرس فی المدرسۃ الرحمانیہ الواقعۃ فی بلدۃ دھلی سنۃ ۱۳۵۰ھ الف وثلث مائۃ وخمسین من ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ اجمعین،

تقریظ حضرت مولانا ابو محمد عبد الجبار صاحب جے پوری نزیل دہلی، صدر بازار۔ مسجد کلاں اہلحدیث

الحمد للہ الذی خلق الانسان وعلمہ البیان والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد الذی جاءنا بالبرھان وعلی الہ واصحابہ الذین بذلوا جھدھم فی اتباع سنتہ باللسان والسنان **اما بعد** فانی لما لعت ھذا الکتاب المستطاب المسمی بالتحقیق الراسخ فوجدتہ مطابقا للصدق والصواب مشیدا بالسنۃ والکتاب مزیلا لمغالطات مؤلف نور العینین الذی وقع عن مسئلۃ الرفع فی الرین والشین کیف لا ومؤلفہ مولانا الادیب الاریب الفاضل الیلمعی المجتہد فی العلوم العقلیۃ والنقلیۃ فارس فی میادین الکلامیۃ والاصولیۃ العلامۃ الحافظ محمد الگوندلوی مدظلہ الشہیر فی الفنجاب، فاقول علی وجہ البصیرۃ ان ھذا الکتاب فی ھذہ المسئلۃ فصل الخطاب وخطیب فی المحراب، جزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین جزاء موفورا، وجعل سعیہ مشکورا یوم یقوم الناس لیوم الحساب وانا العبد الفقیر الراجی رحمۃ الغفار ابو محمد عبد الجبار السلفی المحمدی المدرس بمدرسۃ دار السلام المعروف بمسجد کلان الواقعۃ ببلدۃ دھلی صدر بازار،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پہلے مجھے دیکھئے

ہفتاد، و دو فریق حسد کے عدد سے ہیں،
اپنا ہے یہ طریق کہ باہر حد سے ہیں،

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ کہ انسان کی فلاح و بہبود صرف اور صرف اسی امر میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اپنی حیات چہار روزہ کا مقصد وحید سمجھے،

انسانی عقل کو کیا مجال! کہ وہ اس وراء الورا ہستی کے شان شایاں کوئی طریق نیاز ایجاد کرسکے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی عبادت کا طریق سکھانے کے لئے انبیاء کرام کو دنیا میں مبعوث فرمایا تمام ادیان مختلفہ، اور مذاہب عالم پر ایک سرسری نگاہ ڈالو تمہیں معلوم ہوجائیگا کہ خالق ومخلوق کے تعلقات پر اسلام سے بہتر کسی نے بحث نہیں کی ہے، اور یہی اسکے فطری دین ہونیکی دلیل ہے!

نماز شریعت کا ایک اہم رکن ہے اسکو کیوں اتنی اہمیت حاصل ہے؟ کہ اسے کفر واسلام کا معیار قرار دیا گیا ہے؟ اسے کیوں اسقدر شرف بخشا گیا؟ کہ خود جبرئیل امین اسکی تعلیم کے لئے مامور کیے گئے؟ اس سے اتنا اعتنا کیوں؟ کہ عالم شہادت کے بہترین فرد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ لوگوں کو صرف تعلیم کی غرض سے پڑھ کر دکھایا؟ یہ کیا بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک مرتبہ نماز کے متعلق دریافت کیا جاتا ہے، تو جہاں زبان الہام ترجمان سے اسکی ہیئت سے آگاہ فرماتے ہیں، وہاں سے پڑھکر بھی دکھاتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے؟ کہ جسطرح قرآن حکیم من وعن ہم تک پہنچا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تواتراً پہنچا، اسی طرح تواتر سے نماز بھی ہمیں پہنچی،

ان اہم سوالوں کا جواب ایک اور صرف ایک ہی ہو سکتا ہے کہ باری تعالیٰ کی حضرت اقدس میں خاکی انسان اس سے بہتر اظہار عبودیت اور اس سے اچھا طریق نیاز نہیں بجا لاسکتا۔

ہاں! اسیطرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد۔ صلوا کما رأیتمونی اصلی (بخاری) جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھو اسی طرح پڑھا کرو" اہمیت نماز کی ترجمانی کرتا ہوا محفوظ ہم تک پہنچا، اسیطرح اسکی ہیئت مسنونہ بھی دست و برد زمانہ سے مصون ہم تک پہنچی،

صحابہ کرام نے اسکا بہت اعتنا کیا، اگر کسی کو ارکان و سنن نماز میں سستی کرتے دیکھتے تو فوراً ڈانٹ دیتے۔ محدثین عظام نے بھی کمال خیال رکھا ایک ایک مسئلہ پر باب باندھے، کتابیں لکھیں، کیوں کہ حوادثات زمانہ سے جلد متاثر ہوجانے والے طبائع میں اضمحلال، بالکل قدرتی امر ہے! یہی اضمحلال بسا اوقات ترقی یافتہ ہوکر، رواج کی صورت اختیار کرلیتا ہے جسے ناواقف لوگ جزو مذہب سمجھنے اور بنانے لگ جاتے ہیں اگر یہاں تک نوبت پہنچ جائے، تو حامل شریعت الٰہی کا فرض ہوجاتا ہے کہ وہ رسول پاک (بآبائنا ھو وامھاتنا) کے اسوہ کی حفاظت پر کمر ہمت باندھے،

نماز کے دیگر ارکان و سنن کیطرح نماز کو شروع کرتے۔ رکوع کو جاتے، اس سے اٹھتے، تیسری رکعت کو اٹھتے، وقت اپنے دونوں ہاتھ کندھوں، یا مونڈھوں تک اٹھانا بھی ایک عبادت ہے، جیسے کہ اشارہ تشہد ایک عبادت ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری وقت تک اس عبادت کو بجالاتے رہے، پھر کوئی وجہ نہیں، کہ حضور صلعم جس چیز کا اسقدر اعتنا فرمائیں، اور آخری دم تک کئے جائیں صحابہ کرام اس سے تغافل برتیں؟ چنانچہ صحابہ وغیرہم کل محدثین اسی پر عامل رہے، اور یہی تقاضا ہے انکی شیفتگی سنت کا اور اس سے والہانہ محبت و عقیدت کا! رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اول اول تو بوجہ اضمحلال (بعض دوسری سنن نماز کیطرح) اور بعد میں ایک مستقل مذہب کیصورت میں، یہ عبادت وسنت، نہ صرف متروک ہوگئی، بلکہ اسکے ناجائز، مفسد صلوٰۃ، بدعت مکروہ، ہونے کے ثبوت میں رسالے لکھے گئے، جھوٹی حدیثیں گھڑی گئیں، گرما گرم بحثیں ہوئیں، بنا سبکی صرف اسپر کہ رفع یدین اول اسلام میں تھی، بعدمیں منسوخ ہوگئی اور ابتک اسی طرح منسوخ ہے! کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا،

محدثین کرامؒ اعلی اللہ مقامہم بھلا اسکو کب گوارا کرسکتے تھے، کہ ایک عبادت وسنت کو مٹایا جارہا ہو اور وہ خاموشی سے تماشا دیکھا کریں! انہوں نے اپنے فرض کو پہچانا اور حمایت سنت سنیہ کی خاطر اٹھے، امام المحدثین حضرت امام بخاریؒ، امام سبکیؒ، امام مروزیؒ وغیرہ علمائے حدیث نے اسپر مستقل رسالے لکھے اور اپنی اپنی تصانیف میں خوب تفصیل فرمائی ہے، اسقدر کہ نسخ کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑکر رہگئی ہیں،

ان دنوں خصوصیت سے پھر اسکا چرچا ہورہا ہے اور سعی پیہم جاری ہے کہ اسکو مٹا دیا جائے چنانچہ دہلی کے کسی مولوی محمد اشفاق الرحمٰن صاحب نامی مدرس فتحپوری نے اس بارہ میں ایک رسالہ بنام نور العینین شائع کیا ہے، رسالہ کیا ہے اغلاط وتناقضات کا مجموعہ ہے! لطف یہ کہ مؤلف کو اعتراف تقلید کے باوجود محقق ہونے کا بھی دعوی ہے اور تقلیدی حیثیت ہیں تو رفع یدین کو منسوخ اور مکروہ کہتے ہیں، اور تحقیقی رنگ میں جواز کے قائل (ص ۹۵) مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث دار الحدیث الرحمانیہ دہلی نے ایک قلمی تحریر میں مؤلف کے جملہ شکوک وشبہات حل فرمادیئے تھے جو انکو بھجوادی گئی تھی لیکن مؤلف نے اسکا تو کوئی جواب دیا نہیں، اور تعلی وشیخی کا وہی عالم محدثین کے مقابلہ کی وہی ہوس، اور اس نازک دور میں جماعت اہلحدیث سے الجھنے کا وہی ذوق مؤلف کو ہمارا ناصحانہ مشورہ ہے کہ اگر انکو شہرت حاصل کرنا ہے تو مخالفین اسلام کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلہ پر ڈٹ جائیں، یک پنتھہ دو کاج، اور اس مسیحیت کے قلع وقمع کی فکر کریں جسے اسوقت ساری دنیا پر چھا جانیکی سوجھ رہی ہے!

بنا بریں مدت سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ اردو میں ایک ایسی مستقل تحریر ہونی چاہیے، جسمیں اس عبادت وسنت رفع کے دوام وبقار پر مکمل بحث ہو، اور قائلین نسخ کے جملہ شبہات کا ازالہ کر دیا جائے، کیونکہ ابحاث سابقہ عربی میں ہیں اور تفصیلی وفاتر سے عوام مستفید نہیں ہو سکتے بعض علم دوست بزرگوں کے ارشاد وایما پر حضرۃ الاستاذ جناب مولانا حافظ محمد صاحب (مولوی فاضل) متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ گوندلانوالہ نے برجستہ ایک مستقل بحث تحریر فرمائی جسمیں مولف نور العینین کے جملہ شبہات وایرادات کا بھی نہایت اچھے طریقہ سے حل فرمادیا ہے یہی وہ تحریر ہے جو آئندہ صفحات کی زینت ہے،

یہ بالکل صحیح ہے کہ اس نازک دور میں یہ کسیطرح زیبا نہیں کہ ایسے فروعی مسائل پر قلم اٹھایا جائے لیکن اس امر کو بھی قطعاً نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ہمارا اصلی وطن۔ عربیت قحۃ ہماری اصلی قوم محمدیت خالصہ، اور ہمارا اصلی مذہب عبادت الٰہی ہے،

تنزل وتسفل امم میں قومی خصوصیات، ملی تہذیب کو جو اہمیت حاصل ہے وہ تاریخ پر نظر رکھنے والے اصحاب سے مخفی نہیں،

جس قوم نے اپنی قومی خصوصیات کو بنظر استخفاف دیکھا اور اسے غیر ضروری، غیر اہم اور فروعی کہکر ٹالدیا، وہ بالآخر اغیار میں مدغم ہو کر رہ گئی اور اپنی اسکی ہستی صفحہ ہستی سے نابود ہونی شروع ہوگئی، کیا اس سے بڑھکر اور تباہی ہو سکتی ہے؟

آج دیکھو اپنی ہمسایہ اقوام کو! کہ انکی اس قدرتی فلسفہ پر کسقدر نظر ہے، وہ اپنی ادنیٰ سے لونیٰ امتیازی بات پر مر مٹنے کو تیار ہو جاتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اگر آج چھوٹی سی بات پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نرمی برتی گئی تو کل بڑے سے بڑے اصول کو غیر اہم کی آڑ میں پاؤں تلے روندا جا ئیگا، اے کاش! کہ مسلمان اس حقیقت کو سمجھیں اور فرصت کی گھڑیوں میں اس سانحہ دل خراش پر غور کرنے کی زحمت گوارا کریں کہ یورپ کی ادنیٰ سے ادنیٰ بات کو کالوحی من السماء سمجھکر اسکے تو دلدادہ ہوجاتے ہیں، اور یہاں نماز جیسی اہم چیز جس میں فلاح وبہبود کونین، اور حیات ملی مضمر ہے، کے امور مسنونہ کو اصل وفرع کا سوال پیدا کر کے ٹالدیتے ہیں، کیا یہ دنیا میں زندہ رہنے کے ڈھنگ ہیں ؟ یا اخروی نجات کے حاصل کرنے کے رنگ ؟

یہی وجہ ہے کہ آج مذہب کی اہمیت نوجوان طبقہ کی نظروں میں کم ہورہی ہے ضرورت ہے کہ علمائے کرام کمر ہمت باندھ کر میدان میں نکلیں، اور اس وقت اسلامی تہذیب اور محمدیت خالصہ کی ترویج واشاعت کا فرض انجام دیں، ورنہ وہ وقت آیا چاہتا ہے کہ حال کی تغافل شعاری مستقبل میں ندامت وحسرت کا باعث ہوگی! نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا

میرا اس سے یہ مطلب نہیں کہ ایسے امور کو ہی مطمح نظر قرار دیکر اسکو اکھاڑہ فرض کر کے اسی پر دھینگا مشتی ہوتی رہے، جسطرح بدقسمتی سے آج کل ایسے ہی ہورہا ہے بلکہ حفظ مراتب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے،

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا جو بجائے خود ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے،

الغرض مجھے توقع ہے کہ حضرۃ الاستاذ مدظلہم کے اخلاص کے سبب اس تحریر کو خداوند قدوس کے پرستار نہایت غور سے پڑھینگے اور بہت سارے تشنگان تحقیق اس چشمۂ آب زلال سے سیراب ہونگے، حضرت جل وعلا کی بارگاہ میں مخلصانہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ علے ہے کہ ہمیں اس سے مستفید ہونے کی توفیق بخشے، اور حضرت الاستاذ کا سایہ حیات تا دیر ہم پر قائم رکھے کہ قوم وملت کو انکی توجہ و رہنمائی کی بہت ضرورت ہے،
ان ذلک علی اللہ بیسیر، ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم،

راقم

احقر ابو الطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

۱۵ شعبان ۱۳۷۹ھ گوندلانوالہ

گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ پنجاب

تقریظ

حضرت فاضل ادیب مولانا مولوی نذیر احمد صاحب اعظمی مدرس مدرسہ رحمانیہ دھلی،

الحمد لمن ینصر حزبہ و یرفع و یھدم اعداءہ و یقطع والصلوٰۃ علی من بشر محب السنۃ بان یکون رفیقہ فی الجنۃ: اما بعد فقد عجبت من مؤلف نور العینین انہ کیف اجترئ علی تکویر الشمسین فی مسئلۃ رفع الیدین الذی فعلہ رسول الثقلین لکنہ لما رای احادیثہ متواترۃ و براھینہ قاطعۃ۔ فلم یر مخلصا الا باصول موضوعۃ وامور مخترعۃ فتشبث بھا تشبث الغریق وارتکب بکل ما لا ینبغیہ ولا یلیق حتی لم یبال من الطعن فی المحدثین الذین ھم اساس الدین فتصدی لدفع ھذہ المطاعن عن الصالحین والذب عن السنۃ صول المخالفین، الذی ھو مغبوط فی الازمان۔ ومحسود فی الاقران عالم متوقد وفاضل منفرد اعنی الشیخ الفاضل مولانا المولوی محمد الگوندلوی صانہ اللہ عن شر کل غبی وغوی فاتی بفضل اللہ بالتحقیق الراسخ والتدقیق البالغ فاکفدم بہ بیوت اھل التقلید کما لا یخفی علی المنصف والعنید فوا اسفا علی تلبیساتھم الواھیۃ وتدلیساتھم اللاغیۃ فبارک اللہ فی عمرہ وحیاتہ ومتع المسلمین بطول بقائہ آمین یا رب العلمین نمقہ العبد الضعیف نذیر احمد الاملوی الاعظمی المدرس بمدرسۃ الرحمانیۃ الواقعۃ ببلدۃ دھلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھو رب المشرقین والمغربین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد صاحب الوحیین المبعوث الی الثقلین الذی امر امتہ فی الصلوۃ برفع الیدین وعمل علیہ بذاتہ حتی لقی اللہ خالق السموات والقمرین وعلی الہ واصحابہ واتباعہ الذین بلغوا المنزلۃ العلیا فی الدارین اما بعد اہل علم اصحاب پر مخفی نہیں ہے کہ نماز میں رفعیدین عند الرکوع وعند الرفع من الرکوع ایک ایسا مسئلہ ہے جسکا ثبوت تواتر اسنادی وعملی سے محقق ومسلم ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد وصحابہؓ ودیگر جمیع ازمنہ میں یہ ساری وجاری رہی یہانتک کہ محققین حنفیہ (علامہ سندھیؒ) مولانا عبد الحیؒ، مولانا رشید احمد گنگوہی مولوی انور شاہ صاحب وغیرہ) نے بھی اسکا اعتراف فرمایا ہے۔

لیکن بایں ہمہ بعض احباب کے کہنے اور ضرورت وقت کے پیش نظر میں اسپر ایک مستقل تحریر لکھ رہا ہوں تاکہ جملہ متفرق ابحاث ایک جگہ ہو جائیں اور اردو دان طبقہ بھی مستفید ہو سکے، سہولت کیغرض سے رسالہ کو مندرجہ ذیل حصص پر منقسم کر دیا گیا ہے، المبادی جسمیں نہایت مفید ابحاث ہیں جو بطور توطیہ وتمہید مباحث رسالہ ہیں، المقاصد اسمیں تصویر مسئلہ، احادیث مثبتہ دلائل ترک ہیں آخر میں الخاتمہ ہے وباللہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق والتدقیق۔

المبادی

وفیہا فصول

فصل ۱

تعریفات

(۱) حدیث صحیح کی تعریف شرح نخبہ ص۲۴ میں اسطرح کی گئی ہے وخبر الآحاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنقل عدل تام الضبط متصل السند غیر معلل ولا شاذ هو الصحیح الخ (عادل شخص جو پوری یادداشت والا ہو، اتصال سند کے ساتھ نقل کرے اور وہ خبر معلل اور شاذ بھی نہ ہو، تو ایسی خبر صحیح ہے)"

عدالت، ضبط یہ دو راوی کے وصف ہیں، اتصال، سند کی صفت ہے اتصال معلوم کرنے کے لیے راوی مروی عنہ کی ملاقات، عدم ملاقات، اور اس اپنے استاذ سے مطلق روایت سننے، یا نہ سننے، یا خاص اس حدیث کے نہ سننے کا علم ضروری ہے۔

شذوذ کی تعریف علمائے اصول حدیث کے نزدیک معتبر و محقق یہی ہے کہ ثقہ راوی، اوثق کی مخالفت کرے، (شرح نخبہ ص ۳۷) حاکم، مخالفت کی شرط نہیں لگاتے، انکے نزدیک مطلق انفراد ثقہ کا نام شذوذ ہے،

ابو یعلی صرف ما انفرد به الراوی کا نام شذوذ رکھتے ہیں، لیکن ان دونوں کے یہ خیال صحیح نہیں، علامہ ابن الصلاح" ان پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں" حدیث بیع الولاء وهبته صحیح، اور صحیحین میں موجود ہے حالانکہ ابن عمرؓ سے راوی عبداللہ بن دینار متفرد ہے،

امام مسلمؒ صاحب الصحیح فرماتے ہیں کہ زہری ۹۰ روایات میں متفرد ہے اور وہ سب کی سب قوی الاسناد ہیں،

علامہ ابن الصلاح کا فیصلہ ہے کہ" اگر راوی کسی لفظ کے ساتھ متفرد ہو (گو مخالفت نہ ہو) تام الضبط ہو، تو صحیح ہے کچھ درجہ کم ہو تو حسن، ورنہ شاذ، حافظہ کمزور ہونے کی وجہ سے اس کی روایت مردود ہوگی" (الفیہ عراقی ص ۲۸)

واختار فیما لم یخالف ان من ❁ یقرب من ضبط فرده حسن
او بلغ الضبط فصحح او بعد ❁ عنه فمما شذ فاطرحه ورد (الفیہ)

(۲) **متواتر** | کسی خبر کے راوی اگر اس کثرت سے ہوں جنکا جھوٹ پر اتفاق محال ہو، تو یہ خبر محدثین کی اصطلاح میں متواتر کہلاتی ہے،

یہ اپنے ثبوت میں قطعی ہوتی ہے والمفید للعلم الیقینی (شرح نخبہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر صحیح حدیث کے مختلف نام

باعتبار اقسام متنوعہ

(۳) مرسل | جس میں صحابی کا ذکر نہ ہو تابعی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے اپنے شیخ کا ذکر نہ کرے،

جمہور محدثین کی رائے ہے کہ مرسل حجت نہیں ہو سکتی، کیونکہ ساقطین کے عدل وضبط کا ہمیں علم نہیں،

مقدمہ ابن الصلاح صلا میں ہے اعلم ان حکم المرسل حکم الحدیث الضعیف الا ان یصح مخرجہ بمجیئہ من وجہ آخر وما ذکرنا من سقوط الاحتجاج بالمرسل والحکم بضعفہ ھو المذھب الذی استقر علیہ آراء جماھیر حفاظ الحدیث ونقاد الاثر وقد تداولوہ فی تصانیفھم وفی صدر صحیح مسلم المرسل فی اصل قولھم وقول اھل العلم بالاخبار لیس بحجۃ انتھی الفیہ عراقی ص میں ہے،

وردہ جماھر النقاد ✻ للجھل بالساقط فی الاسناد

زیادہ سے زیادہ مرسل روایت کرنے والے کے نزدیک وہ راوی ثقہ ہو گا، ضروری نہیں کہ وہ حقیقت میں بھی ثقہ ہی ہو، پس مرسل حجت نہیں یہی صحیح وراجح مذہب ہے،

(۴) معضل | جس سے دو راوی ساقط ہوں،

(۵) منقطع | جس سے صحابی کے نیچے ایک راوی گرا ہوا ہو،

(۶) منکر | وہ ہے جسمیں ضعیف راوی ثقات کی مخالفت کرے،

(۷) حدیث ضعیف | وہ ہے جو حسن اور صحیح نہ ہو،

حسن اور صحیح میں یہ فرق ہے کہ حسن کے رواۃ پورے ضبط والے نہیں ہوتے، باقی شرائط (عدالت واتصال، عدم شذوذ عدم علت) کا اعتبار اس میں بھی کیا گیا ہے،

(۸) مضطرب | جسکی سند، یا متن میں طرح کا اختلاف ہو جسمیں تطبیق نہ ہو سکے، نہ ترجیح کی صورت نکلے، اسے مضطرب کہتے ہیں، اگر مطلق اختلاف سندی، یا متنی کو مضطرب کہا جائے تو کئی احادیث صحیحہ کو ضعیف ماننا ہو گا حالانکہ انکی صحت مسلم ہے کیونکہ دنیا میں ضعیف الحافظہ لوگ بھی ہیں، قوی الحافظہ بھی ان میں کسی نہ کسی موقعہ پر مخالفت کا ہو جانا ناگزیر ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجرؒ مقدمہ فتح الباری ص۳۴۸ میں لکھتے ہیں الاختلاف علی الحفاظ فی الحدیث لا یوجب ان یکون مضطربا الا بشرطین احدھما استواء وجوہ الاختلاف فمتی رجح احد الاقوال قدم ولا یعل الصحیح بالمرجوح وثانیھما مع الاستواء ان یتعذر الجمع علی قواعد المحدثین او یغلب علی الظن ان ذلک الحافظ لم یضبط ذلک الحدیث بعینہ فحینئذ یحکم علی تلک الروایۃ وحدھا بالاضطراب ویتوقف علی الحکم بصحۃ ذلک الحدیث لذلک انتھی

غرض اضطراب بھی موجب ضعف ہے، ایسی حدیث قابل حجت نہیں ہوسکتی۔

(۹) **موضوع** | جس کو کسی شخص وضاع، یا کذاب نے بیان کیا ہو، وہ موضوع (بناوٹی) ہے،

(۱۰) **معلل** | جس حدیث کی سند کے رجال ثقات ہوں بظاہر اسمیں کوئی خرابی نہیں ہوتی لیکن کسی محدث کو کسی علت خفیہ پر اطلاع ہوجائے جو قادح صحت ہو اور وہ کہے کہ اسمیں علت ہی تو وہ معلل ہے،

اسکے پہچاننے کے کئی طریق ہیں جنکو مقدمہ ابن الصلاح میں بیان کیا گیا ہے، کئی دفعہ ایسا بھی ہوجاتا ہے کہ محدث وجہ تعلیل کو عبارت کلام میں ادا نہیں کرسکتا۔ نہ اپنے اظہار مافی الضمیر کے لئے ایسے الفاظ پاتا ہے، اس امر کو آسان طریق پر یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ صراف بسا اوقات سونے چاندی کو ناقص سمجھتا ہے اور اسکی فراست اسکو اس قسم کے سونے چاندی کو اصل کہنے کی اجازت نہیں دیتی لیکن وہ خود اپنے خیال کو الفاظ میں ظاہر کرنے سے قاصر ہوتا ہے پس جسطرح صراف کا قول معتبر سمجھا جاتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ صرافان فن، ونقادان حدیث کے اقوال کو شرف استناد نہ بخشا جائے۔

ہاں اگر تعلیل کی وجہ بیان کریں، یا ظاہر ہو تو اس پر تنقید ہوسکتی ہے، بشرطیکہ تعلیل کا مدار اسی وجہ پر ہو مگر بعض صورتوں میں محدث وہم کا حکم لگاتا ہے لیکن نسبت میں غلطی کرجاتا ہے یعنی اصل میں وہم کسی اور امر میں ہوتا ہے وہ کسی اور کو کہدیتا ہے اس صورت میں اگرچہ نقاد معلل ہوں یا ایک تو حکم صحیح ہے لیکن تنسیب غلط ہوسکتی ہے محدث اگر کسی حدیث پر بسبب مخالفت بقیہ احادیث کے وہم کا یقین کرے لیکن نسبت وہم میں غلطی کرجائے تو حکم وہم صحیح ہوگا اور نسبت میں غلطی کہی جاسکتی ہے۔ بہرحال اسمیں اجتہاد کو دخل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس جگہ یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ زیادتی ثقہ مقبول تو ہے، لیکن اس صورت میں اسکا کوئی اعتبار نہیں جب کوئی محدث معلل اسپر وہم یا علت، یا شذوذ کا حکم لگائے اگرچہ اسکی کوئی دلیل نہ بیان کرے ع بالشرط المتقدم ذکرہ

فن حدیث کے جتنے اقسام ہیں، ان میں سے یہ فن نہایت غامض ہے، اسکی معرفت خداداد ملکہ فہم صحیح، حفظ وسیع، علم رجال پر وسعت نظر اور اسمیں مجتہدانہ تجربہ پر موقوف ہے،

متقدمین میں یہ رتبہ اللہ تعالےٰ نے، امام ابن مدینیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام المحدثین بخاریؒ، ابن ابی شیبہ، ابوحاتم، ابوزرعہ، دارقطنیؒ اور ان جیسے دیگر بزرگان کو ہی عطا فرمایا ہے اسمیں دخل اندازی کچھہ انہی کا مخصوص حق ہے، ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

حافظ ابن حجرؒ شرح نخبہ ص۲ میں لکھتے ہیں ثم الوھم ان اطلع علیہ بالقرائن فھذا ھو المعلل وھو من اغمض انواع علوم الحدیث وادقھا ولا یقوم بہ الا من رزقہ اللہ تعالی فھما ثاقبا وحفظا واسعا ومعرفۃ تامۃ بمراتب الرواۃ وملکۃ قویۃ بالاسانید والمتون ولھذا لم یتکلم فیہ الا قلیل من اھل ھذا الشان کعلی بن المدینی، واحمد بن حنبل، والبخاری ویعقوب بن ابی شیبۃ وابی حاتم وابی زرعۃ والدارقطنی وقد یقصر عبارۃ المعلل عن اقامۃ الحجۃ علی دعواہ کالصیرفی فی نقد الدینار والدرھم قال المولوی عبداللہ التونکی الحنفی علی حاشیۃ النخبۃ وقد یقصر عبارۃ المعلل المعلل الکبیر الامام ای الحاذق الناظر فی علۃ الحدیث المعلل عن اقامۃ الحجۃ علی دعواہ بان یعلم ان فی الحدیث قصورا لکن لا یقدر علی بیانہ کالصیرفی فی نقد الدینار والدرھم قال ابن مھدی معرفۃ الحدیث الھام فلو قلت للعالم من این قلت ھذا لم یکن لہ حجۃ انتھی۔

(۱۱) مُدَلِّس (صفت راوی) جو اپنے استاذ کو چھوڑ کر اپنے استاذ الاستاذ سے ان لفظوں میں روایت کرے جن سے سماع کا وہم ہو، ایسے شخص کو مدلس کہتے ہیں،

اگر تصریح سماع کرے تو روایت معتبر، ورنہ مردود، ھذا ھو الراجح وعلیہ الاکثر

تنبیہ:- ایک ہم زمانہ دوسرے ایسے ہم زمانہ سے روایت کرے، جس سے اسکی ملاقات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممکن ہے لیکن ثابت کسی جگہ نہیں ہوئی اور راوی خود مدلس نہیں ہے تو امام مسلم کے خیال میں اتصال پر محمول ہوگی، وہ تو جمہور محدثین کو اپنے ہم نوا بتاتے ہیں، لیکن محققین محدثین اتصال کے لئے صراحۃً ایک دفعہ ثبوت لقا کو شرط گردانتے ہیں چنانچہ حضرت امام بخاریؒ وغیرہ کی یہی رائے ہے (شرح مسلم) ہاں اگر سماع کی نفی وارد ہو تو ایسی روایت متفقہ طور پر کبھی وہاں معتبر نہیں اور اختلاف کی صورت میں ترجیح کی ضرورت ہوگی۔

اسیطرح تدلیس کی صورت میں بھی، امر محقق یہی ہے کہ عنعنہ معتبر نہیں،

تنبیہ ۱۴ آخر

عام طور پر یہ بات مشہور ہو رہی ہے کہ زیادتی ثقہ جس صورت میں کہ مزید علیہ کے منافی نہ ہو مقبول ہوا کرتی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسقدر تفصیل بھی کافی نہیں، محدثین کرامؒ کے ہاں کچھ اور شروط بھی لگائی گئی ہیں علامہ سخاوی شرح الفیہ ص۸۸ میں لکھتے ہیں، وقیدہ ابن خزیمۃ باستواء الطرفین فی الحفظ والاتقان فلو کان الساکت عددًا او واحدًا احفظ منہ او لم یکن ھو حافظا ولو کان صدوقا فلا وممن صرح بذلک ابن عبد البر فقال فی التمہید انما تقبل اذا کان راویہا احفظ واتقن ممن قصر ومثلہ فی الحفظ فان کانت من غیر حافظ ولا متقن فلا التفات الیہا ونحوہ قول الخطیب الذی نختارہ القبول اذا کان راویہا عدلًا حافظاً ومتقناً ضابطاً وکذا قال الترمذی انما تقبل ممن یعتمد علی حفظہ ونحوہ عن ابی بکر الصیرفی وقال ابن طاھر تقبل عند اھل الصنعۃ من الثقۃ المجمع علیہ وعن ابن السمعانی ومن وافقہ بما اذا لم یکن الساکتون ممن لا یغفل مثلہم عن مثلہا انتہی ملخصاً (ص۸۹)

اس عبارت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ زیادت ثقہ مطلقاً قبول نہیں کیجاتی، اسی موضوع پر اس سے زیادہ تفصیل اسی رسالہ کے ص۱۲۲ اور ص۱۱۱ پر ہے

فصل ۲ مراتب کتب حدیث

از حجۃ اللہ البالغہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بمصداق لکل فن رجال، ہر فن کو اسکے اہل ہی کماحقہ سمجھ سکتے ہیں یہ ایک ظاہر و باہر امر ہے لیکن اس زمانہ میں تو خصوصیت سے کچھ اس قسم کا مذاق عام ہو رہا ہے کہ جس فن میں مہارت تو کجا، پوری واقفیت بھی نہ ہو اسمیں دخل اندازی شروع کر دی جاتی ہے،

حقیقت یہ ہے کہ استنباط مسائل میں اگر متنی تحقیقات کے لئے اصول فقہ وغیرہ کی ضرورت ہے تو اس سے کہیں زیادہ اس امر کو اہمیت حاصل ہے کہ اسناد کی چھان بین کی جائے اور احادیث کو محدثین کے وضع کردہ معیار صحت پر، پرکھا جائے اسی سلسلہ میں کتب حدیث کی معرفت بھی نہایت ضروری ہے تعارض کی صورت میں صحیح کو غیر صحیح پر اعلیٰ مرتبہ کی کتاب کی روایت کو اس سے کم مرتبہ کی روایت پر ترجیح کا خیال بھی ہمیشہ رہنا چاہئے،

جو لوگ اس نکتہ کو ملحوظ نہیں رکھتے، انہیں بہت سارے مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، بنا بریں ہم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی قابلقدر کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" سے ترجمہ کر کے بغرض رفاہ عام ہدیہ ناظرین کرتے ہیں،

کتب حدیث صحت و شہرت میں چار درجہ پر ہیں، کیونکہ اعلیٰ درجہ کی وہ حدیث ہے جسکا ثبوت متواتر اور اسکے قبول و عمل پر اجماع ہو، اسکے بعد وہ، جسکے طرق اسقدر ہوں کہ شبہ معتدبہ نہ رہے جمہور فقہاء کا اسپر عمل ہو، یا (کم از کم) علمائے حرمین کا تو خاص طور پر اسمیں اختلاف نہ ہو، کیونکہ حرمین شریفین، قرون اولیٰ میں، خلفاء راشدین کا مستقر، اور وقتاً فوقتاً اہل علم کی ایک جماعت کا مرکز رہے ہیں اذ یبعد ان یصدر عنہم الخطاء الظاہر یا یہ کہ وہ قول اسقدر مشہور ہو کہ صحابہ و تابعین سے نقل کرکے، ایک بڑا ملک اسپر عامل رہا ہو،

اسکے بعد وہ جو بسند صحیح، یا حسن بشہادت اہل علم حدیث مروی اور سلف میں وہ بالکل متروک نہ ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ہاں ضعیف، موضوع، منقطع، مقلوب سندی، مقلوب متنی، مجہول، اجماع سلف کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف کوئی روایت معتبر نہ ہوگی،

(تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ) طبقہ اولیٰ کے لئے دو شرطیں ہیں، اعلیٰ صحت، اعلیٰ شہرت اسمیں صحت کا یہ مطلب ہے کہ مصنف کا التزام ہی صحیح یا حسن روایت کے لانے کا ہو، ضعیف وغیرہ کو لائیگا تو اسکے ضعیف وغیرہ ہونے کی تصریح کردیگا، فان ایراد الضعیف مع بیان حالہ لا یقدح فی الکتاب

شہرت سے مراد یہ ہے کہ احادیث مرویہ تدوین کتاب کے قبل یا بعد، محدثین میں متداول ہوں قبل از تدوین اماماں فن طرق متعددہ سے انہیں روایت کرتے، اور اپنی مسانید و جوامع میں لائے ہوں، تصنیف کتاب کے بعد اسکے حمل و نقل، حفظ و ضبط، حل مشکلات، شرح مقامات غریبہ، بیان اعراب، تخریج طرق، استنباط مسائل، تفحص شواہد و متابعات، بحث و نقد رواۃ حدیث، میں اہل علم یکے بعد دیگرے، طبقۃً بعد طبقۃٍ اسکی خدمت میں مصروف رہے ہوں، خدمت بھی ایسی کہ اسکا کوئی گوشہ تشنۂ تحقیق نہ رہا ہو، الا ماشاء اللہ

نقادان فن حدیث (عام اس سے کہ اسکے ہم عصر ہوں یا بعد میں آنے والے) اسکے موافق، اور صحت حدیث میں اسکے ہم نوا ہوں، مؤلف کی رائے امنیں بنگاہ پسندیدگی دیکھی جائے، اس کتاب کی مدح و ثنا کریں، استخراج مسائل ہیں وہ فقہا کا مرجع اور معتمد علیہ ہو، اور عوام کے قلوب میں اسکا اعتقاد، اور عزت و عظمت جاگزین ہو، حاصل یہ ہے کہ جس کتاب میں یہ دونو شرطیں پائی جائیں، تو وہ طبقہ اولیٰ سے ہے، انہیں کی کمی و بیشی سے مختلف طبقات بنتے چلے جائینگے جس کتاب سے دونوں مفقود ہوں وہ ساقط الاعتبار ہے۔

پھر طبقہ اولیٰ سے اعلیٰ قسم ہے متواتر پھر جو اس سے دوسرے درجہ پر ہو، دوسری قسم ہے،

طبقہ اولیٰ (بخاری، مسلم، موطا)

استقرائی طور پر طبقہ اولیٰ، صرف موطا، صحیح بخاری، صحیح مسلم، میں منحصر ہے،

موطا مالک رح ۔ ائمہ حدیث کا اتفاق ہے کہ موطا کی جملہ احادیث، امام مالک رح کے ہاں ضرور صحیح ہیں، اور انکے ہم خیال بھی آپ سے انکی صحت میں متفق ہیں جو انکے ہم نوا نہیں، اسقدر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں بھی تسلیم ہے کہ اسمیں کوئی ایسی مرسل منقطع نہیں، جو بسند مروی نہ ہو (مگر چند امور کما ثبت بالتتبع) بلاشبہ اس حیثیت سے یہ بھی صحیح ہیں،

مؤطا کی شہرت وقبولیت کا یہ عالم ہے کہ امام صاحب کے زمانہ ہی میں اسکی تخریج وصل منقطع میں کئی ایک مؤطا تصنیف ہو گئے (ان مصنفین میں وہ لوگ بھی ہیں، جو امام صاحب کے استاذ بھائی ہیں) جیسے کتاب ابن ابی ذئبؒ، ابن عیینہؒ ثوریؒ، معمرؒ وغیرہ، خود امام صاحب سے ایک ہزار شخص نے مؤطا سنا ہے، اسکی تحصیل میں لوگوں نے بڑے بڑے دور دراز شہروں سے سفر کئے، کاوشیں اٹھائیں، انمیں اگر ایک طرف اکابر فقہاء ہیں (جنمیں حضرت امام شافعیؒ امام محمد شیبانی صاحب ابوحنیفہؒ ابن وہب، ابن قاسم وغیرہ بھی ہیں) تو دوسری طرف جلیل الشان محدثین موجود ہیں، جیسے امام یحییٰ بن سعید القطان ابن مہدی، عبد الرزاق وغیرہ یہی نہیں بلکہ شاہان اسلام (ہارون رشید اپنی اولاد سمیت) اسی آستانہ قدسی پر زانوئے تلمذ و استفادہ تہ کررہے ہیں، یہانتک کہ امام صاحب کے زمانہ ہی میں چار دانگ عالم میں اس کی شہرت کا ڈنکا بج چکا تھا، اس زمانہ کے بعد سے اسکی شہرت ومقبولیت عامہ میں دن بدن ترقی ہوتی گئی، ہمیشہ سے مفتیان وفقہاء کا مرجع رہا، اہل عراق (کوفی وغیرہ) تک بھی اس سے مستفید، اور خوشہ چیں رہے، ماہرین فن، ہر پہلو سے اسکے حل وتشریح میں مشغول ومنہمک رہے حتیٰ کہ اسوقت اسپر بحث وتفتیش کا کوئی پہلو بھی باقی نہیں رہا۔

(فیصلہ کی بات یہ ہے کہ) حق خالص معلوم کرنا چاہتے ہو، تو محمد کی کتاب الآثار، اور ابو یوسف کی کتاب الامالی سے مؤطا کا مقابلہ کر دیکھو، تمکو مشرق ومغرب کا فرق نظر آجائیگا کیا کسی محدث یا کسی فقیہہ کے ہاں ان دونوں کو کوئی (کسی قسم کی) وقعت حاصل بھی ہے؟

صحیحین (زادهما عزاً وشرفاً) محدثین کا اتفاق ہے کہ صحیحین میں جو کچھ متصل ومرفوع ہے قطعی طور پر صحیح ہے، انکی سند، انکے مصنفین تک بتواتر پہنچ چکی ہے جو شخص انہیں بنظر حقارت دیکھے، یا انگشت نمائی کرے وہ بدعتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاف صاف بات چاہتے ہو، تو ابن ابی شیبہ کی کتاب، طحاوی کی کتاب (شرح معانی الآثار) مسند خوارزمی (جو مسند ابو حنیفہ کے نام سے مشہور ہے) کا صحیحین سے موازنہ کرو، انکے مابین، بعد المشرقین معلوم کروگے، (اسجگہ حضرت شاہ صاحبؒ نے مستدرک حاکم پر کچھہ ریمارک کیا ہے، جسے آئندہ کسی فصل میں بعنوان "شروط شیخین پر بحث" نقل کیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ صحیحین کی بابت دوسرے علماء کے اقوال بھی اسی جگہ نقل کئے جائینگے انشاء اللہ تعالیٰ)

طبقہ ثانیہ (سنن اربعہ وغیرہ) طبقہ اولیٰ کے بعد ان کتب کا درجہ ہے جو ذیل میں درج ہیں۔ سنن ابوداودؒ، سنن نسائیؒ، جامع ترمذیؒ، مسند احمدؒ، بھی انہیں کے قریب قریب ہے، کیونکہ امام احمد نے اپنے خیال میں اسکو صحت وسقم احادیث کیلئے اصل قرار دیا ہے، فرمایا مالیس فیہ فلا تقبلوہ، سنن اربعہ اور انکے مولفین (رحمہم اللہ اجمعین) کو کیا باعتبار صحت، اور کیا بحیثیت شہرت جو مرتبہ علیا، قبولیت عامہ، اعتنا رکامل حاصل ہے، وہ اہل علم اصحاب پر مخفی نہیں ہے،

طبقہ ثالثہ وہ مسانید وجوامع اور مصنفات ہیں جن میں سے بعض اگرچہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ سے پہلے، یا انکے زمانہ ہی میں، اور بعض انکے بعد، لکھی گئی ہیں، لیکن انمیں ہر قسم کی روایات صحیح، ضعیف، حسن، معروف، غریب، شاذ، منکر، غلط وصواب، ثابت، مقلوب موجود ہیں انکو اگرچہ محدثین میں بالکل غیر معروف تو نہیں کہا جا سکتا، لیکن انہیں وہ شہرت ہرگز ہرگز حاصل نہیں، نہ تو انکے متفردات کا فقہا میں چرچا ہوا اور نہ انکے صحت وسقم کی محدثین نے نے کوئی ایسی کریدکی ہے نہ کسی لغوی نے اسکی لغوی تشریح کی ہے، نہ ہی کسی فقیہ کی طرف سے انہیں مذاہب سلف پر منطبق کرنیکی کوشش کیگئی نہ اصحاب فن نے انکے حل کا خیال کیا، یونہ رجال پر بحث کی، غرض کہ جیسی تھیں، ویسی ہی زاویہ خمول میں پڑی رہیں، ایسی کتابوں کے نام یہ ہیں مسند ابو یعلیؒ، مصنف عبدالرزاقؒ، مصنف ابن ابی شیبہؒ، مسند عبد بن حمیدؒ، مسند طیالسیؒ، کتب بیہقیؒ، مولفات طحاویؒ، معجمات طبرانیؒ (وغیرہ) اصل میں ان بزرگان دین کا خیال صرف جمع وتدوین کی طرف تھا، چھان بین، تحقیق وتدقیق کی طرف دھیان نہیں دیا۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبقۂ رابعہ کتاب الضعفا ر ابن حبانؒ۔ کامل ابن عدیؒ، مصنفات خطیبؒ، ابونعیم جوزقانی۔ ابن عساکرؒ، ابن نجارؒ، دیلمیؒ (وغیرہ) مسند خوارزمی (مسند ابوحنیفہؒ) کا شمار بھی انہی میں ہو سکتا ہے، ان لوگوں نے مدتوں کے بعد پہلے محدثین کی بچی کھچی، اور رہی سہی، یا یوں کہہ لیجئے کہ انکی متروکہ روایات وغیرہ کو اپنی اپنی توالیف میں جمع کر دیا ہے، ان میں جس قسم کا اندوختہ ہے، اسے مندرجہ ذیل صورتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) واعظوں کی خوش گپیاں بدعتی اور کمزور لوگوں کی روایات،

(۲) آثار صحابہ و تابعین، اور اسرائیلیات، اور عقلمند لوگوں کے عمدہ عمدہ مقولے ہیں، جنکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے عمداً یا سہواً اختلاط کر دیا گیا ہے،

(۳) بعض ناحقیقت شناس مگر نیک لوگوں کی بنائی ہوئی وہ مرفوع احادیث، جو اصل میں کتاب وسنت کے بعض محتملات ہیں، حدیثیں نہیں ہیں،

(۴) کبھی بعض مفاہیم قرآن وحدیث کی مرفوع حدیث بنی ہوئی ہوتی ہے،

(۵) کبھی مختلف روایات کے متعدد ٹکڑوں کی جمع شدہ، ایک حدیث بنی ہوئی ہوتی ہے اس طبقہ کی اچھی سی روایت بھی ضعیف ہوتی ہے۔ باقی زیادہ تر مواد ایسی کتب کا جو اس طبقہ کی ہیں۔ موضوعات اور بدلی ہوئی اور منکر ترین روایات ہیں،

موضوعات ابن جوزیؒ کا ماخذ یہی طبقہ ہے!

طبقۂ خامسہ یہاں ایک پانچواں طبقہ بھی کیا جا سکتا ہے،

بعض تو وہ ژطل روایات جو عام فقہاء، صوفیاء اور مؤرخین کے ہاں شہرت یافتہ تو ضرور ہیں لیکن انکا وجود چوتھے طبقہ کی کتابوں میں بھی نہیں، بلکہ بعض تو اس قسم کی ہیں جنہیں کسی چالاک اور زندیق آدمی نے اس فصاحت سے بنایا اور سند قوی سے نقل کیا ہے جسپر خواہ مخواہ حدیث نبوی کا گمان ہونے لگتا ہے، اس بات نے اسلام میں ایک مصیبت برپا کر دی ہے فاثار فی الاسلام مصیبۃ عظیمۃ، لکن الجہابذۃ من اہل الحدیث یوردون مثل ذلک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

على المتابعات والشواهد فتهتك الاستار ويظهر العوار (انتهى) اقول الموضوعات وما يقاربها وما كان فيه ضعف قوي لا يصلح للاعتبار والمتابعة ايضاً فضلا ان يستشهد بها بل لا يحل ذكرها الا على سبيل القدح كذا حققه النووي وغيره فافهم

محدثین کرام کا اعتماد صرف طبقہ اولیٰ یا طبقہ ثانیہ پر ہے، ثالثہ کی روایات، قابل عمل تو نہیں لیکن وہ لوگ جو انکی جانچ پڑتال اچھی طرح کر سکیں، انپر عمل کر سکتے ہیں، ہاں کسی وقت متابعات وشواہد کے کام آسکتی ہیں،

باقی رہا، چوتھا طبقہ، تو اس سے استفادہ یا استنباط یا اسکی طرف توجہ، پچھلے لوگوں کا ایک فضول شغل ہے صاف بات یہ ہے کہ بدعتی رافضی، معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقے ادنیٰ توجہ سے جسقدر چاہیں اپنے اپنے مذہب کے دلائل، ان کتابوں سے لے سکتے ہیں پس علماء کی مجلس میں ان کتابوں کی آڑ لینا اور انکی روایات پیش کرنا، کسی طرح درست نہیں" ص

علامہ ابن الصلاح فرماتے ہیں كتب المسانيد غير ملحقة بالكتب الخمسة التي هي الصحيحان وسنن ابي داود وسنن النسائي وجامع الترمذي وما جرى مجراها في الاحتجاج بها والركون الى ما يورد فيها مطلقا كمسند ابي داود والطيالسي ومسند عبيد الله بن موسى ومسند احمد بن حنبل ومسند اسحق بن راهويه ومسند عبد بن حميد ومسند الدارمي ومسند ابي يعلى الموصلي ومسند الحسن بن سفيان ومسند ابي بكر البزار (قال الحافظ ابن كثير ويقع في مسند البزار من التعاليل ما لا يوجد في غيره من المسانيد (منهج الوصول ص) واشباهها فهذه عادتهم فيها ان يخرجوا في مسند كل صحابي ما رووه من حديثه غير متقيدين بان يكون حديثا محتجا به فلهذا تاخرت مرتبتها وان جلت جلالة مؤلفيها عن مرتبة الكتب الخمسة وما التحق من الكتب المصنفة على الابواب انتهى (منهج ص)

فائدہ

یہ مشہور بات ہے کہ متابعت میں ضعیف راوی کا اعتبار ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ ہر ضعیف بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لائق نہیں ہوتا جبھی تو امام دارقطنی وغیرہ کہتے ہیں فلان یعتبر بہ وفلان لا یعتبر وغیرہ منہج الوصول صٓ میں ہے :

" وہر ضعیف صالح ایں کار نیست لہذا دارقطنی وغیرہ در ضعفاء گفتہ اند فلان یعتبر بہ وفلان لا یعتبر انتہی "

اسیطرح یہ بھی مشہور ہے کہ ضعیف حدیث کثرت طرق سے حسن لغیرہ ہو جاتی ہے لیکن یہ بھی ہر ضعیف نہیں، بلکہ وہ ضعیف جسکا ضعف ادنیٰ درجہ کا ہو ورنہ زیادہ ضعف کثرت طرق سے منجبر نہیں ہوتا، جیساکہ علامہ زیلعی و مولانا عبدالحیؒ وغیرہ نے بھی تصریح کی ہے (دیکھو ظفر الامانی صـ۹۲ تقریب نووی وغیرہ صـ۵۸)

ہاں ان امور کی معرفت ہر کہ و مہ کا کام نہیں ہے ، ان کا فیصلہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں ، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ملکہ راسخہ دیا ، اور انہیں اسی خدمت کیلئے پیدا کیا ہے ، یعنی محدثین کرام اعلی اللہ مقامہم کی جماعت ، ہی اسکا حق رکھتی ہے ۔

فصل ، ۳

شروط شیخین پر بحث

اور علامہ ابن ہمامؒ کا اغترار و تحکم

امیر المحدثین حضرت امام بخاریؒ اور حضرت امام مسلمؒ اور انکی مصنفات سے صحیحین کو جو رتبۂ علیاء اور جسقدر شرف و مجد ، خداوند تعالیٰ نے عنایت فرمایا ہے ، وہ کسی شخص کو نہ کسی تصنیف کو حاصل ہے ، بقول علامہ نوویؒ و علامہ قسطلانی وغیرہ اکابر محدثین علمائے امت کا اجماع ہے کہ صحیحین کی روایت کے ہم پلہ کوئی دوسری روایت نہیں ہو سکتی ، گو وہ اپنی جگہ کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہو

اتفق العلماء رحمہم اللہ علی ان اصح الکتب بعد القرآن العزیز الصحیحان البخاری ومسلم وتلقتہما الامۃ بالقبول وکتاب البخاری اصحہما صحیحا واکثرہما فوائد انتہی ملخصا (مقدمہ شرح مسلم نووی صفحہ ۱۴)

وقد اتفق الامۃ علی تلقی الصحیحین بالقبول (قسطلانی شرح صحیح بخاری صـ۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بقول علامہ ابن الصلاح حافظ ابن تیمیہؒ، حافظ ابن کثیرؒ، حافظ سیوطیؒ وغیرہ اکابر کے صحیحین ہی کی متفق علیہ احادیث قطعی ہیں [۱]

الاول (ای ما اتفقا علیہ) جمیعہ مقطوع بصحتہ والعلم الیقینی النظری واقع بہ انتھی مختصراً مقدمہ ابن الصلاح

گو اس قطعیت سے بعض منتقد احادیث مستثنیٰ ہیں، لیکن انکی صحت میں پھر بھی کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ محدثین کرام نے ناقدین کے ان ایرادات کا شافی جواب دیدیا ہے [۲]

حتیٰ کہ علامہ ابن الہمام حنفیؒ بھی فرماتے ہیں واعلی درجات الصحیح عندھم ما اتفق علیہ الشیخان ولو فی اصلہ الخ [۳]

ایک اور جگہ فرماتے ہیں لان ما فی الصحیحین اقوی انتھی [۴]

اسی وجہ سے محدثین کرام نے فرمایا ہے کہ (۱) اول درجہ اس روایت کو حاصل ہے جس پر شیخین کا اتفاق ہو، اسکے بعد وہ جو صرف بخاری میں ہو، تیسری مرتبہ پر وہ ہے جو صرف مسلم میں ہو، پھر شرط شیخین پر مشتمل، پھر شرط بخاری پر مشتمل، پھر شرط مسلم پر مشتمل پھر انکے بعد جو اور کوئی صحیح حدیث ہو غرض اس تقسیم سے یہ ہے کہ بوقت تعارض اسی کے پیش نظر ترجیح سے کام لیا جائیگا (ملاحظہ ہوں کتب اصول حدیث) اس تقسیم پر تقریباً سارے علمائے فن حدیث کا اتفاق ہے لیکن علامہ ابن الہمام حنفیؒ باوجود "فقیہ" ہونیکے اس سواد اعظم سے "شذوذ" فرماتے ہیں اور کل فن رجال کو نظر انداز کرتے ہوئے کسی حکیمانہ انداز میں فرماتے ہیں، کون ما فی الصحیحین راجحا علی ما روی برجالہما فی غیرھما او علی ما تحقق فیہ شرطھما بعد امامۃ المخرج تحکم [۵]

اسکی وجہ غالباً یہی ہے کہ حنفی مذہب کے مخالف اکثر صحیحین کی حدیثیں ہیں حنفیہ کے زعم میں مخاصمین اہل حدیث کا یہ اصول پیش کرکے حنفیہ پر الزام دیا کرتے تھے یاروں نے کہا چلئے ہم اس اصول کو سرے سے مانتے ہی نہیں، ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ خود تو اجتہاد کا دروازہ بند کرتے

---

[۱] الباعث الحثیث لابن کثیرؒ مقدمہ ابن الصلاحؒ تدریب الراوی السیوطیؒ بھجۃ النظر ص۲۱ ۱۲ [۲] شرح نخبہ، منہج الوصول تعلیق سندی بر شرح نخبہ ص۳۳ طبع لاہور ۱۲ [۳] فتح القدیر شرح ہدایہ ص ۲۲۱ ج ا طبع مصر باب صفۃ الصلوۃ ۱۲
[۴] فتح القدیر، باب الاحرام، ص ۴۹ ۳ ج ۲ مصر ۱۲ [۵] تحریر ابن ہمام ص ۳۰ ج ۳ طبع مصر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، پھر یہاں الزام سے بچنے کے لئے اجماع محدثین کے خلاف سے بھی نہیں جھجکتے . بلکہ ابن الہمامؒ کے خوشہ چیں اسپر بیحد خوش ہوتے ہیں چنانچہ شیخ عبدالحق ؒ شرح سفر السعادت میں اسے بیحد پسند فرماتے ہیں اور نئے حنفیہ کا تو پوچھئے مت، انہوں نے تو اسے آڑ بنا رکھا ہے، جہاں کوئی روایت اپنے موافق دیکھی، جھٹ اسے شرط شیخین پر کہہ ڈالا حضرت شوق نیموی ؒ. مولانا خلیل احمدؒ مولانا انور شاہؒ، وغیرہ کا تو شیوہ ہی یہی ہے، دہلی کے ایک مدرس مولوی اشفاق الرحمن صاحب نے تو خدا جانے کتنی مرتبہ اسے دہرایا ہے حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں،

"ابن مسعودؓ کی روایت شرط شیخین پر ہے، صحیحین کی صحت کسی کی ذاتیت یا شخصیت پر منحصر نہیں، بلکہ صرف نقد رجال کے باعث ہے، تو جو روایت انکی شرط پر ہوگی، یا ان کے رجال پر اصحیت میں اسی کے ہم پلہ ہوگی اسکا بھی وہی حکم ہوگا پس حدیث ابن مسعودؓ لامحالہ ایسی ہی صحیح ہے جیسی صحیحین کی روائتیں اور یہ کہنا کہ صحیحین کی روایات کو، جو انکی شرائط پر ہوں ترجیح ہے، دعوی بلا دلیل ہے (نور العینین صفحہ ۹۰-۴۶-۵۱)

ہم چاہتے ہیں کہ حنفیہ کے اس "حربہ" پر بھی ایک سرسری نظر ڈالتے چلیں، وللتفصیل موضع آخر، پس واضح ہو کہ تحقیق مقام کے لئے مندرجہ ذیل امور کو پہلے سمجھ لینا چاہئے،

(۱) صحیحین کو ارجحیت کیوں حاصل ہے؟

(۲) وہی ارجحیت کی وجہ انکے سوا باقی کتب میں پائی گئی یا نہیں؟

(۳) انکی شروط کیا ہیں؟ اور "شرط شیخین" کا کیا مطلب ہے؟

(۴) کیا انہوں نے اپنی شروط کی تصریح کی ہے؟ اگر نہیں کی، تو ظن اور تخمین سے کسی روایت کو ازروئے علمائے فن انکی شرط پر کہہ سکتے ہیں؟

اب تفصیل وار سنئے!

وجہ ارجحیت | علمائے حدیث کا قدیماً و حدیثاً تلقی بالقبول، یعنی تمام علمائے حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومعتبر فقہاء کا اسپر اتفاق ہے کہ صحیحین کی حدیثیں صحیح ہیں، انکی صحت میں کوئی شبہ نہیں، وجہ اسکی یہ ہے، اس زمانہ کے تمام علمانے اسپر تنقیدی نگاہ ڈالی اسوقت جو کچھ ہے وہ اُس زمانہ کے علماء کی متفق علیہ احادیث ہیں، ویدل علیہ قول مسلم عرضت کتابی ھذا علی ابی زرعۃ فما اشار الی ان لہ علۃ ترکتہ کذا فی شروط الائمۃ الخمسۃ للحازمیؒ، وقال السخاوی ویظھر فائدۃ التقسیم عند التعارض بتقدیم مراتب التفاوت نما خرجاہ ارجح مما علی شرطھما من حیثیۃ التلقی وان کان قد یعرض[1] المفوق مایجعلہ فائقا ثم انہ روی عن البخاری انہ قال ما ادخلتھا فی کتابی ھذا حدیثا الا بعد ان استخرت اللہ وتیقنت صحتہ والحاصل ان اکثر ما انتقد علیھما من الاحادیث التی فیھا لاینتفی عنہ وصف الصحۃ لورودہ من جھۃ اخری مع الاجماع علی تلقی کتابیھما بالقبول والتسلیم فانھما لایخرجان فی کتابیھما الا ما لا علۃ لہ او لہ علۃ لکنھا غیر موثرۃ ولوفرض توجہ انتقاد علیھما فھو معارض بتصحیحھما وھما الامامان المقدمان علی غیرھما لما اقربھما بذلک جھابذۃ النقاد فظھر مزیتہ ما انتخباہ وخرجاہ فی کتابیھا علی ماھو شرطھما مما اعرضا عن تخریجہ انتھی ما قال السید عبدالرحمن الاھدل فی المنھیم کذا فی شفاء العی صـ۲۰-۲۱

اسیطرح علامہ سیوطیؒ تدریب الراوی میں لکھتے ہیں انہ قد تحقق تقدمھما فی ھذا الشان علی اجلۃ المشائخ حتی علی من اخذا عنہ وکان محمد بن یحیی الذھلی اعلم اھل عصرہ بعلل حدیث الزھری لقد استفاد منہ الشیخان جمیعا ولاریب انھا اماما الجرح والتعدیل ومعرفۃ الاسباب الخفیۃ انتھی کذا فی بھجۃ النظر السندھی الحنفیؒ صـ۲۱

اسیطرح علامہ ابن حجرؒ بھی دو وجہ ارجحیت کی لکھتے ہیں، منھا جلالتھما فی ھذا الشان

---

[1] ای یمکن ان یوجد حدیث غیر جامع لشروط الشیخین (والمراد بعدم الجمع ان لایوجد فی کتابیھما لان لبعض الشروط لایتحقق الا اذا وجد الحدیث فی کتابیھا مثل التلقی وجلالۃ المخرج) ویعرض لہ امر اخر یوازی ھذا المرجح او یزید علیہ مثل ان یکون مرویا بترجمۃ معنونۃ باصح الاسانید وان یکون مصحوہ اکثر او یکون یمکن ان یساویہ او یزید علیہ لکن ھذا الاحتمال ایضا تجویزی لاجزمی فتامل ۱۲ منہ متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والتزامهما فی کتابیھما بالاقتصار علی ما فیہ اکمل درجات الصحۃ) وتقدمھما فی التمییز الصحیح (عن غیرہ) علی غیرھما ومنھما تلقی العلماء لکتابیھما بالقبول وھذا التلقی وحدہ اقوی فی افادۃ العلم النظری من مجرد کثرۃ الطرق المحققۃ انتھی کذا نزھۃ النظر وشرحہ بہجۃ النظر للسندی الحنفی ص۲۰

امر ثانی اوپر ثابت ہوچکا ہے کہ وجہ ارجحیت تلقی بالقبول، اور شیخین کی اس فن میں جلالت شان، ومہارت تامہ ہیں، یہ بالکل ظاہر ہے کہ یہ درجہ کسی اور تصنیف کو حاصل نہیں ہوا تلقی کی وجہ سے گویا صحیحین کے سارے راویوں کی تعدیل پر امت کا اتفاق ہے جب کسی اور کتاب کو یہ مرتبہ حاصل نہیں تو انکے راویوں کی تعدیل بھی محل نظر رہے گی حافظ ابن حجرؒ وعلامہ سندی حنفی فرماتے ہیں، ورواتھما قد حصل الاتفاق علی القول بتعدیلھم بطریق اللزوم (فان ائمۃ الفن لما جزموا بان اعلیٰ مراتب الصحیح ما خرجہ الشیخان و اتفقوا علیہ لزم منہ اتفاقھم علی تعدیل رواتھما) فھم مقدمون علی غیرھم فی روایتھم وھذا اصل لا یخرج عنہ الا عن دلیل انتھی (بہجۃ النظر ص۲۷)

کیونکہ صحیحین کے علاوہ اگر کسی کتاب کی سند صحیح بھی ہو تو اسکی صحت زیادہ سے زیادہ ایک شخص کی رائے ہونے کی حیثیت رکھتی ہے اور صحیحین کی روایت پر امت کا اتفاق ہے، تو ساری امت کے مقابلہ پر ایک دو شخصوں کی رائے قطعاً وہ حیثیت نہیں رکھتی، قال فی الدراسات ص۲۰۳، لان اختیار الواحد وان کان اماماً فی الفن لا یعدل اختیار الاف من ائمتہ انتھی

غرض تصریحات محققین صاف دال ہیں اس امر پر کہ صحیحین کے ہم پلہ بعد از کتاب اللہ روئے زمین پر کوئی کتاب نہیں ہے، وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

امر ثالث ورابع | بقول علامہ ابن طاہر مقدسی وغیرہ شیخین نے اپنی شروط کی تصریح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کی یہی وجہ ہے کہ انکی شروط کا اندازہ لگانے والے بیحد مختلف ہیں علامہ امیر صاحب سبل السلام کا بالکل صحیح فیصلہ ہے فالاحوط للورع ان یتوقف ویمسک عن توصیف حدیث لم یخرجاہ فی کتابیھما بانہ علی شرطھما لان شرطھما غیر معلوم جزماً فکیف یجزم بوصف حدیث بذلک ویصححہ مع الشک فیما یوجبہ ویفرع عنہ تصحیحہ والشک لا یتفرع عنہ یقین انتھی ما فی اسبال المطر ص۲

اور علامہ محمد معین سندھی فرماتے ہیں، الت کلمتھم الی ان شرطھما فیھما بذل جھدھم فی التیقظ من کل وجہ فی الاسانید والمتون من حیث ما امکن لھم من صرف مجھودھما فی کونھما سلطانی سلاطین الصنعۃ انتھی ص۳

ہاں علامہ نوویؒ اور حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کا خیال ہے کہ شرطہا سے مراد شیخین کے رجال ہیں علامہ سندھی لکھتے ہیں، ولما کان تعیین الاوصاف التی التزماھا فی رواتھما من طول الملازمۃ ونحوہ غیر منصوص علیھما وکان الجزم بتحققھا فی راو لم یخرجا عنہ کالمستحیل جزم النووی بان المراد بقولھم علی شرطھما ان یکون رجال الاسناد فی کتابیھما مع بقاء شروط الصحۃ من الضبط والعدالۃ ونحوھما وتبعہ المصنف حیث قال لان المراد بہ رواتھما الخ ص۴

علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں، والمراد بقولہ علی شرطھما فعند النووی وابن دقیق العید والذھبی تبعاً لابن الصلاح ھو ان یکون رجال ذلک الاسناد المحکوم باعیانھم فی کتابیھما وتصرف الحاکم یقویہ انتھی ملخصاً ص۵

ان تصریحات محققین سے معلوم ہوا کہ مولوی اشفاق صاحب کا اپنے رسالہ میں یہ لکھنا کہ "شرط شیخین کا یہ مطلب کہ عین ان رجال سے تخریج کرنا ہے صحیح نہیں" (ص۵) بالکل غلط ہے اور اہل فن کے خلاف ہے پشہ برابر وقعت نہیں دیجا سکتی،

لیکن بایں ہمہ یہی رجال جو حیثیت انکی صحیحین کے اندر ہے، دوسری کتابوں میں نہیں ہے بوقت تعارض صحیحین ہی کو ترجیح ہوگی، اسیوجہ سے محققین نے صاف صاف لکھدیا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ کسی راوی کو صحیحین کے اندر دیکھکر اسکی روایت کو شرط شیخین نہیں کہا جا سکتا۔

علامہ ابن الصلاح شرح مسلم میں فرماتے ہیں من حکم لشخص بمجرد روایۃ مسلم عنہ فی صحیحہ بانہ من شرط الصحیح فقد غفل واخطأ بل ذلک یتوقف علی النظر فی کیفیۃ روایۃ مسلم عنہ وعلی ای وجہ اعتمد علیہ انتہی [۱]

علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں لایلزم من کون الراوی محتجا بہ فی الصحیح اذا وجد فی ای حدیث یکون ذلک الحدیث علی شرطہ انتہی [۲]

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں، ان تخریج صاحب الصحیح لای راو کان مقتض بعدالتہ عندہ وصحتہ وضبطہ وعدم غفلتہ مع ما انضاف لذلک من اطلاق جمہور الامۃ علی تسمیۃ الکتابین بالصحیحین وھذا معنی لم یحصل لغیر من خرج عنہ فی الصحیحین فھو بمثابۃ اطلاق الجمہور علی تعدیل من ذکر فیھما انتہی [۳]

یہی وجہ ہے کہ امام حاکم نے اس امر میں بہت ساری ٹھوکریں کھائی ہیں اور فاش غلطیاں کی ہیں، علامہ زیلعی حنفی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے مستدرک حاکم پر جو ریمارک فرمایا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ اسے یہاں نقل کردیں، کیونکہ ہمارے مقصود کی توضیح وتشریح کے لئے کافی ہے،

علامہ زیلعی فرماتے ہیں، لکن صاحبا الصحیح اذا اخرجا لمن تکلم فیہ فانھم ینتقون من حدیثہ ما توسع علیہ فظھرت شواھدہ وعلم ان لہ اصلا ولا یروون ما تفرد بہ سیما اذا خالف الثقات وھذہ العلۃ راجت علی کثیر ممن استدرک علی الصحیحین فتساھلوا فی استدراکھم ومن اکثرھم تساھلا الحاکم فی کتابہ المستدرک فانہ یقول ھذا علی شرط الشیخین او احدھما وفیہ ھذہ العلۃ اذ لا یلزم من کون الراوی محتجا بہ فی الصحیح انہ اذا وجد فی ای حدیث کان ذلک الحدیث علی شرطہ لما بیناہ بل الحاکم کثیرا ما یجیئ الی حدیث لم یخرج لغالب رواتہ فی الصحیح وکثیرا ما یخرج حدیثا بعض رجالہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

للبخاری وبعضهم لمسلم فیقول هذا علی شرط الشیخین وهذا ایضا تساهل وربما جاء الی حدیث فیه رجل قد اخرج له صاحبا الصحیح عن شیخ معین لضبط حدیثه وخصوصیته به ولم یخرجا حدیثه عن غیره لضعفه فیه اولعدم ضبطه اولکونه غیر مشهور بالروایة عنه اولغیر ذلك فیخرجه هو عن غیر ذلك الشیخ ثم یقول هذا علی شرط الشیخین وهذا تساهل لان صاحبی الصحیح لم یحتجا به الا فی شیخ لا فی غیره فلا یکون علی شرطهما انتهی ملخصا[1]

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں، لانه (الحاکم) وجد احادیث مرویة عن رجال الشیخین بشرطهما فی الصحة والاتصال، فاتجه استدراکه علیهما من هذا الوجه ولکن الشیخین لا یذکران الاحدیثا قد تناظر فیه مشائخهما واجمعوا علی القول به والتصحیح له کما اشار مسلم حیث قال لم اذکر ههنا الا ما اجمعوا علیه وجل ما تفرد به المستدرك کالموکی علیها المخفی مکانه فی زمن مشائخهما وان اشتهر امره من بعد اوما اختلف المحدثون فی رجاله فالشیخان کاساتذتهما کانا یعتنیان بالبحث عن خصوص الاحادیث فی الوصل والانقطاع وغیر ذلك حتی لا ینضح الحال والحاکم یعتمد فی الاکثر علی قواعد مخرجة صنایعهم کقوله زیادة الثقات مقبولة واختلف الناس فی الوصل و الارسال والوقف والرفع وغیر ذلك فالذی .... حفظ الزیادة حجة علی من لم یحفظ والحق ان کثیرا ما یدخل الخلل فی الحفاظ من قبل الموقوف ووصل المنقطع لا سیما عند رغبتهم فی المتصل المرفوع وتنویههم به فالشیخان لا یقولان بکثیر مما یقوله الحاکم واللہ اعلم انتهی[2]

آمدم برسر مطلب

ہمارے حنفی بھائیوں کی حالت بھی امام حاکم سے بڑھ کر ہے، یہ بھی فوراً شرط شیخین کہنے بیٹھ جاتے ہیں، ہمارا خیال ہے کہ حضرت شاہ صاحب، اور علامہ زیلعی حنفی اور علامہ عینی حنفی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تصریحات طبع حق پسند کے لئے کافی ہیں، لیکن اوپر جو کچھ لکھا جا چکا ہے، اسے بطور تمہید سمجھ لیجئے۔ اب ہم مختصراً یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ محدثین کی مسطورہ بالا تقسیم بالکل صحیح ہے اور بیز صحیحین کے مقابلہ کی کوئی حدیث تاب نہیں لاسکتی، بوقت تعارض ترجیح صحیحین ہی کی روایات کو ہوگی، اور اسے تحکم کہنا، خود اعتراف تحکم ہے، بوجوہ ذیل :۔

وجہ اول اپنی طرف سے کوئی شرط فرض کرکے اگر ہم کسی روایت کے اسنادی حالات کو صحیح سمجھ لیں تو اس سے سند کو صحیح کہہ سکتے ہیں اور محققین کے ہاں مانی ہوئی بات ہے کہ صحت سند صحت متن کو مستلزم نہیں [۱] پھر وہ صحیحین کے پلہ کی کیسے ہو سکتی ہے،

وجہ ثانی اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ شیخین کے جو شروط انکے رواۃ میں پائے جاتے ہیں دوسری جگہ قطعاً وہ نہیں پائے گئے، وقد حکم الحفاظ المتقنون طبقۃ بعد طبقۃ حتی لم یشذ منہم واحد بان الشروط التی توجد فی رواتہما لا توجد فی غیرہم انتہی (دراسات ص)

وجہ ثالث شیخین کا طرز تحقیق حدیث کلی اور کتابی نہیں ہے کیونکہ ایک تو شیخین ہر شخص اور ہر ایک روایت سے جزئی طور پر تحقیق کیا کرتے تھے اور دوسرے لوگ عام طور پر استنباطی کلیات پر تفریع بٹھاتے ہیں، جس سے اکثر دفعہ غلطی ہو جاتی ہے چنانچہ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا ہے، کہ شیخین بعض رواۃ کو خاص شرطوں کے ساتھ لاتے ہیں، جنکا لحاظ اور کوئی نہیں کرتا، یہی وجہ ہے کہ فاش غلطیاں کر جاتے ہیں، اسی کو سامنے رکھکر صاحب دراسات لکھتے ہیں،

ولیس کتاب اضیق فی الشروط علی وجہ الارض من الصحیحین (ص ۲۰۷)

وجہ رابع

چند ایک شروط فرض کرکے ان کا وجود کسی اور جگہ تسلیم بھی کرلیں تو جو تلقی

---

[۱] دیکھو مقدمہ ابن الصلاح، تدریب الراوی للسیوطی، خود علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں ولو فرض ثقہ الرجال لم یلزم منہ صحۃ الحدیث حتی ینتفی منہا الشذوذ انتہی (نصب الرایہ ص ۱۸۲ ج ۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقبولیت علمائے فن سے صحیحین کو حاصل رہی ہے وہ اور کسی کتاب کو حاصل نہیں اس وجہ سے بھی وہ حدیث صحیحین کی حدیث کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی،

علامہ سندھی حنفی مسطورہ بالا تقسیم کی صحت کے وجوہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

والوجه الثانی انه لو وجد حدیث من غیر الکتابین مشتمل علی جمیع شروطهما فلما اخرجاه او احدهما مزیة علیه ایضاً من جهة ان جمهور ائمة الفن اذعنوا برياستهما فی الصنعة وتلقوا لما خرجاه بالقبول وقالوا ان اخراجهما ایاه فی الصحیح کاف فی الجزم بانه فی اعلی مراتب الصحة وانما مع غایة معرفتهما لم یجدا فیه شیئاً قادحاً لا متناً ولا سنداً، انتھی (بهجة النظر ص۳۷)

الحاصل

اگر شیخین کی شروط کو متعین فرض کر لیا جائے جس طرح کہ بعض محققین نے کیا ہے. یعنی رجال شیخین، مع عدالت وضبط، ملازمت واتقان وغیرہ امور تو ایسی شروط کے ہوتے ہوئے بھی حدیث دیگر، مثل حدیث شیخین نہیں ہو سکتی کیونکہ شیخین کی روایات میں دیگر امور مرجحہ بھی موجود ہیں

اور اگر جمیع امور مرجحہ کو بھی شروط شیخین میں داخل کر لیا جائے تو بالفرض کوئی حدیث شروط شیخین پر مشتمل ہو تو حدیث شیخین کی طرح ہو گی. لیکن یہ صورت پائی نہیں گئی یعنی مقدم کا وجود مفقود ہے، لہذا تالی، یعنی حکم بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح نہیں، اور یہ ہمارے گھر کی بات نہیں۔

مولانا عبداللہ صاحب ٹونکی حنفیؒ علامہ ابن الہمامؒ کی عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں:۔

وجملة الامران قول الشيخ المحقق فاذا فرض وجود تلك الشروط فى رواة غيرالكتابين الخ مسلم لكن الكلام فى وجود تلك الشروط يعنى اللزوم مسلم ووضع المقدم ممنوع انتهى (حاشیہ شرح نخبہ صا۳) طبع مجتبائی۔

مولانا محمد معین صاحب سندھی لکھتے ہیں، فرض تلك الشروط فى حديث غيرهما مسلم اذ لم يقم دليل على الامتناع العقلى وليس لاثباته مجال لكن لا يلزم من تسليم فرض الوجود نفس ذلك الوجود وانما الكلام فى وجود الشروط و انتفاء ذلك فى الغير وقد بينا دليله فلا معنى رجحان ما فى الصحيحين تحكما انتهى (دراسات صنہ۳)

خلاصہ یہ ہے، کہ اگر شروط شیخین کسی دوسری حدیث میں پائی جائیں تو وہ حدیث صحیحین کے ہم پلہ ہے اور شروط شیخین کا وجود گو عقلاً ممکن ہے، لیکن خارج میں پایا نہیں گیا، اور نہ اب تک پایہ ثبوت کو پہنچا ہے، جس کی وجہ امور مرجحہ حدیث شیخین میں گذر چکی ہے،

اور احادیث مزعومہ کا تفصیلی رنگ میں شرط شیخین پر نہ ہونا، امر بین ہے،

غور فرمائیے

یہ تصریحات اس امر پر واضح دلالت کر رہی ہیں، کہ آج کل ہمارے بھائیوں کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ قول (جواوپر گذر چکا ہے) اور یہ شیوہ جوانہوں نے اختیار کر رکھا ہے کہ جو روایت اپنے موافق دیکھی اسے شرط شیخین بنا ڈالا۔ کسی طرح بھی درست نہیں،

علامہ ابن الہمام نے اگر فرض کر لیا ہے تو دوسرے محققین حنفیہ وغیرہم نے خود فرما دیا ہے کہ یہ فرض (صرف ذہنی ہے) منصۂ شہود پر جلوہ گر نہیں ہو سکا، اور نہ ہے،

لہذا محدثین کرام کا فیصلہ "تحکم" اور "دعوٰے بلا دلیل" نہیں، بلکہ ان حنفیہ کی جدت "ایجاد بندہ" اور "غلط اختراع" بلکہ "خرق اجماع" اور "اجتہاد بیجا" کا فتح باب ہے!

تنبیہ

شاید کسی کو ہماری یہ تصریح ناگوار گذرے کہ حنفیہ نے اپنے مطلب کے لئے یہ بات نکالی ہے، اس لئے ہم یہاں زیادہ نہیں صرف تین راویوں کے نام فی الحال پیش کرتے ہیں جنپر باوجود اس کے کہ صحیح مسلم کے راوی ہیں (باقرار حنفیہ) جرح کر ڈالی ہے، عبدالحمید بن جعفر (جو حدیث رفعیدین کا راوی ہے) کی بابت لکھتے ہیں،

فان قلت اخرجه مسلم، قلت لا يلزم منه ان لا يكون ضعيفاً عند غيره انتهى، (عینی شرح بخاری)۔

جوہر النقی میں علامہ ابن الترکمانی حنفی لکھتے ہیں۔

اسباط وان اخرج له مسلم فقد تكلموا فيه، واسمعيل بن عبد الرحمن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السدی اخرج لہ مسلم ایضاً وتکلموا فیہ انتھی (ص ۴۶ ج ۲) حاشیہ سنن بیہقی

الغرض

آئندہ مباحث میں ہمارے ناظرین ان مبادی کو پیش رکھکر غور کرینگے تو حق حقیق بالقبول واضح ولائح ہوجائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

بیدہ العصمۃ والھدایۃ

وقد فرغنا من المبادی والآن نخوض فی المقصود مستعینا من اللہ الودود۔ ذی المنن والایادی

پس اب ناظرین کتاب کی آسانی کیلئے ہم مقاصد بحث کو تحت عنوانات جداگانہ کے لکھتے ہیں تاکہ ہر منصف شخص مطلب کتاب کو بآسانی سمجھ کے اس سنت نبویہ متواترہ رفعیدین فی الصلوٰۃ پر عمل کر کے اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خوشنودگی حاصل کرے آہ آج اکثر مدعیان اسلام نے سنت نبوی کو چھوڑ کے بدعت ورواج وتقلید علماء کو شعار اسلام بنا رکھا ہے جس سے روز بروز مسلمانوں کی حالت زار وناقابل گفتار ہو رہی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نیک سمجھ دے تاکہ ہر امر میں سنت نبوی کا خیال رکھیں اور اسپر عمل کرنیکی کوشش کریں

تصویر مسئلہ

مواقع رفع یدین میں اختلاف روایات وذکر مذاہب

احادیث صحیحہ میں مندرجہ ذیل مواضع میں رفعیدین کا ذکر ہے، تکبیر تحریمہ۔ رکوع کو جاتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت، رکوع سے اٹھتے وقت، تیسری رکعت کو اٹھتے وقت۔

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے،

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی یکونا بحذو منکبیہ ثم یکبر فاذا اراد ان یرکع رفعہما مثل ذلک واذا رفع راسہ من الرکوع رفعہما کذلک ھذا من من طریق سالم عنہ ومن طریق نافع عنہ واذا قام من الرکعتین رفع یدیہ وللبخاری ولا یفعل ذلک فی السجود وفی لفظہ ولا یفعل ذلک حین یسجد ولا حین یرفع راسہ من السجود ولمسلم ولا یرفعہما بین السجدتین۔ (صحیح بخاری مع الفتح صفحہ ۲۰۵/۲، صحیح مسلم ص ۱۶۸/۱ منتقی ص ۵۵)

ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، تکبیر تحریمہ، رکوع کو جاتے، اس سے اٹھتے، تیسری رکعت کو اٹھتے ہوئے اپنے دونو ہاتھ کندہوں تک اٹھایا کرتے تھے۔ اور سجدہ کو جاتے، دونو سجدوں کے درمیان، سجدے سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے"

یہ حدیث صحیح اپنے مدلول میں بالکل صریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان چاروں مواقع پر رفع یدین کیا کرتے تھے، اب ان میں اختلاف سنیئے۔

اختلاف اول

تکبیر تحریمہ کیوقت رفعیدین تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین بکثرت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، علماء میں بعض اسکے وجوب کے قائل ہیں اور اکثر سنیت و استحباب کے فتح الباری ص ۲۰۳/۲ میں ہے۔

وممن قال بالوجوب ایضا الاوزاعیؒ والحمیدیؒ شیخ البخاری وابن خزیمۃؒ من اصحابنا نقلہ عنہ الحاکم فی ترجمۃ محمد بن علی العلوی وحکاہ القاضی حسین عن الامام احمدؒ وقال ابن عبدالبر کل من نقل عنہ الایجاب لا یبطل الصلوٰۃ بترکہ الا فی روایۃ عن الاوزاعیؒ و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحمیدی، قلت ونقل بعض الحنفیۃ عن ابی حنیفۃ یاثم تارکہ انتہی۔
یعنی اوزاعی، حمیدی، ابن خزیمہ اور بقول قاضی حسین، امام احمد، اسے واجب کہتے ہیں لیکن علامہ ابن عبدالبر کا فیصلہ ہے کہ قائلین وجوب تارک کی نماز باطل نہیں ٹھراتے، ہاں ایک قول، حمیدی اوزاعی کا یہ بھی نقل کیا گیا ہے اور بعض حنفیہ لکھتے ہیں، کہ امام ابوحنیفہ تکبیر تحریمہ کیوقت تارک رفع یدین کو گنہگار کہتے ہیں۔

بعض لوگ مستحب تو کیا بلکہ اسکو بالکل مانتے ہی نہیں جسطرح حنفیہ باقی کو نہیں تسلیم کرتے فتح الباری ص۳۰۲ج۲ میں ہے، ان مالکا قال فی روایۃ عنہ انہ لایستحب نقلہ صاحب التبصرۃ عنھم وحکاہ الباجی عن کثیر من متقدمیھم انتہی، باجی شرح موطا ص۱۴۲ میں ہے وذھب جمہور الفقہاء الی ان رفع الیدین عندھا مشروع وروی عن بعض المتقدمین المنع عن ذلک انتہی، ان کی طرف سے بھی یہ روایت پیش کیا کرتے ہیں عن جابر قال دخل علینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن رافعوا ایدینا فی الصلوۃ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ اخرجہ مسلم
انکی دوسری دلیل یہ ہے عن الاسود قال صلیت مع عمرؓ فلم یرفع یدیہ فی شئی من صلوتہ انتہی (طحاوی) بلکہ نیموی نے طحاوی سے نقل کیا ہے عن ابراھیم قال کان عبداللہ بن مسعودؓ لا یرفع یدیہ فی شئی من الصلوۃ وقال اسنادہ مرسل جید انتہی، ۔۔ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز میں کسی جگہ رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔"

رہا امام نودی کا یہ قول کہ اسی رفع یدین کے استحباب پر اجماع ہے۔" تو انکو مخالفین استحباب وقائلین وجوب کے اقوال پر اطلاع نہیں، یا انکے ہاں یہ اقوال صحت کو نہیں پہنچے"، فتح الباری ص۳۰۲ج۲ فلعلہ اراد اجماع من قبل المذکورین، ولم یثبت عندہ سگویا اس میں بھی تین مذہب ہیں (۱) وجوب (۲) استحباب (۳) ترک۔ قائلین مشروعیت کی دلیل ابن عمر کی حدیث ہے باجی شرح موطا ص۱۴۲ میں فرماتے ہیں والدلیل علی ان الرفع مشروع عند تکبیرۃ الافتتاح حدیث ابن عمر ھذا انتہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف ثانی

تکبیر تحریمہ، رکوع کو جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین ان تین مواضع میں رفعیدین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتراً ثابت ہے، اور اسقدر احادیث ہیں کہ بقول امام شافعی اس کثرت سے اور کسی مسئلہ میں احادیث نہیں ہیں (تلخیص)

ابن عمرؓ مالک بن حویرث۔ وائل بن حجرؓ ابو ہریرہؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ فاروق اعظمؓ ابو موسیٰؓ۔ حضرت علیؓ حضرت انسؓ۔ ابو حمید ساعدیؓ وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انکو نقل کرتے ہیں اور سب صحیح ہیں چنانچہ یہ روایات مفصل طور آگے نقل کیجائیگی، انشاء اللہ

رکوع کو جاتے وقت اور اٹھتے وقت رفعیدین چونکہ حنفیہ صرف تکبیر تحریمہ کی رفع یدین کو مانتے ہیں، باقی کو نہیں اس لئے ہم سردست اسی کو لیتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا ثبوت مجملاً تو گذر چکا، مفصل آئیگا۔ انشاء اللہ تعالے

عہ آپ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین کے راوی ہیں بیہقی صفحہ ۲۶

صحابہ کرام کا طرزِ عمل

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل صحابہ سے صراحتہً مروی ہے کہ وہ رکوع کو جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ ابو قتادہ انصاریؓ۔ ابو اسید ساعدی بدری۔ محمد بن مسلمہؓ بدری، سہل بن سعد ساعدی، عبد اللہ بن عمرؓ، ابن عباسؓ، انس بن مالک، ابو ہریرہؓ عبد اللہ بن عمروؓ۔ عبد اللہ بن زبیر، وائل بن حجرؓ مالک بن حویرثؓ، ابو موسیٰؓ، ابو حمید ساعدی فاروق اعظمؓ حضرت علیؓ، ام درداء، امام بخاریؒ نے اسی رسالہ کے ص۸ میں جابر بن عبد اللہ ابو سعید خدریؓ کو بھی رافعین سے شمار کیا ہے، گویا یہ صحابہ ۱۹ ہوئے۔

پھر حسن، اور حمید سے نقل کرتے ہیں کہ حضور کے صحابہ رفع یدین کیا کرتے تھے فرماتے ہیں کہ انہوں نے کسی کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا، قال الحسن وحمید کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفعون ایدیھم ولم یستثن احدا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دون احد انتہی (جزو رفع یدین ص۳) قال الامام البیہقی قد روینا رفع الیدین عند الرکوع و
رفع الراس منه عن اکثر من عشرین نفسا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہم ابوبکر وعمر و
علی وعبد اللہ بن عباس وعبد اللہ بن عمر وابو قتادۃ الانصاری وابو اسید الساعدی البدری
ومحمد بن مسلمۃ البدری وابو حمید الساعدی وابو موسی الاشعری ومالک بن الحویرث وعبد اللہ
بن عمرو وعبد اللہ بن الزبیر ووائل بن حجر وابو ھریرۃ وانس مالک وجابر بن عبد اللہ وابو سعید
الخدری وغیرھم (معرفۃ السنن قلمی)

بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ یہ مجمل ہے اسمیں صرف رفع یدین کا ذکر ہے تفصیل نہیں کہ کونسی رفعیدین ہے
جواب اسکا یہ ہے کہ رسالہ بخاری ص۹ میں مفصل ذکر ہے، عن حمید بن ھلال قال کان اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانما ایدیہم المراوح یرفعونہا اذا رکعوا واذا رفعوا رؤسہم
یعنی (سب کے سب صحابہ) رکوع کو جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے گویا انکے
ہاتھ پنکھے ہیں"

علاوہ ازیں امام بخاری آگے باسند مفصل اقوال نقل کرتے ہیں۔ پھر حسن وغیرہ کے قول کی
یہ توجیہ توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ ہے، خیر مجمل طور پر تو بھی صحابہ سے رفعیدین کا
ثبوت ہوگیا، اب سنئے مفصل،

خلفاء راشدین | صدیق اکبر بھی ان جگہوں پر رفع یدین کیا کرتے تھے چنانچہ
پر مفصل حدیث آئیگی۔ اس جگہ مختصر نقل کیجاتی ہے جو تلخیص میں ہے۔ وعن ابی بکر
الصدیق انہ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع وقال
صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر مثلہ رواہ البیہقی ورجالہ ثقات
تلخیص ص۸۲) (وسنن بیہقی ص۷۳ ج۲)

اسی طرح فاروق اعظم سے بھی رفع یدین مروی ہے، سند بھی قابل احتجاج ہے تلخیص ص۸۲ میں ہے
وعن عمر نحوہ رواہ الدارقطنی فی غرائب مالک والبیہقی وقال الحاکم انہ محفوظ انتہی،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالملک بن قاسم فرماتے ہیں، بینما یصلون فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ خرج علیہم عمر بن الخطابؓ فقال اقبلوا علی بوجوھکم اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ وسلم التی کان یصلی ویامر بھا فقام مستقبل القبلۃ ورفع یدیہ حتی حاذی بھما منکبیہ، ثم کبر ثم رکع وکذلک حین رفع فقال القوم ھکذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی بنا انتہی قال الشیخ رجال اسنادہ معروفون، اخرج البیہقی فی الخلافیات کذا فی التخریج الزیلعی الحنفیؒ۔

یعنی لوگ مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ حضرت عمرؓ آئے۔ فرمایا میری طرف توجہ کرو، میں تمکو نماز پڑھاتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز، جو آپ خود پڑھایا کرتے تھے، اور اسی کا حکم فرمایا کرتے تھے، پھر آپ قبلہ رو ہو کر کھڑے ہوگئے، کندھوں تک ہاتھ اٹھائے۔ پھر اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا، پھر اسیطرح (کیا جسطرح اول دفعہ کیا تھا) رکوع سے سر اٹھاتے وقت کیا، لوگوں نے کہا (واقعی) یہی نماز ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھایا کرتے تھے چنانچہ زیلعی میں ہے فلاریب ان الخلفاء الراشدین کانوا اعلم بصلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی قولہ ولا یظن عاقل ان اکابر الصحابۃ والتابعین واکثر اھل العلم کانوا یواظبون علی خلاف ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعلہ الخ زیلعی تخریج ھدایہ ص۴۷۵ ج۱

رواۃ حدیث رفع یدین کا عمل از صحابہؓ

(۱) ابن عمرؓ حضرت عبداللہؓ کے بیٹے، فاروق اعظمؓ کے پوتے حضرت سالمؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ رفع یدین کیا کرتے تھے۔

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں، ان عبداللہ بن عمرؓ کان اذا استقبل الصلوۃ رفع یدیہ قال واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع واذا قام من السجدتین (جزء ص۱۶ رفع یدین) محارب بھی آپ سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔

ایضاً نافعؒ فرماتے ہیں، ان ابن عمرؓ کان اذا رای رجلاً لا یرفع یدیہ اذا رکع واذا رفع رماہ بالحصی

رسالہ بخاری ص۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی حضرت ابن عمرؓ اس شخص کو جو رکوع کو جاتے اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرتا تھا۔ کنکری مارا کرتے تھے۔

وائل بن حجرؓ

مالک بن حویرث - یہ بھی رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (رسالہ بخاری صہ ۱۲)

ابو ہریرۃ رضؓ اعرج فرماتے ہیں۔ عن ابی ھریرۃ انہ کان اذا کبر رفع یدیہ واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع (رسالہ بخاری صہ ۷) حضرت ابو ہریرہ بوقت تحریمہ رکوع کو جاتے، اس سے اٹھتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔

صدیق اکبر وفاروق اعظم۔ آپ دو کی رفع یدین ابھی منقول ہو چکی ہے۔

ابو موسیٰ دارقطنی میں ہے کہ آپ نے نماز پڑھکر دکھائی جسمیں رفع یدین کی پھر فرمایا ھکذا فاصنعوا (صہ ۱۰۹) (یہ روایت مفصل صہ ۹۱ پر آئیگی انشاء اللہ)

حضرت انس رضؓ عاصم کہتے ہیں، رایت انس بن مالک اذا افتتح الصلوۃ کبر و رفع یدیہ و یرفع کلما رکع، و رفع راسہ من الرکوع (رسالہ صہ ۷) یعنی حضرت انس کو دیکھا کہ وہ جب نماز شروع کرتے ہاتھ اٹھاتے اسیطرح جب رکوع کو جاتے یا اٹھتے تو رفع یدین کیا کرتے،

ابو حمید ساعدیؓ آپ نے صحابہؓ کے ایک مجمع میں رفع یدین کرکے دکھلائی۔ (دیکھو صہ ۶۵)

ابن عباس رضؓ عن ابی حمزۃ قال رایت ابن عباسؓ یرفع یدیہ حیث کبر واذا رفع راسہ من الرکوع (رسالہ صہ ۷)۔ وعن طاؤس ان ابن عباسؓ کان اذا قام الی الصلوۃ رفع یدیہ حتی یحاذی اذنیہ واذا رفع راسہ من الرکوع واستوی قائماً فعل مثل ذلک (رسالہ بخاری صہ ۱۳) یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ تکبیر تحریمہ، رکوع کو جاتے، اور اٹھتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے حضرت ابن عباس بھی حدیث رفع یدین کے راوی ہیں کما صرح بہ البیہقی والامام البخاری کذا فی التعلیق صہ ۱۱ والجزء الامام البخاریؒ صہ ۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قول فیصل

امام بخاریؒ کا ارشاد امام بخاری کا ارشاد ہے کہ کسی صحابی سے ترک رفع ثابت نہیں ، اور تصریح وائلؓ حسنؒ ، حمیدؒ ، رفعیدین کا ثبوت مجملاً سب سے ہے ، لہذا بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ رفعیدین مواضع ثلاثہ پر صحابہ کا ایک طرح کا اجماع ہے قال البخاری ولم یثبت عن احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لا یرفع یدیہ ، ولیس اسانیدہ اصح (رسالہ ص۱۵) وقال العلامۃ السیوطیؒ وحدیث رفع الیدین فی الصلاۃ فقد رواہ نحو خمسین من الصحابۃ (اتمام الدرایۃ ص۲۵) مطبوعہ مصر وکذا فی المحلی شرح الموطا لشیخ سلام اللہ الحنفی۔

لطیفہ

امام بخاری نے نقل کیا ہے ، عبدربہ فرماتے ہیں ، قال رایت ام الدرداء ترفع یدیھا فی الصلوۃ حذ ومنکبیھا حین تفتتح الصلوۃ وحین ترکع ترفع فاذا قالت سمع اللہ لمن حمدہ رفعت یدیھا وقالت ربنالک الحمد قال البخاری ونساء بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھن اعلم من ھولاء حین رفعن ایدیھن فی الصلوۃ (رسالہ بخاری ص۷)

تابعین ، تبع تابعین عظام

رواۃ حدیث رفعیدین (۱) امام زہریؒ کا ارشاد ہے : اذا کبر احدکم للصلوۃ فلیرفع یدیہ حین یکبر وحین یرفع راسہ من الرکوع ۔ (رسالہ بخاری ص۷) ترجمہ جب کوئی تم میں کا نماز کے لئے کھڑا ہو ، تو اول مرتبہ ، اور رکوع کو جاتے اور اٹھتے وقت رفعیدین کیا کرو۔

(۲) عبد اللہ بن المبارک قال البخاری وکان ابن المبارک یرفع یدیہ وھو اکبر اھل زمانہ علما فیما یعرف (ص۷) ابن مبارک (کوفی) رفعیدین کیا کرتے تھے یہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم تھے ۔

www.KitaboSunnat.com

(۳ ، ۴ ، ۵) نافع ۔ سالم ۔ طاؤس ۔ بھی ان جگہوں میں رفع یدین کیا کرتے تھے ،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ترمذی ص۳۵ ج۱) (رسالہ بخاری ص۱۳)

(۶) مجاہد بھی رفع یدین کیا کرتے تھے (رسالہ بخاری ص۱۳)

(۷) ابو قلابہؒ (شاگرد مالک بن حویرث) بھی مواضع ثلاثہ میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔

رسالہ بخاری ص۱۲ میں ہے۔۔۔ ان ابا قلابۃ کان یرفع یدیہ اذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع الخ ابو قلابہ تینوں موقعوں پر رفع یدین کیا کرتے تھے۔"

غیر رواۃ عبد الملک کہتے ہیں سالت سعید بن جبیرؓ عن رفع الیدین فی الصلوۃ فقال ھو شیٔ تزین بہ الصلوۃ (ملخ) تلخیص ص۸۲۔ یعنی ابن جبیر سے نماز میں رفع یدین سے پوچھا، فرمایا یہ تو نماز کی زینت ہے۔

ابن سیرین کہتے ہیں۔ ھو من تمام الصلوۃ یہ متممات نماز سے ہی (تلخیص ص۸۲) جزو ص۱)

وقال عبد اللہ بن الامام احمد سمعت ابی یقول یروی عن عقبۃ بن عامرؓ انہ قال من رفع یدیہ فی الصلوۃ لہ بکل اشارۃ عشر حسنات (تلخیص ص۸۲) وروی ابن عبد البر عن عمر بن عبد العزیز قال ان کنا لنؤدب علیھا ای علی ترک الرفع (تلخیص ص۸۲) انکے علاوہ، قاسم بن محمد، عطاء بن ابی رباح۔ مکحولؒ۔ ابو نضرہؒ۔ حسن بن مسلمؒ، عبد اللہ بن دینار، حسن بصریؒ ابن نجیح، نعمان بن عیاش۔ قیس بن سعد۔ عمر بن عبد العزیزؒ وغیرہ سب کے سب قائل و فاعل رفع یدین تھے (رسالہ بخاری ص۱۲-۱۳-۱۴)

امام بخاریؒ ان سب کا ذکر کرکے لکھتے ہیں، وھؤلاء اھل مکۃ واھل المدینۃ واھل الیمن واھل العراق قد تواطؤا علی رفع الایدی)

نعمان بن عیاشؒ کا فرمان ہے لکل شیٔ زینۃ وزینۃ الصلوۃ ان ترفع یدیک اذا کبرت واذا رکعت واذا رفعت راسک من الرکوع ہر شئی کی زینت ہوا کرتی ہے، نماز کی زینت یہ ہے کہ تینوں موقعوں پر رفع یدین کیا کرو (رسالہ بخاری ص۱۳)

جمیع محدثین کا متفقہ تعامل امام بخاریؒ فرماتے ہیں، اکثر اصحاب ابن مبارکؒ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(علی ۔عبداللہ بن عمر یحییٰ ۔) بخارے کے محدثین ۔ عیسیٰ بن موسیٰ ۔کعب بن سعید محمد بن سلام عبداللہ بن محمد ۔مسندی ۔وغیرہ بے شمار لوگ اسیطرح (ہمارے استاد) حمیدی ۔علی بن عبداللہ ، ابن معین ، احمد بن حنبل ، اسحاق بن ابراہیم ، وغیرہ سب کے سب روایت رفع یدین کو ثابت کرتے ، اور انکو حق سمجھتے تھے ۔ وکذلک روایتہ عن عدۃ من علماء اھل مکۃ واھل الحجاز واھل العراق والشام والبصرۃ والیمن وعدۃ من اھل خراسان وکذلک عامۃ اصحاب ابن المبارک منھم علی بن الحسین وعبداللہ بن عمر ویحیی بن یحیی ومحدثی بخارا ومنھم عیسیٰ بن موسیٰ وکعب بن سعید ومحمد بن سلام وعبداللہ بن محمد مسندی وعدۃ ممن لا یحصیٰ لا اختلاف بین من وصفنا من اھل العلم وکان عبداللہ بن الزبیر وعلی بن عبداللہ ویحیی بن معین واحمد بن حنبل واسحاق بن ابراہیم یثبتون عامۃ ھذہ الاحادیث من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویرونھا حقا وھؤلاء اھل العلم من اھل زمانھم (جزء بخاری صـ ۳) طیں امام بخاری فرماتے ہیں ۔ حدثنا محمد بن یحییٰ قال علی ماراَیت احداً من مشائخنا الا یرفع یدیہ فی الصلوۃ قال البخاری قلت لسفیان کان یرفع یدیہ (؟) قال نعم قال البخاری قال احمد بن حنبل رأیت معتمراً ویحییٰ بن سعید و عبدالرحمن واسمعیل یرفعون ایدیھم عند الرکوع واذا رفعوا رؤسھم انتھی

امام محمد بن نصر مروزیؒ کا فیصلہ اجمع علماء الامصار علی مشروعیۃ ذلک الا اھل الکوفۃ (فتح الباری صـ ۱۷۴) یعنی سوائے اہل کوفہ کے تمام شہروں کے علماء کا اس رفع یدین کی مشروعیت پر اجماع ہے (میں کہتا ہوں کہ کوفہ میں بھی بعض لوگ رفعیدین کے قائل و فاعل تھے ۔ جیسے ابن مبارک وغیرہ)

ائمہ اربعہؒ امام شافعیؒ ، امام احمدؒ تو سب کو تسلیم ہے کہ مشروعیت رفع یدین کے حق میں ہیں ، اور امام ابو حنیفہؒ اسے نہیں مانتے ۔ باقی رہے امام مالکؒ تو انسے تین قول ہیں ، (۱) تینوں (تکبیر تحریمہ ، رکوع کو جاتے ، اٹھتے وقت) جگہ مشروع نہیں ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) تحریمہ کے بغیر باقی میں نفی، (۳) تینوں جگہ پر قائل ہیں۔
علامہ ابن رشد مقدمات المہدات صـ۱۶۸ میں لکھتے ہیں مرۃ قال لا یرفع واستحسن مرۃ الرفع ومرۃ خیر فیہ وقد روی ابو زید عن ابن القاسم انہ انکر رفع الیدین عند الاحرام وھی روایۃ شاذۃ ضعیفۃ خاملۃ ونحوھا فی بعض الروایات المدونۃ انتھی۔
لیکن صحیح قول امام مالکؒ کا رفعیدین کرنیکا ہے، فتح الباری صـ۲۰۰ میں ہے، قال ابن عبدالبر لم یروو احد من مالک ترک الرفع فیھما الا ابن القاسم والذی ناخذ بہ الرفع حدیث ابن عمر ھو الذی رواہ ابن وھب وغیرہ عن مالک ولم یحک الترمذی عن مالک غیرہ ونقل الخطابی وتبعہ القرطبی فی المفھم انہ اخر قولی مالک واصحھما ولم ار للمالکیۃ دلیلا علی ترکہ ولا متمسکا الا بقول ابن القاسم انتھی ترجمہ امام ابن عبدالبرؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ امام مالک سے ترک رفع کا ناقل صرف ابن قاسم ہے، ابن مصعب وغیرہ نے رفع ہی نقل کیا ہے، امام ترمذی نے ترک رفع نقل نہیں کیا، بلکہ رفع کے ناقل ہیں، خطابیؒ اور قرطبی مالکی کا ارشاد ہے کہ امام مالک کا آخری، اور صحیح بلکہ اصح قول یہی ہے۔ مالکیہ کے پاس ابن قاسم کے (شاذ) قول کے سوا کوئی دلیل نہیں ہے ہماری دلیل ابن عمرؓ کی حدیث ہے

علامہ شعرانی میزان میں لکھتے ہیں ومن ذلک قول مالک والشافعی واحمد باستحباب رفع الیدین فی التکبیرات والرفع منہ (میزان صـ۱۲۹ ج۱)

علامہ محمد بن عبدالرحمن شافعی لکھتے ہیں۔ رفع الیدین فی تکبیرات الرکوع والرفع منہ سنۃ عند مالک والشافعی (رحمۃ الامۃ صـ۲۴)

معتمد الحاصل امام مالک کا صحیح اور راجح قول مشروعیت رفع یدین مواضع ثلاثہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف ثالث

تیسری رکعت کو اٹھتے ہوئے رفع یدین امام شافعیؒ سے مشہور ہے کہ وہ اس رفع یدین کے قائل نہیں، لیکن یہ بھی مروی ہے کہ وہ اور امام مالکؒ اس جگہ بھی سنیت رفع کے قائل ہیں، اور نووی نے اس کو صواب کہا ہے (نیل ص ۹۳/۲)

صحیح بخاری، عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے اوپر گذر چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ بھی رفعیدین کیا کرتے تھے،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ خود بھی اس پر عامل تھے جزو رفع یدین ص ۱۵ و صحیح بخاری میں ہے۔

عن نافع عن ابن عمرؓ انہ کان یرفع یدیہ اذا دخل فی الصلوۃ واذا رکع واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ واذا قام من الرکعتین یرفعہما وعن الزھری عن سالم عبداللہ بن عمر نحوہ انتھی ابن عمرؓ وقت تحریمہ، رکوع جاتے، اٹھتے، تیسری رکعت کو اٹھتے ہوئے رفع یدین کیا کرتے تھے

اسی طرح ابو حمید ساعدی کی روایت میں اسکا ذکر ہے (ابو داؤد) جزو رفع یدین ص ۷)

اسیطرح حضرت علیؓ، حضرت ابو موسیٰ کی روایات میں بھی اسکا ذکر ہے، حضرت علی کی حدیث کو امام ترمذی نے حسن صحیح ص ۱۲ اور ابو موسیٰؓ کی روایت کو مولانا انور شاہ صاحب نے العرف الشذی میں صحیح تسلیم کیا ہے، حافظ ابن حجرؒ حدیث ابن عمرؓ کے تحت لکھتے ہیں۔ ولہ شواھد منہا حدیث علی بن ابی طالبؓ وابی حمید الساعدی اخرجہما ابو داؤد وصححہا ابن خزیمۃ وابن حبان، (فتح ص ۲۰۵/۲) اور بھی بہت سارے علماء اسکے قائل ہیں۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری ص ۳/۲۷۸) میں علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں، ذھب الیہ جماعۃ منہم المنذر وابو علی الطبری والبیھقی والبغوی فہو مذھب البخاری والمحدثین۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ۔ طاؤسؒ، ابن عباسؓ نافعؒ عطاءؒ سے بھی رفع یدین ثابت ہے کما اخرجہ عبدالرزاق وغیرہ عنہم باسانید قویۃ وقد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال من الشافعية ابن خزيمة وغيرہ انتہی ملخصاً (فتح الباری ص ۲۰۵ ج ۲) الغرض اس رفع یدین کی مشروعیت میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

اختلاف رابع

مواقع سجود میں رفعیدین بعض لوگ ان مقامات کے علاوہ بھی رفعیدین کے قائل ہیں۔ وائلؓ (ابوداؤد دارقطنی) ابوہریرہؓ (ابن ماجہ) مالک (نسائی) کی روایات کے بعض طرق میں، رفعیدین سجدہ کا بھی ذکر ہے، کچھ آثار بھی اسی پر دال ہیں لیکن یہ روایات وآثار قابل استدلال نہیں ہیں کما سیجیٔ التفصیل انشاء اللہ ـــــ

واشار البخاری الی تضعیف ما ورد فی ذلک (فتح الباری ص ۲۰۶ ج ۲)

بلکہ ابن عمرؓ (صحیحین) کی مشہور حدیث۔ ابوموسیٰ (دارقطنی) حضرت علیؓ (ترمذی) وغیرہ کی روایات میں صاف اسکی نفی ہے وکان لا یفعل ذلک فی السجود (بخاری) ولا یرفعهما بین السجدتین (مسلم، دارقطنی) ولا یرفع یدیه فی شیٔ من صلوته وهو قاعد (ترمذی ابوداؤد) یہ روایات سب صحیح ہیں اور یہ صاف اس امر پر دال ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان چار مواضع کے سوا کسی جگہ رفعیدین نہیں کیا کرتے تھے۔ بعض روایات سے تبادر طور پر اسکا خلاف پایا جاتا ہے وہ انکے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتیں کیا بلحاظ سند وکیا بلحاظ معنی۔

اختلاف خامس

صرف تکبیر تحریمہ کیوقت رفع یدین حدیث ابن مسعودؓ (ترمذی) براءؓ (ابوداؤد) مرسل عبادؓ (خلافیات) ابن عباسؓ لا ترفع الایدی (جزو رفع یدین معلق) وغیرہ

ان روایات میں صرف پہلی رفع کا ذکر ہے، باقی کی نفی۔

ابوحنیفہؒ، ثوریؒ، وکیعؒ وغیرہ اہل کوفہ کا یہی مذہب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف سادس

ہر خفض و رفع پر رفعیدین | بعض روایات میں ہر خفض و رفع کیوقت رفعیدین مذکور ہے، لیکن وہ نہ تو صحیح ہیں نہ صریح،

خلاصہ یہ ہے کہ اس بارہ میں چھ قسم کی روایات اور ہر ایک کے قائلین موجود ہیں، اہلحدیث کا مذہب ہے کہ رفعیدین مواضع اربعہ میں مشروع و ثابت ہے، احادیث صحیحہ وصریحہ اس بارہ میں اپنے مدلول پر واضح ہیں انکے خلاف جو کچھ ہے وہ صحت تک نہیں پہنچا۔

اب پہلے تو طریق تطبیق بیان کیا جاتا ہے (علی تقدیر صحۃ الروایات) پھر انپر سنداً و تحقیقاً بحث کیجائیگی انشاء اللہ تعالیٰ

احادیث مرویہ دربارہ رفع یدین میں تطبیق و توفیق۔ بطریق محدثین

ہمیں اس رسالہ میں انشاء اللہ ہر طرح و ہر طریق سے رفعیدین (مواضع ثلاثہ) میں ثابت کرنا ہے۔ یعنی بطریق ترجیح، اور بطریق تطبیق، روایات پر ترجیحاً و تنقیداً تو آگے بحث مستقل آئیگی انشاء اللہ ہم چاہتے ہیں کہ اس جگہ معنوی حیثیت سے بھی کچھ گفتگو کیجائے جس سے جملہ روایات میں تطبیق ہو سکے اور ایک تشنۂ تحقیق اس چشمۂ فیض سے بھی سیراب ہو سکے لیکن قبل اسکے چند مقدمات کو ذہن نشین کر لینے سے امر زیر بحث کی تصویر بہت اچھی طرح ذہن میں پہنچ جائیگی۔

(۱) رفع مطلق سے مراد بعض وقت رفع بلیغ ہوا کرتا ہے، صحابہ کرام میں یہ معروف ہے۔

عن ابن عمرؓ انہ کان یقول ان رفعکم ایدیکم بدعۃ ما زاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ھذا یعنی الی الصدر رواہ احمد۔ لیکن اس رفع سے مراد رفع وقت دعا ہے اگرچہ بطور عموم اور کوبھی شمول ہو سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے، رفع مطلق سے مراد رفع ما فوق الصدر ہے اگر قرینہ ہو تو نفی کو اسپر حمل کیا جائیگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) رفع یدین الی الصدر بھی سلف کا دستور تھا۔ جیسے حضرت عبداللہ بن عمر سے (ابوداؤد میں ہے) مروی ہے کہ آپ سارے مقامات میں سینہ تک ہاتھ اٹھاتے تھے، قال ابن جریج فیہ قلت لنافع اکان ابن عمرؓ یجعل الاولیٰ ارفعھن قال لا سواء قلت اشر لی فاشار الی الثدیین او اسفل من ذلک انتہیٰ۔

(۳) رفع یدین کانوں تک بھی ثابت ہے جیسے احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے۔

(۴) بعض سلف تکبیر تحریمہ کیوقت کبھی رفع یدین بلیغ کیا کرتے اور بعد میں اس سے پست کردیتے تھے، مؤطا ص۹۳ محمدؒ اور ابوداؤد ص۱۱۷ ج۱ میں ہے۔ ان عبداللہ بن عمر کان اذا ابتدأ الصلوٰۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ واذا رفع راسہ من الرکوع رفعھما دون ذلک۔ اور کبھی بعض اوقات میں ایک جیسی کرتے ابوداؤد مع عون المعبود ص۲۷۱ ج۱ میں ابن جریج سے ہے قلت لنافع اکان ابن عمرؓ یجعل الاولیٰ ارفعھن قال لا (تعلیق الممجد ص۹۳) کبھی آپؐ تیسری رکعت کو اٹھتے وقت صرف سینہ تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔ واذا قام من الرکعتین یرفعھما الی ثدیبہ۔ ابوداؤد ص۱۰۴ ج۱

(۵) رفع یدین کے لغوی معنی ہیں " دونوں ہاتھ اٹھانا " (الف) بنابریں، سجدہ سے اٹھتے وقت ہاتھوں کو گھسیٹ کر نہ لائے بلکہ سیدھے اوپر کو اٹھا کر لائے، تو لغۃً اس پر رفعیدین کا اطلاق درست ہوگا، اگر قرینہ ہو تو یہی مراد لی جائیگی۔ (ب) بنابریں جسطرح سیدھے ہاتھ اٹھانے پر رفعیدین کا اطلاق درست ہے، دائیں بائیں ہاتھ ایٹھانیکو بھی لغۃً رفع یدین کہہ سکتے ہیں، (دیکھو مسلم جابر کی حدیث)

(۶) اگر ایک جگہ کسی شے کا ذکر ہو اور دوسری جگہ سکوت تو سکوت امر ثابت کی نفی کو مستلزم نہیں چنانچہ حدیث مسئ الصلوٰۃ میں تکبیر تحریمہ کیوقت رفعیدین وغیرہ سنن کا ذکر تک نہیں لیکن دوسری روایات میں انکے ذکر کی بنا پر ان سنن کی سنیت کے سب قائل ہیں۔

(۷) ظاہر اور نص میں تعارض ہو تو نص کو ترجیح ہوگی۔

(۸) ذکر مطلق ہو تو مراد مقید ہوتا ہے، اگر کوئی قرینہ حالی، یا مقالی موجود ہو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب سنئے!

(۱) جن روایات میں رفع یدین، مواضع ثلثہ کا ذکر ہے، وہ موضع رابع (تیسری رکعت کو اٹھتے وقت) کی روایت کے منافی نہیں، بحکم مقدمہ (۶)

(۲) جن روایات میں رفع یدین، وقت سجدہ کا ذکر ہے (اگر صحیح ہوں تو) ان میں وہ رفعیدین مراد ہے جو مد جزا الیدین ہے۔ بحکم مقدمہ (۵۔الف) قرینہ حدیث حضرت علیؓ وابو موسیٰؓ وابن عمرؓ

(۳) جن آثار وغیرہ میں ہر جگہ میں نفی کا ذکر ہے (صحیح ہوں تو) ان میں رفع بلیغ کی نفی ہے بحکم مقدمہ (۱) قرینہ احادیث مثبتہ رفع۔

(۴) جن آثار (ابن مسعودؓ۔ ابن عمرؓ وغیرہ (اگر صحیح ہوں تو) میں صرف پہلی مرتبہ کا ذکر ہے) باقی مقامات کی نفی، تو نفی رفع بلیغ کی ہے، نہ مطلق رفع کی قرینہ احادیث صحیحہ مثبتہ ہے۔

چونکہ یہ احادیث وآثار فعلی ہیں، اس لئے انہیں مختلف حالات پر محمول کرنا ناگزیر ہے، اسطرح کوئی تعارض نہیں رہیگا یعنی کبھی تو ہر سہ مواضع میں رفع بلیغ کیا اور کبھی صرف اول میں بلیغ ودو دوسرے مواضع میں پست۔ کبھی سب میں پست۔

(۵) مسلم کی روایت (جابر بن سمرۃؓ) میں دائیں بائیں کی رفعیدین مراد ہے یا وہ جو عبادت کے منافی ہو، اور یہی صورت منہی عنہ ہوگی، وہ حدیث یہ ہے۔ عن جابرؓ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ مسلم

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں۔ لا دلیل فیہ علی منع الرفع علی الھیئۃ المخصوصۃ فی الموضع المخصوص وھو الرکوع والرفع منہ لانہ مختصر من حدیث طویل الی قولہ ناقلا عن ابن حبان بان القوم انما امروا بالسکون فی الصلوۃ عند الاشارۃ بالتسلیم دون الرفع الثابت عند الرکوع قال البخاری من احتج بحدیث جابر بن سمرۃؓ علی منع الرفع عند الرکوع فلیس لہ حظ من العلم ھذا مشہور لاخلاف فیہ انہ انما کان فی حال التشھد۔ تلخیص الحبیر ص ۸۲ و ۸۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حدیث کا سیاق وسباق مندرجہ ذیل امور کی طرف رہنمائی کرتا ہے
(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رفعیدین کو نہایت غصہ کے لہجہ میں منع کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت ہی برا فعل ہے اور نماز کے منافی ہے۔ چنانچہ فرمایا، مالی اراکم رافعی ایدیکم (میں تمکو کیوں ایسے ہاتھ اٹھاتے دیکھ رہا ہوں ؟)
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہایت قبیح تشبیہ دی ہے فرمایا کانھا اذناب خیل شمس (جسطرح سرکش گھوڑے دم ہلاتے ہیں)
ظاہر ہے کہ جس چیز پر ایک مدت تک عمل درآمد رہا ہو اس کو اسطور سے منع نہ فرماتے بلکہ صرف اتنا کہہ دیتے کہ یہ منسوخ ہے، جیسے ابن مسعودؓ کو فرمایا تھا کہ نماز میں کلام نہ کیا کرو ابوداؤد صـ۹۲ ج۱ مطبوعہ اصح المطابع میں ہے۔
ان اللہ یحدث من امرہ مایشاء وان اللہ عزوجل قد احدث ان لا تکلموا فی الصلوۃ الحدیث
حنفیہ اس بات کو تو سب کے سب تسلیم کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین ضرور کی ہے اور محققین کی تصریح سے یہ بھی واضح وروشن ہو چکا کہ رفعیدین امور تعبدی سے ہے۔ تو ایک صحیح الفطرت، سلیم الدماغ انسان کسطرح باور کر سکتا ہے کہ جو فعل اسقدر برا اور منافی عبادت ہو نیز اسے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت تک کرتے بھی رہے ہیں پھر اسی امر عبادت کو اسقدر قباحت سے بیان کریں، یہ مستبعد از عقل ونقل ہے پس لامحالہ یہ تسلیم کرنا ہمیگا کہ اس جگہ وہی رفع مراد ہے، جو خود عبادت تو کجا، منافی عبادت ومناقض نماز ہے طرز کلام، عنوان بیان صاف شاہد ہے۔ کہ اس قسم کا رفع تکبیر تحریمہ کے وقت عیدین و نماز وتر میں بھی منع ہے اور اس قسم کی رفع یدین مواضع ثلثہ میں بھی اسی رفعیدین منہی عنہ کے مثل ہے ومن ادعی الفرق بینھما بغیر ھذہ الحیثیتہ فعلیہ البیان، تعجب ہے کہ جن لوگوں نے اس حدیث سے نفی مطلق یا نفی مواضع ثلثہ میں علی الاطلاق استدلال کیا ہے انہوں نے سیاق وسباق، طرز کلام، عنوان بیان، کیطرف کیوں خیال نہیں کیا، حالانکہ عنوان بیان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی دوسرے قرائن مخصصہ ومقیدہ کیطرح ایک قرینہ ہوا کرتا ہے۔ کما تقرر فی مقرہ چنانچہ جن محققین کو اسکا خیال آگیا انہوں نے صاف اسکا اقرار کر لیا، مولانا امیر علی حنفی مترجم ہدایہ عالمگیری وغیرہ کا قول اسی رسالہ کے صلہ میں لکھا گیا ہے۔ (یہاں کی بقیہ عبارت حاشیہ پر ملاحظہ ہو)

ہاں قربان جائیے محدثین کرام کی فقاہت اور فہم و فراست پر وہ اس حدیث سے تشہد میں دائیں بائیں ہاتھ کرنے کے منع پر استدلال کرتے ہیں۔ کما یدل علیہ تبویبھم جو عند الکل منافی صلوۃ ہے۔ اور کسی کے یہاں عبادت میں داخل نہیں۔ فللہ درھم وعلی اللہ اجرھم

اس تحقیق انیق سے ثابت و مبرہن ہو چکا کہ یہ رفع یدین، متنازعہ فیہ رفع یدین کی نظیر نہیں بلکہ اسکے علاوہ ہے اگر کوئی کہے کہ تطبیق تو اسطرح بھی ہو سکتی ہے کہ ان روایات کو ازمنہ متفاوتہ پر محمول کر لیا جائے تو جواب اسکا یہ ہے کہ ممکن تو ہے لیکن صحابہ کرام سے رفع یدین پر اتفاق نقل ہونا اور ابن عمرؓ، علیؓ کا سجدہ میں (بلکہ انکے علاوہ سب کی) نفی کرنا صاف دال بر دوام و استمرار ہے، گو یہ بھی ممکن ہے کہ مالکؓ نے جب نماز پڑھی ہو اسوقت سجدہ میں رفع یدین کی گئی ہو۔ اور ابن عمرؓ علیؓ ابو موسیٰؓ اسوقت نہ حاضر ہوئے ہوں۔ لیکن یہ احتمال مرجوح، بلا دلیل، اور مستبعد از عقل ہے۔ اور حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کی سوائے تکبیر اولی کے نفی اور حضرت عمرؓ کے ایک فعل میں بالکل نفی اور صحابہ کی شیفتگی سنت صاف ہماری توفیق کی تائید میں ہے کہ نفی سے مراد نفی رفع بلیغ ہے والاعمال اولی من الاھمال کما فی کتب الاصول

خصوصاً بعض جلیل القدر صحابی جن سے ترک نقل کیا جاتا ہے جب تارک کو کنکر مارا کرتے تھے تو اب اس توفیق میں کیا کلام ہے؟ لیکن یہ تطبیق بھی بصورت صحت روایت ابن مسعودؓ حضرت عمرؓ ہے مگر تحقیق انیق محدثین سے ثابت ہو گیا کہ یہ روایتیں سنداً صحیح نہیں ہیں پھر روایات صحیحہ متواترہ کے کیسے معارض ہو سکتی ہیں۔ لہذا تطبیق کی بھی ضرورت نہیں دوسرے حافظ ابن حجر شارح بخاریؒ فرماتے ہیں۔ فلا تعارض بین الفعل والترک لان مجرد الترک لا یدل علی نسخ الجواز۔ فتح الباری صـ۱۵۱ مطبوعہ انصاری دہلی یعنی حافظ فرماتے ہیں کہ ترک و فعل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تعارض نہیں ہوتا اور مجرد ترک نسخ جواز پر دلالت نہیں کرتا پس اگر کسی صحابی سے ترک رفع منقول بھی ہو تو نسخ رفع کی دلیل نہیں ہو سکتا

ثبوت دوام واستمرار رفعیدین

اگرچہ احادیث صحیحہ سے رفعیدین ثابت ہے اور صحابہ وتابعین تبع تابعین وغیرہ ائمہ کا اس پر تواتر عملی بھی ہے لیکن پھر بھی ہمارے بھائی ہمیشہ یہی رٹ لگاتے رہتے ہیں کہ رفع یدین منسوخ ہے اور اسی قسم کے حیل باردہ سے نصوص صحیحہ صریحہ کو ٹالدیتے ہیں حدیث ابن عمرؓ کو مانتے تو ہیں لیکن اس سے دوام واستمرار کے منکر ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ ذرا اس بحث کو تفصیل سے لکھیں، ممکن ہے کہ ارواح سعیدہ اس سے مستفید ہوں، بیدہ الھدایۃ، پس سنئے!

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین پر مواظبت کے حنفیہ بھی قائل دفاعل ہیں، جس دلیل سے اسپر مواظبت ثابت ہوتی ہے، وہی مواقع باقیہ میں دوام کی مثبت ہے۔ چنانچہ خود مولوی اشفاق الرحمن مدرس فتحپوری دہلی اپنے رسالہ نور العینین صلا۶ میں لکھتے ہیں "مواظبت عندالافتتاح کا ثبوت نفس نقل رفع سے نہیں، بلکہ نقل رفع، وعدم نقل ترک رفع سے ہے"۔ پس یہی دلیل رفع یدین متنازعہ فیہ کے مواظبت کی ہو سکتی ہے یعنی نقل رفع، وعدم نقل ترک رفع، بعض روایات سے مواضع ثلاثہ میں ترک رفع ظاہر ہوتا ہے، سواولاً تو وہ صحت کو نہیں پہنچیں کہ صحیحین کی احادیث سے ٹکر کھا سکیں، ثانیاً بصورت تقدیر صحت انکی تطبیق احادیث صحیحہ سے ہو سکتی ہے، کما مر (ص۴۶-۴۸) دیکھئے)

ثالثاً تعارض بھی ہو تو غایت الامر انکی دلالت مقصود پر ظاہر ہے اور احادیث مثبتہ رفعیدین مواضع ثلاثہ کی دلالت اپنے مطلوب پر نص ہے اور یہ اصول مسلم ہے کہ بوقت تعارض نص کو ظاہر پر ترجیح ہوتی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جسطرح رفعیدین مواضع ثلاثہ کی نفی بعض روایات سے مترشح ہوتی ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح رفع یدین اولی کی بھی نفی بعض روایات سے مفہوم ہوتی ہے جیسے حضرت عمر اور ابن مسعود کے اقوال اوپر گذر چکے ہیں، گویا نقل، وعدم نقل میں دونوں مساوی ہیں اور دونوں میں اختلاف بھی ہے جسطرح مواضع ثلاثہ میں بعض ترک کے قائل ہیں، اسیطرح پہلی مرتبہ تکبیر تحریمہ میں اختلاف ہے ہاں اس بات کا کوئی منکر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ ضرور رفع یدین کی ہے حافظ ابن حجرؒ کی تصنیف بھی ہماری تائید ہوتی ہے پہلے حافظ صاحبؒ نوویؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ استحباب رفع یدین پہلی مرتبہ اجماع ہے پھر اس پر نقض وارد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض اسکے قائل نہیں پھر لکھتے ہیں، واسلم العبارات قول ابن المنذر لم یختلفوا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ (ص۲۰۳ ج۲ فتح) یعنی اگرچہ مذاہب تو پہلی رفع یدین میں مختلف ہیں لیکن اس بارہ میں اختلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کیا کرتے تھے۔ اب اس عبارت کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔

(۱) مذاہب تو اگرچہ مختلف ہیں مگر نفس ثبوت رفع یدین پہلی مرتبہ میں اختلاف نہیں تو اس صورت میں سب رفعات مساوی ہیں۔

(۲) یہ کہ مذاہب اگرچہ مختلف ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رفع یدین کیا کرتے تھے اس صورت میں یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ حافظ صاحبؒ کی عبارت سے دوام رفع بجز کان یرفع کے نہیں نکلتا، ثابت ہوا کہ حافظ صاحب کے نزدیک کان یرفع دوام کیلئے ہے اور یہ واقعی بات ہے کہ حافظ صاحب کا یہی خیال ہے فتح الباری ص۲۱۴ ج۱ میں فرماتے ہیں، وفی حدیث ابن عمرؓ ما یدل علی المداومۃ وهو قوله بعد ذکر الحربۃ وکان یفعل ذلک فی السفر انتہی

بحث کان یفعل

اصل یہی ہے کہ کان یفعل دوام کیلئے آتا ہے اگرچہ دوسری کسی جگہ دوام کیلئے نہ ہو حقیقت کا ہر جگہ مستعمل ہونا ضروری نہیں، بعض حنفیہ کا کہنا کہ کان سے صرف زمانہ ہی مستفاد ہوتا ہے معنی حدثی بھی اسکی خبر سے نکلا کرتے ہیں۔ سو جواب اسکا یہ ہے کہ مقلدین کی نظر فقط رسائل نحویہ مختصرہ پر ہے مطولات فن کی کتابوں پر نظر نہیں ہے ورنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ سیوطیؒ اس مسئلہ کو اختلافی بتلاتے ہوئے فیصلہ فرماتے ہیں والمشہور والمنصور انہا تدل علیہا ای الحدث کالنہان کسائر الافعال ھمع الھوامع ص۱۲ ج۱) مطبوعہ مصر اور یہ منافی دوام نہیں بلکہ فعل کبھی استمرار تجددی پر دلالت کرتا ہے اور پھر کان اللہ علیما حکیما؟ وغیرہ میں دوام ہے اسی طرح یہاں بھی دوام کیلئے ہے۔ اور یہ صیغہ کان یرفع یدیہ وحدیث ابن عمرؓ کان یفعل ھکذا (مالکؒ) رفعیدین متنازعہ میں موجود ہیں۔ پس یہاں بھی دوام مراد ہو گا۔

تنبیہہ ۷ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ میں فرمایا ہے کہ کان یفعل تعدد میں ظاہر ہے اس لئے لا یفعل اسکا معارض نہیں یہ قول ظاہرا حافظ ابن حجرؒ کے کلام سے معارض معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں کوئی تعارض نہیں توفیق ممکن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شاہ ولی اللہ کی مراد یہ ہو کہ کان یفعل کی دلالت تکرار پر صرف نص ہے۔ مداومت پر نص نہیں اور لا یفعل معارض مداومت اور نفی مداومت میں نص ہے اور کان یفعل مداومت میں ظاہر ہے نص نہیں۔ لہذا تعارض نہ رہا اور حافظ ابن حجر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کان یفعل مداومت پر دلالت کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی دلالت علی سبیل الظاہر ہو نہ بطور نص تاکہ دونوں محققوں کے کلام میں تعارض واقع نہ ہو، باقی یہ بات کہ کان یفعل کبھی تکرار کیلئے نہیں بھی آتا ہے تو یہ بات تصریح محققین کے بعد کوئی مضر نہیں کبھی کسی لفظ کا کسی معنے میں عدم استعمال اس کی نفی کی دلیل نہیں ہوتی ممکن ہے کہ اس جگہ مجازا عدم تکرار و عدم مداومت میں بولا گیا ہو، نفاۃ کے نزدیک سوا چند مواد کے کوئی دلیل نہیں لہذا تتبع محققین زیادہ معتبر ہے ظاہر اور نص دونوں مساوی طور پر دلیل میں پیش کئے جا سکتے ہیں الا عند التعارض علاوہ ازیں ظاہر کا لفظ عبارت شاہ ولی اللہ صاحب میں نص اور ظاہر دونوں کو شامل ہی اور لفظ تعدد، دوام و مطلق تکرار دونوں کو حاوی ہے۔ فتامل فانہ تحقیق انیق وبالقبول حقیق

بحث اذا اذا اہل منطق کے ہاں اہمال کیلئے ہے لیکن محاورات عربیہ سے معلوم ہوتا ہے

www.KitaboSunnat.com

کہ اذا (جب ظرفیہ و شرطیہ ہو) تو عموم کے لئے ہوا کرتا ہے۔ وفی ارشاد الفحول ذھب الجمھور الی ان العموم لہ صیغۃ موضوعۃ لہ حقیقۃ وھی اسماء الشرط والاستفھام والموصولات والمجموع المعرفۃ، وایضاً قال امام الحرمین وابن القشیری ان علی صیغ العموم اسماء الشرط والاستفھام الخ نیز قرآن مجید میں سورہ انفال میں ہے۔ یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم الایۃ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو بلایا جبکہ وہ نماز پڑھ رہا تھا، آپ کے بلانے پر بھی وہ برابر پڑھتا رہا، اور نماز میں جواب نہ دیا۔ حضور صلعم نے اس سے پوچھا تو اس نے نماز کا عذر بیان کیا آپ نے فرمایا تو نے خدا تعالیٰ کا حکم نہیں سنا، یا ایھا الذین امنوا الخ اس آیت کو اس کے شان نزول سے ملانے سے پتہ چلتا ہے کہ اذا عموم کے لئے آیا ہے اسکے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں، فرمایا، اذا دعیتم فادخلوا (احزاب) واذا طعمتم فانتشروا (احزاب) اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار (انفال) اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا (انفال) ان سب آیات میں اذا عموم کے لئے ہے،

افسوس کہ حنفیہ فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں آیہ واذا قرئ القرآن الایہ کو عام اور عموم کو قطعی کہکر حدیث لاصلوٰۃ کے معارض بناتے ہیں، حالانکہ وہ آیت باتفاق امت دلائل خارجیہ سے مخصوص ہو چکی ہے۔ لیکن احناف مذہب کے پاس سے اذا کے عموم کو اس جگہ مراد لیتے ہیں

مگر اس جگہ اذا کے عموم کا خیال نہ کرنا تعصب مذہبی نہیں تو اور کیا ہے؟

پس استمرار و دوام رفعیدین متنازعہ کئی طریق سے ثابت ہوا۔

(۱) ثبوت رفع، و عدم ثبوت عدم رفع

(۲) اذا سے، جو روایات رفع میں آیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) کان یرفع ہے، جیسے حافظ صاحب کے کلام سے ثابت ہوتا ہے

(۴) مالک بن الحویرث جو ۹ھ غزوہ تبوک کے موقع پر تشریف لائے ہیں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جسمیں رفعیدین ہے کان یفعل کے ساتھ نقل کی ہے

(۵) وائل بن حجرؓ بھی حدیث رفع کے راوی ہیں اور وہ بھی ۹ھ میں اسلام لائے ہیں (عینی حنفی ص ۲۶۹)

(۶) حضرت عبداللہ بن عمرؓ جن کی سنت نبوی سے شیفتگی اور والہانہ محبت مشہور ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص رفعیدین نہ کرتا اسے کنکر مارا کرتے تھے،

(جزرفع الیدین ص۶) (معرفۃ السنن للبیہقی قلمی)۔

(۷) ابوہریرہ کی نماز جسکی بابت انہوں نے فرمایا کہ یہی نماز آخر تک رہی۔

(۸) ابوموسیٰ کا ارشاد بھی غیر منسوخ ہونے میں بالکل صریح ہے۔

(تتمہ از مولوی عبدالجبار صاحب) ۵

اور بعض حنفیہ کا حدیث ابن عمرؓ بزیادت بیہقی فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ الحدیث کو موضوع کہنا اس بناء پر کہ اس میں ایک راوی عصمہ بن محمد ہے اسکو یحیی قطان نے کذاب کہا ہے اور دوسرا راوی عبدالرحمن بن قریش ہے اسکو ذہبی نے میزان میں وضاع کہا ہے۔ سو اولاً تو اسکا جواب یہ ہے کہ عصمہ بن محمد دو شخص ہیں ایک عصمہ بن محمد بن ہشام بن عروہ ہے۔ وہ متروک الحدیث ہے اسکو یحییٰ نے کذاب کہا ہے اور ابوحاتم نے لیس بالقوی اور دوسرا عصمہ بن محمد بن فضالۃ بن عبید الانصاری ہے اسکو کسی نے کذاب وغیرہ نہیں کہا اور یہی عصمہ بن محمد انصاری راوی زیادت فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ الحدیث رواہ البیہقی کے ہیں مولوی شوق نیموی حنفی نے اپنی بےعلمی سے بوجہ تعصب مذہبی عصمہ بن محمد انصاری کو مجروح قرار دیکر روایت کو ضعیف وموضوع کہدیا ہے ورنہ عصمہ بن محمد انصاری پر کسی نے جرح جو قادح ہو نقل نہیں کی اسلیے حفاظ حدیث مثل حافظ ابن حجرؒ و حافظ زیلعیؒ وغیرہ نے اس روایت کو معرض استدلال میں ذکر کرتے ہوئے کوئی جرح نہیں کی اور محدثین کا ایک روایت کو نقل کر کے استدلال کرنا اور اسپر جرح نہ کرنا اسکے صحت کی دلیل ہے جیساکہ کہا مولانا محمود الحسن الدیوبندی الحنفی استاذ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاحناف الموجودین کتب معتبرہ میں مصرح موجود ہے کہ نقل روایت کے بعد سکوت کرنا یعنی روایت پر کسی قسم کا طعن وجرح نہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ ناقل کے نزدیک وہ روایت مقبول ہے ورنہ ساکت متہم بہ تقصیر ہوگا جو اکابر کی نسبت خیال باطل ہے دیکھو رسالہ احسن القری ص ۱۳) دیکھئے اب ہمارے مولوی اشفاق الرحمن صاحب حدیث مذکور کی صحت تسلیم کرتے ہیں یا مولانا محمود حسن صاحب کی تکذیب کرتے ہیں۔ ثانیاً روایت فمازالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ کی مؤیدات وہ روایتیں بھی ہوسکتی ہیں جنمیں لفظ اذا کان یفعل وغیرہ آیا ہے اور جو جرح عبدالرحمن بن قریش پر کیگئی ہے وہ بھی درست نہیں کیونکہ سلیمانی نے متہم بالوضع کہا ہے کمافی المیزان پس درحقیقت وہ وضاع نہیں ہے صرف اسپر اتہام ہے اسلئے امام خطیب بغدادیؒ نے انکی توصیف کی ہے ما لفظہ لایسمع عنہ الاخیر لسان المیزان اور حافظ ذہبی نے حکم وضاع کا نہیں لگایا یہ آپکی خوش فہمی کا نتیجہ ہے کیونکہ حافظ صاحب میزان میں فرماتے ہیں اتھمہ السلیمانی بوضع الاحادیث یعنی یہ انپر اتہام ہے درحقیقت کوئی جرح نہیں آپنے اپنی خوش فہمی سے حافظ ذہبیؒ پر اسکا وضاع ہونے کا الزام لگایا۔ و لنعم ما قیل۔ وکم من عائب قولا صحیحا۔ وآفتہ من الفھم السقیم۔

کیونکہ اگر یہ روایت بطریق محدثین ضعیف و موضوع ہوتی تو بڑے بڑے حفاظ اس روایت کو ذکر کرکے سکوت نہ کرتے جبکہ وہ ادنیٰ ادنیٰ ضعف کو ذکر کرکے روایت کو مجروح قرار دیتے ہیں اور مولانا عبدالرحمن صاحب نے جو ابکار المنن میں سکوت کیا ہے اسکی وجہ غالباً یہی معلوم ہوتی ہے کہ مولانا موصوف نے اس قول کو لغو اور قابل جواب نہیں سمجھا یا مولانا نے اسپر مفصل لکھنے کا ارادہ کیا ہو اسوجہ سے اسجگہ مسامحت سے کام لیا ورنہ قول نیموی کا محض بے علمی و ناواقفی پر مبنی ہے

تتمہ۔ بحث دوام واستمرار رفعیدین تمام ہوا۔ ھذا بحث جدید لا تجدہ عند غیری فافہم وتدبر

فالحمد للہ علی ذالک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث مثبتہ رفع الیدین

حدیث مرفوع حضرت عبداللہ بن عمرؓ | قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ حتی یحاذی منکبیہ واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسہ من الرکوع وقال سفیان مرۃ واذا رفع راسہ واکثر ما کان یقول وبعد ما یرفع راسہ من الرکوع ولا یرفع بین السجدتین اخرجہ الستۃ واللفظ لابی داؤد ومالک ومحمد فی المؤطا والدارمی والدارقطنی والبیہقی وغیرہم وفی لفظ للبخاری ولا یفعل ذلک حین یسجد ولا حین یرفع راسہ من السجود۔

اس حدیث کی صحت میں کوئی کلام نہیں، علی بن المدینی کا اس کی بابت بالکل بجا ارشاد ہے هذا الحدیث حجۃ علی الخلق کل من سمعہ فعلیہ ان یعمل بہ لانہ لیس فی اسنادہ شئ تلخیص

اس حدیث پر بحث

صحیح بخاری میں اس روایت کے راوی مندرجہ ذیل ہیں، عبداللہ بن عمر، سالم بن عبداللہ زہری، سفیان یہ سب رفعیدین کے قائل وفاعل تھے۔

بعض حنفیہ نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ امام شافعیؒ قعدہ اول سے اٹھتے وقت رفعیدین کے قائل نہیں یہ حدیث انپر بھی حجت ہے۔ تو جواب اسکا یہ ہے کہ بیشک یہ حدیث ان پر بھی حجت ہے جس طرح حنفیہ پر ہے یہی وجہ ہے کہ محققین شافعیہ اسکے قائل ہو گئے ہیں، چنانچہ ص۴۱ پر عینی وغیرہ کے حوالے سے گذر چکا ہے۔ فتح الباری ص۵ ج۲ میں ہے۔

قال ابن بطال هذه زیادۃ یجب قبولها لمن یقول بالرفع وقال الخطابیؒ لم یقل بہ الشافعیؒ وهو لازم علی اصلہ فی قبول الزیادۃ وقال ابن خزیمۃ هو سنۃ وان لم یذکرہ الشافعیؒ فالاسناد صحیح فقد قال قولوا بالسنۃ ودعوا قولی واستنبط البیہقی من کلام الشافعی انہ یقول بہ لقولہ فی حدیث ابی حمید المشتمل علی هذه السنۃ وغیرها وبهذا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقول واطلق النووی فی الروضۃ ان الشافعی نص علیہ لکن الذی رایت فی الام خلاف ذلک انتہی ملخصاً نیل الاوطار صفحہ ۱۹۳ میں ہے وروی عن مالک والشافعی قول انہ یستحب رفعھما فی موضع رابع وھو اذا قام من التشہد الاوسط قال النووی وھذا القول ھو الصواب فقد صح فی حدیث ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم انتہی۔

تعجب

صاحب جوہر النقی نے سنن بیہقی کے رد میں حدیث ابن عمرؓ کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حدیث شافعیوں پر حجت ہے حالانکہ امام بیہقی اسکے خود قائل ہیں اور امام شافعی کو اپنے ساتھ ملا رہے ہیں کما رایت، پھر خدا جانے حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والتحیہ سے ان احناف کو کیوں عناد ہے سچ ہے کہ یہ سب کرشمے تقلید نا سدید کے ہیں اعاذنا اللہ منہ

بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ اسی طرح یہ حدیث شوافع والحدیث پر بھی حجت ہے کیونکہ اہلحدیث سجدہ کے وقت رفعیدین کے قائل نہیں، حالانکہ طبرانی کی روایت میں اسی ابن عمرؓ سے آیا ہے وعند التکبیر حین یھوی ساجداً اور اس حدیث کو ہیثمی نے مجمع الزوائد میں صحیح کہا ہے اسکے علاوہ اور بھی بہت روایات میں اسکا ذکر ہے۔

جواب اسکا اولاً تو یہ ہے کہ یہ روایت طبقہ ثالثہ کی ہے، طبقہ اول کی روایت اسکے معارض ہے جس میں صاف لفظ ہیں۔ وکان لا یفعل ذلک فی السجود ای لا فی الھوی الیہ ولا فی الرفع منہ کما فی روایۃ شعیب حیث قال حین یسجد ولا حین یرفع راسہ وھذا یشمل ما اذا نھض من السجدۃ الی الثانیۃ والرابعۃ والتشہدین وروی یحی القطان عن مالک عن نافع عن ابن عمر مرفوعاً وفیہ ولا یرفع بعد ذلک اخرجہ الدار قطنی فی الغرائب باسناد حسن انتہی ملخصاً فتح الباری صفحہ ۱۸۴ ج ۲)

پس حسب تصریح شاہ صاحب دہلوی وغیرہ بخاری کی روایت کو ترجیح ہے کما فی المبادی ثانیاً ہیثمی کی تصحیح میں نظر ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں فان لہ اوھاماً کذا فی التاج المکلل صفحہ ۷

www.KitaboSunnat.com

ثالثاً جن روایات میں سجدہ کی تکبیر کے وقت رفعیدین کا ذکر ہے اسمیں رکوع سے اٹھتے وقت رفعیدین کا ذکر نہیں وہ روایات یہ ہیں، حدیث وائل بن حجرؓ (دارقطنی ص۱۰۹) میں یلفظ ہیں انہ رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ حین یفتتح الصلوٰۃ واذا رکع واذا سجد

ابن ماجہ میں ابوہریرہؓ سے ہے قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ فی الصلوٰۃ حذو منکبیہ وحین یفتتح الصلوٰۃ وحین یرکع وحین یسجد. علامہ سندھی اس روایت کے نیچے یوں تحریر کرتے ہیں (قولہ حین یسجد) ای حین یرفع راسہ من الرکوع لیذھب من القومۃ الی السجود فوافق الحدیث الاحادیث المتقدمۃ وھذا المعنی ھو الذی تقضیہ السوق وفی الزوائد اسنادہ ضعیف وفیہ روایۃ اسماعیل بن عیاش عن الحجازیین وھی ضعیفۃ انتھی ۱۲ (تعلیق سندھی ابن ماجۃ)

اصل بات یہ ہے کہ بعض روایات میں رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفعیدین کا ذکر ہے۔ اور بعض میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد کا ذکر ہے جیسے ابوداؤد میں ہے، وبعد ما یرفع راسہ من الرکوع تو اس حدیث طبرانی کے یہ معنے ہونگے کہ "بعد از رکوع قبل از سجود" سویہ رفعیدین بسبب قلت فصل دونوں سے منضم ہو سکتی ہے، بلکہ دوسری روایت میں جب تصریح حین یسجد موجود ہے تو لامحالہ اسکو تقریب پر محمول کرنا ہوگا یہی وجہ ہے کہ اس حدیث میں رفعیدین عند رفع الراس من الرکوع کا ذکر نہیں۔

ہماری اس تطبیق کی تائید میں حضرت ابوہریرہ کی وہ روایت ہے جو ابوداؤد (عون المعبود ص۲۶۹ ج۱) (بذل المجہود ص۱۵ ج۲) میں ہے۔ واذا رفع رای راسہ من الرکوع (بذل ص۱۵ ج۲) للسجود فعل مثل ذلک نصب الرایہ ص۲۱۵ میں زیلعی حنفی فرماتے ہیں۔ وقال الشیخ فی الامام ھؤلاء کلھم رجال الصحیح۔

رابعاً سجدہ کے وقت رفعیدین کرنے کی احادیث صحیح نہیں ہیں، ابوہریرہؓ کی حدیث میں اسمعیل بن عیاش ہے جسکی حدیث غیر شامیین سے ضعیف ہے، نصب الرایہ میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال الطحاوی وھذا لا یحتج بہ لانہ من روایۃ اسماعیل عن غیر الشامیین۔

حدیث وائل کی سند میں حصین بن عبدالرحمن ہے تقریب میں ہے اسکا حافظہ آخر عمر میں متغیر ہوگیا تھا جس سند میں حصین نہیں، اسمیں اسکا ذکر نہیں اسکے یہ لفظ ہیں واذا رکع واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ (دارقطنی ص۱۰۹) بلکہ موطا امام محمد ص۹۳ میں خود حصین کی روایت میں یہ لفظ نہیں، صرف یہ ہے۔ واذا رکع واذا رفع پس یہ روایت احتجاج کے قابل نہیں نہ انکی بناء پر کوئی الزام قائم ہو سکتا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اور روایات بھی اس بارہ میں ہیں انمیں ایک حضرت انس کی ہے جو دارقطنی میں ہے۔ دوسری مالک بن حویرث کی روایت جو نسائی میں ہے۔ مالک کی روایت میں رفع بعد الرکوع پھر سجدہ کی بھی تصریح ہے یہ سب روایات صحت کو پہنچی ہوئی ہیں۔

تو جواب انکا اولاً تو یہ ہے کہ حضرت انس کی روایت ان لفظوں سے صحیح نہیں (ہاں حضرت انس کی روایت بروایت ابن خزیمہ صحیح ہے جسمیں یہ لفظ نہیں ہیں) وجہ اول یہ ہے کہ اسمیں حمید طویل ہے جو مدلس ہے اور یہاں عنعنہ سے روایت کرتا ہے دوسرے یہ کہ اسکے مرفوع کرنے میں عبدالوہاب متفرد ہے اسکے سوائے حمید کے دوسرے شاگرد اسے موقوف بیان کرتے ہیں، جن میں سے عبدالاعلیٰ عن حمید کی روایت جزء رفع الیدین میں موجود ہے، زیلعی نصب الرایہ میں لکھتے ہیں۔ قال الطحاوی وھم یضعفون ھذا ویقولون تفرد برفعہ عبدالوھاب الثقفی من بین اصحاب حمید انتھی دارقطنی ص۱۰۸ میں اسکے بعد لکھا ہے لم یروہ مرفوعاً غیر عبدالوھاب والصواب من فعل انسؓ۔

ثانیاً اسکے لفظ فی الرکوع والسجود ہماری مذکورہ بالا تطبیق کی تائید میں ہیں بایں صورت کہ انہی روایات کیطرح یہاں بھی راوی نے بجائے رکوع سے اٹھتے وقت کے فی السجود کہا ہے ان جملہ روایات میں کسی نے حین یسجد کسی نے بعد ان یرفع اور کسی نے واذا رفع راسہ للسجود۔ کہا ہے یہ سب الفاظ تفہیمی ہیں تطبیق کیلئے اتنا بعد کوئی مضر نہیں اسلئے کہ مراد فی السجود سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عندالسجود ہے جیسے فی الرکوع سے قطعاً عندالرکوع مراد ہے۔ فاتضح ان الاحادیث علی تقدیر الصحۃ لاتعارض بینہا۔

ثالثاً مالک بن الحویرث رض کی روایت بھی صحیح نہیں وجہ اول یہ کہ اسمیں قتادہ مدلس ہے، جو عن سے روایت کرتا ہے جس روایت میں تصریح سماع ہے اسمیں اسکا ذکر نہیں، وجہ ثانی یہ کہ مالک کے شاگردوں سے اس زیادتی کو صرف نضر بن عاصم ہی روایت کرتا ہے، دیکھو بخاری نے ابوقلابہ کے طریق سے اس روایت کو ذکر کیا ہے اسمیں اس زیادتی کا ذکر نہیں اسی طرح امام مسلم نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔

وجہ ثالث یہ کہ نضر سے قتادہ متفرد ہیں، پھر قتادہ سے جو راوی ہیں ان میں سعید بن ابی عروبہ تو اسکو ذکر نہیں کرتے ہاں شعبہ ذکر کرتے ہیں، پھر ذکر کرنے والوں میں بھی بعض ایسے ہیں جو کبھی ذکر نہیں کرتے۔ اسقدر گفتگو کے بعد یہ روایت کسی طرح صحیح نہیں کہی جا سکتی۔

اگر کوئی کہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے نسائی کی روایت کو اصح کہا ہے۔

تو جواب اسکا یہ ہے کہ حافظ صاحب نے اسکو اصح نہیں کہا بلکہ یہ لکھا ہے کہ اس بارہ میں جتنی روایات ہیں ان سب میں یہ روایت اچھی ہے) چنانچہ عبارت یہ ہے واصح ماوقفت علیہ من الاحادیث فی الرفع فی السجود (فتح الباری ص۴۰۵ ج۱) اس سے روایت کی صحت لازم نہیں آتی، کما لایخفی، بلکہ اصح معنی ارجح ہوتا ہے وہ صحت کو مستلزم نہیں چنانچہ علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں اصح شیٔ فی الباب لایلزم ان یکون ذلک الحدیث صحیحاً والمراد ارجحہ واقل ضعفاً۔

مجمع البحار ص۲۳۴ ج۲

باقی رہے آثار

جو اس بارہ میں آئے ہیں سو انمیں سے کوئی صحت کو نہیں پہنچا کہ قابل احتجاج ہو فتح الباری ص۴۰۶ ج۱ میں ہے وفی الباب عن جماعۃ من الصحابۃ لایخلو شیٔ منہا عن مقال انتہی۔ جسقدر آثار پیش کئے جاتے ہیں انپر مفصل بحث آگے آرہی ہے کہ وہ نہ تو صحیح ہیں نہ صریح،

حنفیہ لکھا کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے صرف رفعیدین کا ثبوت ہے، خود انسے عدم رفع منقول ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی وہ تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفعیدین نہیں کرتے تھے (طحاوی) اسیطرح عبدالعزیز کہتے ہیں کما فی الموطا للامام محمدؒ

جواب اسکا اولاً تو یہ ہے کہ یہ روایتیں صحیح نہیں، مجاہد کی روایت میں ابوبکر بن عیاش ہے جس کا حافظہ آخر عمر میں متغیر ہوگیا تھا مولانا عبدالحی لکھنوی تعلیق المجد صـ۳۷ میں لکھتے ہیں والثالث ان فی طریق الطحاوی ابابکر بن عیاش وھو متکلم فیہ لاتوازی روایتہ روایۃ غیرہ من الثقات قال البیھقی فی کتاب المعرفۃ بعد ما اخرج حدیث مجاھد من طریق ابن عیاش قال البخاری ابوبکر بن عیاش اختلط باخرہ انتھی

یہی وجہ ہے کہ وہ خود پہلے اسطرح نہیں بیان کیا کرتا تھا کتاب المعرفہ میں ہے وکان یرویہ ابوبکر قدیما عن حصین عن ابراھیم عن ابن مسعودؓ مرسلاً موقوفا ان ابن مسعودؓ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لم یرفعھا بعد وھذا ھو المحفوظ عن ابی بکر بن عیاش والاول خطاء فاحش لمخالفۃ الثقات عن ابن عمرؓ انتھی (تعلیق المجد صـ۳۷)

ذرا غور سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر کو واقعی بعد میں اختلاط ہوگیا ہے ابن مسعودؓ کو ابن عمرؓ سمجھ لیا دلیل اسکی یہ ہے اسکے علاوہ دوسرے اصحاب ابن عمرؓ سے رفع یدین نقل کرتے ہیں جیسے ربیع، لیث، طاؤس، سالم، نافع، ابو زبیر، محارب بن دثار وغیرہ

ایک دلیل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت مجاہد خود قائلین رفعیدین سے ہیں (جزء رفعیدین صـ۱۳) اور دوسرے اصحاب ابن عمرؓ بھی، کما مر صـ۱۲

ثانیاً اسمیں نفی رفع بلیغ کی نفی ہے ورنہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ تو رفعیدین نہ کرنے والے کو سنگریزے مارا کرتے تھے اور یہ گذر چکا ہے کہ عدم رفع بلیغ کو عدم رفع سے تعبیر کرلیا جاتا ہے چنانچہ اس احتمال کا مرجح مجاہد کا عمل ہے کہ وہ رفعیدین متنازعہ فیہ کے قائل تھے۔

باقی رہی عبدالعزیز کی روایت اولاً تو اسکو بھی ابوحاتم نے کہا ہے لیس بالقوی ثانیاً اسکی سند میں محمد بن ابان ضعیف ہے۔ تعلیق المجد صـ۷۵ میں ہے ھو ممن ضعفہ جمع من النقاد ففی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المیزان ضعفہ ابوداؤد وابن معین وقال البخاری لیس بالقوی وفی لسان المیزان للحافظ ابن حجرؒ قال النسائی محمد بن ابان کوفی لیس بثقۃ قال ابن ابی حاتم ضعیف وقال ابن ابی حاتم سألت ابی عنہ فقال لیس بالقوی یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ وقال البخاری فی التاریخ یتکلمون فی حفظہ لا یعتمد علیہ انتھی

اگر کوئی کہے کہ امام مالک اس حدیث کو مؤطا میں لاتے ہیں اور انکا مذہب اسکے خلاف ہے یعنی وہ رفعیدین متنازعہ فیہ کے قائل نہیں جیسے مدونہ میں ہے تو لامحالہ یہ حدیث انکے نزدیک منسوخ ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ امام مالک سے اس بارہ میں تین روایتیں ہیں۔ بالکل نفی، متنازعہ فیہ کی نفی، سب کا ثبوت، یہ سب سے اصح روایت ہے جیسے فتح الباری کے حوالہ سے صـــ۴۳ میں گذر چکا ہے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب پہلے شاید نہ قائل ہوں جب حدیث پہنچی ہو تو قائل ہوگئے ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اسیطرح کا اختلاف ارسال یدین میں ہے ابن القاسم تو کہتے ہیں کہ امام مالک ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے اکثر مالکیہ کا یہی مذہب ہے۔ ابن الحکم امام مالک سے ہاتھ باندھنا نقل کرتے ہیں وروی ابن القاسم عن مالک الارسال وصار الیہ اکثر اصحابہ وعنہ التفرقۃ بین الفریضۃ والنافلۃ (فتح الباری صـــ۲۰۶)

ونقلہ ابن القاسم عن مالک وخالفہ ابن الحکم فنقل عن مالک الوضع والروایۃ الاولیٰ عنہ ھی روایۃ اصحابہ وھی المشھورۃ عندھم (نیل الاوطار صـــ۲۰۱ ج۲) تو جو تطبیق اس جگہ مالک کے اقوال میں دیجائیگی وہی رفعیدین میں دیجا سکتی ہے۔ اسیطرح تحریمہ کے وقت بھی ان سے روایات مختلف ہیں، صحیح انمیں بھی رفع ہی ہے،

تنبیہ

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع میں احادیث مختلف آئی ہیں بعض میں[۱] تکبیر کے ساتھ بعض میں[۲] رفع پہلے تکبیر بعد۔ بعض میں[۳] تکبیر پہلے رفع بعد۔

(۱) اذا استفتح الصلوٰۃ رفع یدیہ (ابوداود) (۲) رفع ثم کبر (ابوداود)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) کبر ثم رفع، (مسلم)

اسیطرح رکوع میں جاتے وقت بھی رفع میں اختلاف ہے۔

(۱) اذا کبر رفع، (بخاری) (۲) اذا اراد ان یرکع (ابوداؤد) رکع ثم کبر

اسی طرح، رکوع سے اٹھتے وقت،

(۱) اذا اراد ان یرفع راسہ (ابوداؤد) (۲) اذا رفع راسہ من الرکوع رفعہما کذلک (بخاری)

(۳) وبعد ما یرفع راسہ من الرکوع (ابوداؤد)

(۴) بلکہ یہ بھی لفظ ہیں، اذا اراد ان یرفع راسہ من الرکوع رفع یدیہ ثم سجد (ابوداؤد)

تطبیق یہ ہے کہ اس امر میں وسعت ہے، خواہ تکبیر کے پہلے کرے، یا بعد، یا ساتھ، اسیطرح خواہ رکوع سے اٹھتے وقت تکبیر سے پہلے یا بعد، یا جب ارادہ کرے، اس تطبیق کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعض روایتوں میں اٹھنے کے بعد کی رفع یدین کو سجدہ کے ساتھ ضم کیا گیا ہے۔

تذییل

اسیطرح حد رفع میں بھی الفاظ روایات مختلف ہیں۔ (۱) کانوں کے برابر (۲) کندھوں کے برابر (۳) پہلی دفعہ کندھوں تک (۴) سینے تک (۵) کانوں تک

بعض لوگ انمیں تطبیق دینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ سراسر تکلف ہے۔

حق یہ ہے کہ توسیع ہے، اختلاف نقل، متعدد احوال پر محمول ہے، انمیں نہ حصر ہے، نہ تحدید علامہ سندھی کا فیصلہ اس بارہ میں نہایت عجیب ہے فرماتے ہیں لا تناقض بین الافعال المختلفۃ لجواز وقوع الکل فی اوقات متعددۃ فیکون الکل سنۃ الا اذا دل الدلیل علی نسخ البعض فلا منافاۃ بین الرفع الی المنکبین او الی شحمتا الاذنین ای اعالیہا وقد ذکر العلماء فی التوفیق بسطا لا حاجۃ الیہ لکون التوفیق فرع التعارض ولا یظہر التعارض اصلاً انتہی (سندھی علی النسائی صفحہ) ام الدرداء بھی کندھوں تک رفع یدین کرتی تھیں، ابن عمرؓ کی حدیث میں اسی طرح ہے۔ حنفیہ کا عورت مرد میں تفریق کرنا صحیح نہیں یہ کہنا کہ ام الدرداء کا معارض کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی موجود نہیں۔ اس امر پر متفرع ہے کہ ام الدرداء شارع ہو، جب شارع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو عام ادلہ عورتوں کو شامل ہیں۔ والقیاس بمقابلۃ النص باطل اذا جاء نهر الله بطل نهر معقل۔

دوسری حدیث

از مالک بن الحویرث رضؓ

عن ابی قلابۃؓ انہ رای مالک بن الحویرث اذا صلی کبر ثم رفع یدیہ واذا اراد ان یرکع رفع یدیہ واذا رفع راسہ من الرکوع رفع یدیہ وحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یفعل ھٰکذا (مسلم صفحہ ۱۶۸ ج ۱) وفی روایۃ نصر بن عاصم عن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا کبر رفع یدیہ حتی یحاذی بھما اذنیہ واذا رکع رفع یدیہ حتی یحاذی بھما اذنیہ واذا رفع راسہ من الرکوع فقال سمع اللہ لمن حمدہ فعل مثل ذلک (مسلم ج ۱ صفحہ ۱۶۸)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ، رکوع کو جاتے، اور اس سے اٹھتے وقت (یا اٹھنے کے بعد) اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے تھے۔

یہ حدیث بڑی زبردست دلیل ہے اس بات پر کہ رفع یدین منسوخ نہیں، وجہ استدلال یہ ہے کہ آیت کریمہ قد افلح المومنون مالک کے مدینہ آنے سے قبل نازل ہوئی ہے اور تفسیر ابن جریر میں ابن عباس سے خشوع کے معنے سکون منقول ہیں، فتح البیان صفحہ ۲۱۹ جلد ۴ میں ہے وھو فی اللغۃ السکون والتواضع وقال ابن عباس خاشعون ساکنون (صفحہ ۲۲ جلد ۴) اور یہی لفظ سکون حدیث جابر بن سمرہ میں آئے ہیں اسکنوا فی الصلوٰۃ جس پر حنفیہ کو بڑا ناز ہے۔

فتح الباری صفحہ ۹۲ جلد ۲ میں ہے کہ مالک بن الحویرث اپنی قوم میں غزوہ تبوک کے قبل وفد بنکر آئے تھے۔ (اور یہ آپ کے پاس اسوقت آئے ہیں جس وقت حضور غزوہ تبوک کی تیاری میں مصروف تھے۔ اور غزوہ تبوک ۹ھ میں ہوا ہے۔

پس مالکؓ کی یہ حدیث قاطع للنزاع ہے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ جو رفع یدین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکون کے منافی ہے۔ وہ یہ رفعیدین مسنونہ نہیں، جیسے اشارہ تشہد منافی سکون نہیں، جو رفع یدین منافی سکون ہے وہ اور ہے کما تحقق قبل ہذا ص

اس موقع پر علامہ سندہی حنفی کا منصفانہ تبصرہ قابل غور ہے، فرماتے ہیں۔ ثم مالک بن الحویرث و وائل ابن حجر ممن صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمرہ فروایتھما الرفع عند الرکوع والرفع منہ دلیل علی بقائہ ولبطلان دعوی نسخہ کیف وقد روی مالک ھذا جلسۃ الاستراحۃ فحملوھا علی انھا کانت فی آخر عمرہ فی سن الکبر فھی لیس مما فعلھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قصداً فلا یکون سنۃ وھذا یقتضی ان یکون الرفع الذی رواہ ثابتاً لا منسوخاً لکونہ فی آخر عمرہ عندھم فالقول منسوخ قریب من التناقض وقد قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لمالک ھذا واصحابہ صلوا کما رأیتمونی اصلی انتھی (تعلیق سندہی علی سنن النسائی ص ۱۴۰) مجتبائی

وقال العلامۃ السندھی ایضاً فان کان ھناک نسخ فینبغی ان یکون المنسوخ ترک الرفع و بالجملۃ فالاقرب باستنان الامرین والرفع اقوی واکثر (تعلیق علی ابن ماجہ ص ۱۴۶ ج ۱) مصری

تنبیہ

بعض روایات میں مالک کے لفظ اسطرح وارد ہیں۔ ہکذا صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض حنفیہ نے صرف یہی روایت لیکر اسپر یہ اعتراض کیا ہے کہ صنع تجدد و حدوث پر دال ہے بنا بریں یہ حدیث دوام پر دال نہیں۔

جواب اسکا اولاً تو یہ ہے کہ روایت بالمعنی ہے۔ مسلم کی روایت جو ہمنے نقل کی ہے اس میں کان یفعل ھکذا ہے، جو صراحۃً دال بر دوام ہے۔

ثانیاً یہ تو اس سے ضرور ثابت ہوتا ہے کہ آخر عمر میں آپ کیا کرتے تھے، اس سے نسخ تو باطل ہو گیا اس لئے کہ اسکی نفی کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہوئی تو دوام اسطرح ثابت ہوا کہ اصل بجواز ثبوت وجود ہے نہ عدم، کیونکہ ایسے موقعوں پر عدم نقل ترک بمنزلہ نقل عدم ترک ہے۔ کما ھو مستقر فی موضعہ، فثبت الدوام وھو المطلوب۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاں ان حنفی مولوی صاحب نے صنع کے لفظ سے تجدد وحدوث کی ہی خوب کہی، حالانکہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ افعال سب کے سب تجدد وحدوث پر دال ہوتے ہیں خاص صیغے سے کیا خصوصیت ہے۔ ماضی ہوں یا مضارع، بلکہ لفظ دوام صراحۃً بھی تجدد پر دال ہوتا ہے۔ یہاں تجدد وحدوث، وصف ذاتی کے مقابلہ پر ہے، یعنی جو کسی وقت منفک نہ ہو۔ - - - - - - - - - - - - - -

دوام واستمرار کے منافی نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین کا دوام واستمرار تو اس حدیث اور دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ ہاں وصف ذاتی نہیں ہے جو کسی وقت منفک نہ ہو مالکؓ نے حضور صلعم کو نماز میں رفعیدین کرتے دیکھا اور آپ سے یہ فرمان سنا صلوا کما رأیتمونی اصلی (جسطرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو اسیطرح پڑھا کرو) اسپر عمل کرتے ہوئے وہ ہمیشہ اسطرح نماز پڑھا کرتے اور پھر فرماتے کہ یہ حضور صلعم کی نماز ہے پس اب اس رفعیدین کی سنیت وتاکید میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ یہ تسلیم ہے کہ مالک بن الحویرث کی روایت رفعیدین پر دال ہے، کلام اسمیں ہے کہ جب دو فعل متعارض ہوں کسی کی نسبت دوام یا عدم دوام مصرح نہ ہو تو کونسی روایت پر عمل ہوگا؟ ظاہر ہے کہ اس شخص کا جو ملازم صحبت ہوگا، ابن مسعود وغیرہ ملازم صحبت ہیں مالک اور وائل ملازم صحبت نہیں صرف کچھ دن حضورؐ کے پاس رہے ہیں لہذا انکی روایت کو ترجیح ہوگی۔

جواب اسکا اولاً تو یہ ہے کہ عدم رفع تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوا۔ ثانیاً منقول ہو بھی تو تعارض میں اتحاد زماں شرط ہے اور یہاں آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکا یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے محقق حنفیہ سندھی مولانا عبدالحی صاحب وغیرہ یہاں تعارض کو تسلیم نہیں کرتے ثالثاً دوام کی تصریح وارد ہو چکی ہے۔ کما مر تحقیقہ۔ رابعاً عدم رفع منقول ہو تو بھی رفع کو عدم رفع پر ترجیح ہے کیونکہ رفع عبادت ہے اور ترک عبادت نہیں لہذا عبادت کو ترک پر ترجیح ہوگی۔ علامہ سندھی حنفی لکھتے ہیں فالسنۃ ھی الرفع لا الترک (تعلیق سندھی علی النسائی ص۱۵۸ ج۱) خامساً ملازم صحبت صحابہ بھی حدیث رفعیدین کے راوی ہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت انسؓ جو دس سال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضور کی خدمت میں رہے، حضرت صدیق اکبرؓ یارِ غار حضور پر نور صلعم، حضرت علیؓ فاتح خیبر۔ ابو اسیدؓ، ابو حمیدؓ (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریب قریب سب غزوات میں شریک رہے) وغیرہ اور بھی بہت سارے صحابہ سے مروی ہے۔ ہذا صرف مالکؓ بن حویرث وغیرہ کو غیر ملازم صحبت قرار دیکر عدم رفع کو ترجیح دینا جہالت ہے۔

سا دسًا دوام ولقا اور عدم ثبوت نسخ کیلئے مالکؓ اور وائلؓ کی روایات صاف شاہد ہیں ملازم ہوں یا غیر ملازم ہمارے مقصود کے منافی نہیں ہے، کیونکہ مالکؓ بن حویرث غزوہ تبوک کے دنوں میں حضور کے پاس تشریف لائے ہیں اور انہیں دنوں کی حکایت نقل کر رہے ہیں۔ اور تبوک ۹ھ رجب میں ہوا ہے (سیرۃ ابن ہشام ص ۳۱۴ ج ۲) اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم قریبًا ۱۹ مہینہ تک عالم حیات میں رہے، ربیع الاول ۱۱ھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم واصل باللہ ہوگئے۔

اب نسخ ثابت کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس اثنا میں ترک رفع بسند صحیح ثابت کرے۔ اگرچہ غیر ملازم سے ہی ہو، ورنہ نسخ قطعًا ثابت نہیں ہوگا ولن یستطیعوا ولو کان بعضھم لبعض ظھیرًا

تیسری حدیث

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ

حدثنا احمد بن حنبل نا ابو عاصم الضحاک بن مخلد قال اخبرنا عبد الحمید یعنی ابن جعفر قال اخبرنی محمد بن عمرو بن عطاء قال سمعت ابا حمید الساعدی فی عشرۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منھم ابو قتادۃ قال ابو حمید انا اعلمکم (وفی روایۃ البخاری انا کنت احفظکم بصلوۃ) بصلوۃ رسول اللہ علیہ وسلم قالوا فلم؟ واللہ ما کنت باکثرنا تبعۃ ولا اقدمنا لہ صحبۃ قال بلٰی (وفی روایۃ قالوا فکیف؟ قال اتبعت ذلک منہ وحفظتہ فتح الباری ص ۲۴۹ ج ۲) قالوا فاعرض قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوۃ یرفع یدیہ حتی یحاذی بھما منکبیہ ثم کبر حتی یقر کل عظم فی موضعہ معتدلا ثم یقرأ ثم یکبر فیرفع یدیہ حتی یحاذی بھما منکبیہ ثم یرکع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ویضع راحتیہ علی رکبتیہ ثم یعتدل فلا یصوب راسہ ولا یقنع ثم یرفع راسہ فیقول سمع اللہ لمن حمدہ ثم یرفع یدیہ حتی یحاذی بھما منکبیہ معتدلا ثم یقول اللہ اکبر ثم یھوی الی الارض فیجافی یدیہ عن جنبیہ ثم یرفع راسہ ویثنی رجلہ الیسری فیقعد علیہا ویفتخ اصابع رجلیہ اذا سجد ثم یسجد ثم یقول اللہ اکبر ویرفع راسہ ویثنی رجلہ الیسری فیقعد علیہا حتی یرجع کل عظم الی موضعہ ثم یصنع فی الاخری مثل ذلک ثم اذا قام من الرکعتین کبر ورفع یدیہ حتی یحاذی بھما منکبیہ کما کبر عند الافتتاح ثم یصنع ذلک فی بقیۃ صلوتہ حتی اذا کان السجدۃ التی فیہا التسلیم اخر رجلہ الیسری وقعد متورکا علی شقہ الایسر قالوا صدقت ھکذا کان یصلی صلی اللہ علیہ وسلم (ابو داؤد) مع عون المعبود

ترجمہ۔ محمد بن عمرو کہتے ہیں کہ ایک جگہ دس صحابہ بیٹھے ہوئے تھے جن میں ابو قتادہؓ بھی تھے، میں بھی وہیں بیٹھا تھا، نماز کا ذکر چھڑ گیا ابو حمید نے کہا میں تم سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو جانتا ہوں کیونکہ ہمیشہ خیال رکھا کرتا ہوں، باقی صحابہ بولے، یہ کیسے؟ تم کوئی ہم سے زیادہ تو نہیں حضور کے پاس رہے؟ کہا کیوں نہیں؟ میں تو آپ کی نماز کا (ہمیشہ) خیال رکھا کرتا تھا یہاں تک کہ مینے یاد کر لیا، صحابہ بولے، اچھا تو کہئے؟ بولے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو کھڑے ہوتے وقت کندھوں تک ہاتھ اوٹھاتے، اور اللہ اکبر کہتے، خوب سیدھا کھڑے ہو کر کچھ قرآن پڑھتے، پھر اللہ اکبر کندھوں تک ہاتھ اٹھا کر رکوع کو جاتے، پھر اٹھتے ہوئے کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے اور کہتے، سمع اللہ لمن حمدہ پھر سجدہ سے اٹھکر بایاں پاؤں موڑ کر اسپر بیٹھتے۔

پھر سجدہ کرتے اور اللہ اکبر کہکر اٹھ کے بایاں پاؤں موڑ کر اسپر بیٹھ جاتے ذرا مطمئن ہو کر دوسری رکعت کو اٹھتے اسمیں بھی اسی طرح کیا کرتے تیسری رکعت کو اٹھتے وقت پھر اللہ اکبر کہکر ہاتھ اٹھاتے ساری نماز میں ایسا ہی کرتے آخری تشہد میں بیٹھتے تو بائیں کو نیچے سے آگے نکال لیتے اور چوتڑوں پر بائیں جانب مائل بیٹھ جاتے تھے۔ تب صحابہ بول اٹھے آپ نے سچ کہا واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔"

یہ حدیث چار اختلافی مسائل پر مشتمل ہے (۱) مواضع ثلاثہ میں رفع یدین (۲) اطمینان یعنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعدیل ارکان (۳) جلسہ استراحت، (۴) تورک فی التشہد الاخیر۔ شوافع ان کے قائل ہیں۔ حنفیہ منکر ہیں، لہذا حنفیہ نے اس حدیث کو ضعیف بنانے کی بہت کوشش کی ہے، حالانکہ یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے، امام بخاری اسے اپنی صحیح میں لائے ہیں ترمذی کہتے ہیں حسن صحیح جامع ترمذی علل الحدیث صہ ۱۶۳ میں ابوحاتم صحیح کہتے ہیں، فتح الباری جز ۱ صہ ۴۰۵ میں ہے وصححها ابن خزیمۃ وابن حبان۔ اب حنفیہ کے اعتراضات سنئے۔

پہلا اعتراض

یہ حدیث مضطرب الاسناد ہے کیونکہ ابوداؤد میں محمد بن عمرو اور ابو حمید کے درمیان کوئی واسطہ نہیں اور طحاوی میں بروایت عطاف عن محمد واسطہ رجل مجہول کا ہے بلاواسطہ والی روایت کو عبدالحمید عن محمد بن عمرو بیان کرتا ہے اور عبدالحمید ضعیف ہے، یحییٰ بن معین نے اسے مطعون کیا ہے اور عطاف کو ابن معین نے ثقہ کہا ہے، عطاف میں گو ضعف ہے لیکن عبدالحمید سے کم عطاف کی روایت کو اس وجہ سے بھی ترجیح ہے کہ محمد بن عمرو کا حضور اس مجلس میں صحیح نہیں۔ کیونکہ وہ حاضرین مجلس میں ابو قتادہ کا نام لیتا ہے اور ابو قتادہ سے اسکا سماع بھی نہیں ہے کیونکہ ابو قتادہ پہلے سنہ ۴۰ھ کے فوت ہو گئے اسوقت محمد بن عمرو کے یا تو بچپن کا زمانہ ہے یا پیدائش ہی نہیں اور اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ ابوداؤد وغیرہ کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ محمد عباس بن سہل سے روایت کرتے ہیں وہ ابو حمید سے ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث مضطرب الاسناد ہے" (نور العینین صہ ۲۴ وغیرہ)۔

حنفیہ کے اس اعتراض کا پہلا جواب

اگر حدیث کی سند یا متن میں کچھ اختلاف ہو جائے تو تطبیق یا ترجیح ممکن ہونیکی صورت میں وہ مضطرب نہیں ہوتی بلکہ راجح محفوظ اور مرجوح، شاذ کہلاتی ہے۔ بنابریں یہاں تطبیق تو اس طرح ہو سکتی ہے کہ عطاف سے جو رجل مجہول ہے اسکی تصریح دوسری روایت میں آچکی ہے کہ وہ عباس بن سہل ہے (ابوداؤد وغیرہ) ممکن ہے کہ محمد نے خود بھی ابو حمید سے اس حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو سنا ہو، اور عباس سے بھی سنا ہو، تلخیص الحبیر صـ۹۳ میں ہے۔ قال ابن حبان سمع هذا الحدیث محمد بن عمرو بن ابی حمید و سمعه من عباس بن سهل عن ابیه فالطریقان محفوظان انتهی۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں صـ۱۲۴۹ اسکی دو وجہ بیان کی ہیں، یا تو الفاظ کی کمی بیشی کی وجہ سے یا تاکید کی غرض سے والجواب عن ذلك اما الاول فلا یضر الثقة المصرح سماعه ان یدخل بینه وبین شیخه واسطة اما لزيادة فی الحدیث واما لیثبت فیه وقد صرح محمد بن عمرو سماعه فتكون رواية عيسى من المزيد في متصل الاسانيد انتهى، اس سے عطاف اور عبد الحمید کی روایت میں جو تعارض تھا رفع ہو گیا، فرضاً ہو تو ترجیح اسطرح ہے کہ محمد بن عمرو بن حلحلہ کی روایت میں محمد بن عمرو کی ابو حمید سے تصریح سماع ہے (دیکھو صحیح بخاری) اور عبد الحمید کی روایت سے بھی صاف معلوم ہو رہا ہے کہ وہ اس مجلس میں حاضر تھا) دیکھو مسند احمد صـ۴۲۴ ج ۵

باقی رہی عبد الحمید پر جرح تو وہ کوئی قادح نہیں۔ ابن معین صرف اسکو قدریت کا الزام لگاتے ہیں اسکے حفظ و عدالت پر کوئی حرف نہیں رکھتے، ویسے تو اسکو سب ثقہ کہتے ہیں تہذیب التہذیب صـ۱۱۱ ج ۶ میں ہے۔ قال احمد ثقة لیس به باس سمعت یحیی بن سعید یقول کان سفیان یضعفه من اجل القدر عن العبادی عن ابن معین ثقة لیس به باس کان یحیی بن سعید یضعفه قلت لیحیی فقد روی عنه؟ قال قد روی عنه وکان یضعفه وکان یری القدر قال ابن ابی خیثمة عن ابن معین کان یحیی بن معین یوثقه قال ابو حاتم محله الصدق قال النسائی لیس به باس قال ابن سعد کان ثقة کثیر الحدیث مات بالمدینة انتهی۔ چنانچہ مؤلف نور العینین صـ۴۸ میں لکھتے ہیں کہ حافظ صاحب نے نخبہ میں راجح قول یہ لکھا ہے کہ جس بدعتی میں ضبط و تقویٰ پایا جاتا ہو اور کسی متواتر الثبوت امر شرعی کا منکر نہ ہو اور اپنی بدعت کی تبلیغ نہ کرتا ہو اسکی حدیث مقبول ہے بشرطیکہ وہ حدیث مؤید بدعت نہ ہو" ۔

علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں عبد الحمید وهو من رجال مسلم (عمدة القاری صـ ج۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام بیہقی کتاب المعرفہ میں فرماتے ہیں۔ اما تضعیف عبد الحمید بن جعفر فمردود بان یحیی بن معین وثقہ فی جمیع الروایات عنہ وکذلک احمد بن حنبل واحتج مسلم فی صحیحہ انتہی از زیلعی تخریج صفحہ ۲۲۲۔

اور عطاف کی روایت کو ترجیح کی وجہ جو بیان کی گئی ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ابو قتادہ کے سنہ وفات میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ سنہ پچاس اور ساٹھ کے درمیان فوت ہوئے ہیں، اکثر کا قول ۵۴ھ کا ہے امام بیہقیؒ کتاب المعرفہ میں لکھتے ہیں۔ واما ما ذکر من انقطاعہ فلیس کذلک فقد حکم البخاری فی تاریخہ بانہ سمع ابا حمیدؓ وابا قتادۃؓ وابن عباسؓ وقولہ ان ابا قتادۃ قتل مع علی روایۃ شاذۃ رواہ الشعبی والصحیح الذی اجمع علیہ اہل التاریخ انہ بقی الی سنۃ اربع وخمسین نقلہ عن الترمذی والواقدی واللیث وابن مندۃ فی الصحابۃ واطال فیہ انتہی ملخصاً۔ تخریج ھدایہ للزیلعی الحنفی،

حافظ ابن حجر فتح الباری صفحہ ۴۴۹ج۱) میں لکھتے ہیں والجواب بان ابا قتادہ اختلف فی وقت موتہ فقیل مات سنۃ اربع وخمسین فعلی ھذا القاء محمد لہ ممکن انتہی۔

اگر کوئی کہے کہ بعض علمائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ حافظ صاحب کے نزدیک راجح یہی ہے کہ ابو قتادہ ۳۸ھ سے پہلے فوت ہوگیا ہے، جیسے تلخیص الحبیر میں لکھا ہے،

تو جواب اسکا یہ ہے کہ حافظ صاحب کی اصل تحقیق وہی ہے جو دوسرے اہل تاریخ کی ہے جسے بیہقی نے نقل کیا ہے،۔ اصابہ میں لکھتے ہیں، قال الحسن بن عثمان مات سنۃ ۴۰ھ اربعین قال الواقدی مات سنۃ ۵۴ھ اربع وخمسین ولہ اثنان وسبعون سنۃ ویقال ابن سبعین قال ولا اعلم بین علمائنا اختلافا فی ذلک وروی اہل الکوفۃ انہ مات بالکوفۃ وعلی بہا سنۃ ثمان وثلاثین وذکرہ البخاری فی الاوسط فیمن مات بین الستین وساق باسناد لہ ان مروان لما کان والیا علی المدینۃ من قبل معاویۃ ارسل الی ابی قتادۃ لیریہ مواقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وانطلق معہ فاراہ ویدل علی تاخرہ ایضا ما اخرجہ عبد الرزاق عن معمر عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل ان معاویۃ لما قدم المدینۃ تلقاہ الناس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقال لابی قتادة تلقانی الناس کلهم غیرکم یا معشر الانصار (انتھی) اصابہ فی معرفۃ الصحابہ صفحہ ۱۵۹ ج ۴
وقال الامام البیھقی فی معرفۃ السنن القلمی واستشہادہ علی ذلک بوفاۃ ابی قتادہ قبلہ خطاء
فانما رواہ موسی بن عبداللہ بن یزید ان علیا صلی علی ابی قتادہ فکبر علیہ سبعا وکان بدریا
ورواہ ایضا الشعبی منقطعا وقال فکبر علیہ ستا وھو غلط لاجماع التواریخ علی ان اباقتادۃ
الحرث بن ربعی بقی الی سنۃ اربع وخمسین وقیل بعدھا الخ

تہذیب التہذیب صفحہ ۲۰۷ ج ۵ میں لکھتے ہیں، فان اباقتادۃ قد قال جماعۃ انہ مات سنۃ ۵۴ھ ویکون
ویکون محمد بن عمرو علی ھذا ادرکہ من حیواتہ اکثر من اربعین سنۃ انتھی

خلاصہ یہ ہے، اہل تاریخ کی ایک جماعت کثیرہ (واقدی۔ ترمذی، لیث۔ ابن مندہ، محدثین میں بیہقی، حضرت امام بخاری وغیرہ) کے ہاں محقق یہی ہے کہ ابوقتادہ ؓ ۵۴ھ میں فوت ہوئے ہیں اسکے مخالف صرف کوفی اور حسن بن عثمان ہیں، حافظ صاحب اصابہ، اور تہذیب میں آخر اقوال انہیں کے لائے ہیں جو ۵۴ھ میں فوت ہونے کے قائل ہیں اور اسپر کوئی جرح نہیں کی علاوہ ازیں حافظ صاحب تقریب میں صاف صاف اسی کو ترجیح دیتے ہیں فرماتے ہیں،

شھد احدا وما بعدھا ولم یصح شھودہ بدرا ومات سنۃ ۵۴ اربع وخمسین وقیل سنۃ ۳۸ ثمان وثلثین والاول اصح واشھر انتھی (تقریب فاروقی، ذکر کنی صفحہ ۳۱۰)

پس تاریخی طور پر تو حافظ صاحب کی تحقیق یہی ہے، تلخیص میں وھو الراجح کا لفظ یا تو ناسخ کی غلطی ہے یا یہ صاحب القیل کا مقولہ ہے یا ممکن ہے کہ حافظ صاحب کا یہ پہلا خیال ہے۔
واذا جاء الاحتمال فقد بطل الاستدلال۔

اسکے علاوہ علامہ ابن عبدالبر کا رجحان بھی اسیطرف ہے دیکھو استیعاب فبطل زعم من زعم انہ صحح غیرھذا فافہم۔ پس معلوم ہوا کہ محمد بن عمرو کا حضور اس مجلس میں بلا شبہ صحیح ہو سکتا ہے۔

دوسرا جواب

حافظ صاحب نے فتح الباری میں یہ بھی دیا ہے کہ اگر ابوقتادہ کی وفات ۳۸ھ میں بھی تسلیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرلی جائے تو ابو قتادہ کا ذکر اس روایت میں وہم کہا جا سکتا ہے یا ممکن ہے کہ محمد بن عمرو کی عمر کے ذکر میں کسی کا وہم ہو گیا ہو وعلی الاول فلعل من ذکر مقدار عمرہ او وقت وفاتہ وھم او الذی سمی ابا قتادۃ فی الصحابۃ المذکورین ھم فی تسمیتہ ولا یلزم من ذلک ان یکون الحدیث الذی رواہ غلطا لان غیرہ ممن رواہ معہ عن محمد بن عمرو بن عطاء او عن عباس بن سھل قد وافقہ انتھیٰ (فتح انصاری ص۲۲۹ ج۱)

تیسرا جواب

بر تقدیر تسلیم ممکن ہے کہ محمد بن عمرو اس مجلس میں حاضر نہ ہوئے ہوں، عباس سے اس واقعہ کو سنا ہو اور ابو حمید سے بھی اس مجلس کا ذکر سنا ہو، باقی جن روایات سے محمد بن عمرو کا حضور ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً انہ کان جالسا (بخاری) سمعتہ وھو فی عشرۃ من اصحاب النبی صلی اللہ وسلم احدھم ابو قتادۃ الخ (مسند احمد ص۲۲۴ ج۵) رأیت ابا حمید مع عشرۃ (سعید بن منصور فتح الباری ص۲۴۹) تو یہ روایت بالمعنی کہی جا سکتی ہے کہ کسی راوی نے محمد کا حضور سمجھ کر ان الفاظ سے تعبیر کر لیا ہو اس صورت میں بھی کوئی تعارض نہیں باقی رہتا فتامل۔

تنبیہ

فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو واقعہ ہیں، ایک میں تو محمد بن عمرو اور عباس دونوں شریک ہوئے ہیں، اور ایک میں صرف وہ اکیلا حاضر ہوا ہے۔ عباس کی روایت میں محمد بن مسلمہؓ ابو اسیدؓ سہل بن سعدؓ بھی موجود تھے اس صورت میں عباس کا واقعہ پہلے مانا جائے اور محمد کا بعد، تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ مولوی انور شاہ صاحب حنفی نے بھی العرف الشذی ص۱۳۵ میں دو واقعہ بنائے ہیں اور بزعم خود یہ کہا ہے کہ ایک میں ابو قتادہ حاضر ہوا ہے جس میں عباس تھا، اور محمد نہیں، دوسری میں محمد حاضر تھا، لیکن اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ محمد کا لقاء ابو حمید اور ابو قتادہ سے ثابت ہے وھو الحق الحقیق بالقبول ودونہ خرط القتاد،

بہر صورت اس حدیث میں سنداً کوئی تعارض نہیں نہ کوئی اضطراب، اسے مضطرب کہنے والا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فن حدیث وعلل سے ناواقف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے نقادان فن اسے اپنی اپنی صحیحوں میں للئے ہیں اور اسکی تصحیح کی ہے کما مر صلا۲۲

اسیطرح اسکے متن میں بھی کوئی اضطراب نہیں چنانچہ حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے اسپر مفصل بحث کی ہے (ملاحظہ ہو) فتح الباری وغیرہ فانتفوان الحدیث صحیح لاغبار علیہ)

ہ۔ رفعیدین والی روایت کا ذکر اگرچہ بخاری میں نہیں لیکن یہ بھی بلاشبہ صحیح ہے جیسے فتح الباری سے اوپر گذر چکا ہے امام بخاریؒ جزو رفعیدین میں اسے لائے ہیں، مسند احمد صلا۴۲۲ ج۵ میں بھی ہے۔

دوسرا اعتراض

بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے لفظوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو حمید ملازم صحبت نہیں کیونکہ دوسرے صحابہ کہتے ہیں کہ تم کوئی ہم سے زیادہ نہیں حضور صلعم کے ساتھ رہے ہو جواب اسکا یہ ہے کہ اس سے عدم ملازمت نہیں معلوم ہوتی، ممکن ہے وہ ابو حمید سے نسبتہً زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہوں۔ اس سے یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ ملازم صحبت نہیں علاوہ ازیں اسنے جواب میں کہا ہے کیوں نہیں میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا خیال رکھا کرتا تھا" یہ سنکر وہ سب صرف خاموش ہی نہیں ہو جاتے بلکہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اچھا پیش کرو اسکے پیش کرنے پر سب نے صدقت۔ (آپنے سچ کہا!) کہکر مہر تصدیق ثبت کردی۔ تو اب ابو حمید کے ملازم غیر ملازم کی بحث بالکل بیکار ہو جاتی ہے اور مدعی سست گواہ چست کا مصداق ہے۔ تقریب میں ہے صلا۲۲ ج۲ ابو حمید الساعدی شہد احداً وما بعدھا (وقال فی الاصابۃ) ابو حمید الساعدی الصحابی المشهور اسمہ عبد الرحمن بن سعد شہد احداً وما بعدھا روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عدۃ احادیث ولہ ذکر معہ فی الصحیحین روی عنہ ولد ولدہ ومحمد بن عمرو بن عطاء وغیرھم الخ

استیعاب میں ہے صلا۳۷۲ ج۲ ابو اسید مالک بن ربیعۃ شہد بدراً واحداً والمشاھد کلہا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مات سنۃ ۶۰ھ بالمدینۃ سنۃ ستین انتہی، قیل توفی سنۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثلاثین وھذا عندی توھم (استیعاب صفحہ ۳) برحاشیہ اصابہ مصری۔

محمد بن مسلمہ، شھد المشاھد بدراً وما بعدھا الا غزوۃ تبوک صحب ھو واولادہ قدیم الاسلام مات سنہ ۴۳ھ سنہ ۴۶ھ (اصابہ)

تہذیب میں ہے، سھل بن سعد من مشاھیر الصحابہ مات سنۃ ۹۱

ان تصریحات سے بیشک معلوم ہوتا ہے کہ ابو حمید سے وہ زیادہ ملازم ہیں، لیکن یہ بھی صاف تصریح ہے کہ ابو حمید بھی ملازم صحبت ہے۔

گویا سب ملازمین صحبت سے رفعیدین ثابت ہوگئی، اگر منسوخ ہوجاتی تو ان لوگوں کو ضرور علم ہونا چاہئے تھا، بلکہ انہوں نے صیغہ مشعر بدوام بولا ہے ھکذا کان یصلی صلی اللہ علیہ وسلم (ابوداؤد)

تیسرا اعتراض

بعض حنفیہ نے یہ بھی لکھ مارا ہے کہ ان صحابہ کا عمل رفعیدین نہ تھا، ورنہ ابو حمید کا اس کو ذکر کرنا مناسب نہیں،

جواب اسکا یہ ہے کہ عام لوگ اس زمانہ میں بعض امور، بلکہ بعض اجزاء صلوۃ میں سستی کرجاتے تھے، جیسے تکبیرات انتقال وغیرہ اسیطرح ممکن ہے بعض نادر لوگ رفعیدین میں بھی سستی کرجاتے ہوں اسی لئے ابو حمید نے اس حدیث میں کئی امور کا ذکر کیا ہے تعدیل ارکان، تکبیرات انتقال، تورک جلسہ استراحت، قرأت، تسمیع، وغیرہ، اس سے صحابہ مخاطبین میں ان امور کا نہ پایا جانا کہاں سے نکلتا ہے، اللہ اکبر! یہ لوگ تقلید کے نشہ میں حدیث نبوی کی تردید کے لئے کیسے کیسے بہانے تراشتے رہتے ہیں نعوذ باللہ منہ

چنانچہ علامہ سندہی حنفی لکھتے ہیں ان بعض الناس ما کانوا یراعون السنن فی ذلک الزمان وعلی ھذا لا ینبغی ان یوخذ بعمل احد فی مقابلۃ الحدیث وعلیہا الجمہور الی قولہ وقد صح فی غیر حدیث ان الناس ترکوا السنن حتی ترکوا التکبیرات عند الانتقال الخ۔

تعلیق علی ابن ماجۃ مصری صفحہ ۱۵۳ ج ۱ (۵۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھی حدیث مرفوع

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ

اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ قال حدثنا ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الصفار الزاھد املاءً من اصل کتابہ قال قال ابو اسمعیل محمد بن اسمعیل السلمی صلیت خلف ابی النعمان محمد بن الفضل فرفع یدیہ حین افتتح الصلوٰۃ وحین رکع وحین رفع راسہ من الرکوع فسالتہ عن ذلک فقال صلیت خلف حماد بن زید فرفع یدیہ حین افتتح الصلوٰۃ وحین رکع وحین رفع راسہ من الرکوع فسالتہ فقال صلیت خلف ایوب السختیانی وکان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع فسالتہ فقال رأیت عطاء ابن ابی رباح یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ واذا رفع راسہ من الرکوع فسالتہ فقال صلیت خلف عبداللہ بن الزبیر وکان یرفع یدیہ اذا افتتح واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع فسالتہ فقال عبداللہ بن الزبیر صلیت خلف ابی بکر ن الصدیق وکان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع قال ابوبکر صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ اذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع اخرجہ البیہقی فی سننہ ص ۷۳ ج ۲ وقال رجالہ ثقات ۔

اس حدیث سے صرف رفعیدین کا ثبوت ہی نہیں بلکہ ایک ابوبکر جیسا جلیل القدر والمنزلۃ ۔ قدیم الاسلام اور حضور کا یارِ غار صحابی ہمیشہ آپکے ساتھ رہنے والا کان یرفع یدیہ کے ساتھ حضور سے رفعیدین نقل کر رہا ہے جس سے متنازعہ فیہ رفع الیدین کے دوام میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا پھر حدیث کے سب رواۃ اسکے قائل و فاعل ہیں اگر رفع الیدین منسوخ ہوگئی ہوتی تو ایسے روزمرہ پیش آنیوالے فعل کے نسخ کی انکو اطلاع ہونی چاہیے تھی ،

اگر کوئی کہے کہ بعض علمائے حنفیہ نے لکھا ہے اس حدیث کی سند میں سلمی متکلم فیہ ہے چنانچہ دارقطنی نے ابن ابی حاتم سے اسکا متکلم فیہ ہونا نقل فرمایا ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توجواب اسکا یہ ہے کہ جب جرح تعدیل آپس میں متعارض ہوں تو جرح غیر مفسر کا کوئی اعتبار نہیں، کما مر سابقاً اور مولوی عبدالحی صاحب حنفی لکھنوی نے لکھا ہے کہ متعنتین کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہاں انکی تعدیل معتبر ہوگی (دیکھو الرفع والتکمیل صٰ) اور مولوی عبدالحی صاحب نے ابوحاتم اور دارقطنی کو متشددین میں شمار کیا ہے اور سلمی کو نسائی نے ثقہ اور دارقطنی نے صدوق کہا ہے پس ابوحاتم ایک تو متعنت پھر اسکی جرح غیر مفسر تو اسکی تجریح نسائی اور دارقطنی جیسے متعنت معدلین کے مقابلہ میں کچھ معتبر نہیں ہوسکتی۔ میزان الاعتدال میں ہے ابو اسمعیل صدوق حافظ قال النسائی ثقۃ وقال الدارقطنی صدوق تکلم فیہ ابوحاتم قال الخطیب کان فہما متقنا انتھی۔ بلکہ مولانا محمد حسن صاحب سنبھلی محشی ہدایہ حنفی اپنی شرح مسند ابی حنیفہ صٰ ۶۳ میں لکھتے ہیں التعدیل عندنا مقدم علی الجرح کما نقلہ الطحاوی۔

اگر کوئی کہے کہ بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ محمد بن فضل سدوسی کا حافظہ آخر عمر میں متغیر ہوگیا تھا جیسے ابن حبان نے لکھا ہے اس لئے یہ حدیث قابل احتجاج نہیں۔

توجواب اسکا اولاً تو یہ ہے کہ اختلاط کے بعد اوسکی کوئی حدیث منکر ثابت نہیں ہوئی۔ اور یہ امام دارقطنی جیسے زبردست امام کا فیصلہ ہے مقدمہ فتح الباری صٰ ۵۱۸ میں ہے قال الدارقطنی تغیر باخرہ وما ظہر لہ بعد اختلاطہ حدیث منکر وھو ثقۃ انتھی۔

پس ابن حبان کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ ابن حبان اختلاط کے بعد اسکی حدیث منکر ثابت نہیں کرسکتے۔ میزان ذہبی میں ہے۔ قال الدارقطنی تغیر باخرہ وما ظہر لہ بعد اختلاطہ حدیث منکر وھو ثقۃ قلت فھذا قول حافظ العصر الذی لم یات بعد النسائی مثلہ فاین ھذا القول من ابن حبان الخشاف المتہور فی عارم فقال اختلط فی آخر عمرہ وتغیر حتی کان لا یدری ما یحدث بہ ووقع فی حدیثہ المناکیر الکثیرۃ فیجب التنکب عن حدیثہ فیما رواہ المتاخرون فاذا لم یعلم ھذا من ھذا ترک الکل ولا یحتج بشیء منہا قلت ولم یقدر ابن حبان ان یسوق لہ حدیثا منکرا فاین ما زعم انتھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے ابن حبان کو متشددین میں شمار کرکے لکھا ہے کہ جب تک جرح میں اسکے ساتھ کوئی اور منصف امام متفق نہ ہو اسکی جرح کا کوئی اعتبار نہیں الرفع والتکمیل صہ۸ میں فرماتے ہیں واذا کان من المتعنتین المتشددین فتوثیقہ معتبر وجرحہ لا یعتبر الا اذا وافقہ غیرہ مما ینصف ویعتبر فمنھم ابوحاتم والنسائی وابن معین وابن القطان ویحیی القطان وابن حبان فانھم معروفون بالاسراف والتعنت فیہ انتھی۔

میزان میں عثمان بن عبدالرحمن کے ترجمہ میں لکھا ہے واما ابن حبان فقد تقعقع کعادتہ انتھی

حافظ ابن حجر القول المسدد میں لکھتے ہیں، ابن حبان ربما جرح الثقۃ حتی کانہ لا یدری ما یخرج من راسہ انتھی۔

معلوم ہوا کہ یہ حدیث ٹھیک ہے اور اسمیں جرح قادح ثابت نہیں۔ بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ اس میں ابوعبداللہ صفار متفرد ہے اور اس کی کسی اہل علم نے متابعت نہیں کی اور اس جگہ قال کے ساتھ روایت کرتا ہے جو سماع پر تصریح نہیں،

تو جواب اسکا یہ ہے کہ ابوعبداللہ صفار ثقہ ہے اور مدلس نہیں اور سلمی سے اسکا سماع ثابت ہے پس یہ روایت موصول ہے علامہ ابن ترکمانی حنفی جوہر النقی صہ۱۷ جلد اول میں لکھتے ہیں۔

جمہور اھل الحدیث علی ان من ادرک شخصاً فروی عنہ کانت روایتہ محمولۃ علی الاتصال سواء کانت بلفظ قال او عن او غیرھما انتھی۔

اور غیر مدلس کا عنعنہ لقا ثابت ہونیکی صورت میں امام بخاری کے نزدیک بھی سماع پر محمول ہوا کرتا ہے، پس ابوعبداللہ صفار کا سماع سلمی سے ثابت ہے، چنانچہ نیموی نے آثار السنن میں صاف صاف لکھا ہے، اور ثقہ کا تفرد کوئی مضر نہیں، پس یہاں اگر صفار نے قال سے روایت کیا ہے تو اس سے حدیث کے قابل حجت ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا باقی یہ خیال کہ غیر مدلس کی بھی ہر روایت میں تصریح سماع ہو جبھی وہ روایت قابل احتجاج ہوگی، فن حدیث و علل سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ ورنہ حقیقت اسکے خلاف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی کہے کہ بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود رفعیدین نہیں کیا کرتے تھے جیسے کہ دار قطنی میں ہے۔

تو جواب اسکا یہ ہے کہ جس روایت میں ابوبکر صدیق کے عدم رفع کا ذکر ہے اسے محمد بن جابر کیوجہ سے ابن جوزی نے موضوع کہا ہے اور دار قطنی جو اس حدیث کے مخرج ہیں اسکے بعد خود لکھتے ہیں محمد بن جابر عن حماد عن ابراھیم ضعیف یعنی محمد بن جابر حماد سے ضعیف ہے علاوہ اسکے میزان صفحہ ۳۴ ج ۳ میں ہے ضعفہ ابن معین والنسائی قال البخاری لیس بالقوی وقال ابو حاتم ساء حفظہ فی آخرہ وذھبت کتبہ وقال احمد لا یحدث عنہ الا شر منہ انتھی تقریب میں ہے صدوق ذھبت کتبہ فساء حفظہ وخلط کثیرا وعمی وصار یلقن ورجحہ ابو حاتم عن ابن لھیعۃ انتھی۔ اور محمد بن جابر اس روایت میں متفرد ہے لہذا یہ حدیث قابل احتجاج نہیں۔ اگر یہ حدیث ثابت بھی ہو تو رفع بلیغ پر محمول ہوگی پس کوئی تعارض باقی نہ رہا اور حضرت ابوبکر کا فعل رفعیدین ثابت ہوگیا الحمد للہ۔

پانچویں حدیث

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

عن علی ابن ابی طالب عن رسول اللہ صلعم انہ کان اذا قام الی الصلوۃ المکتوبۃ کبر ورفع یدیہ حذو منکبیہ ویصنع مثل ذلک اذا قضی قرائتہ واراد ان یرکع ویصنعہ اذا فرغ ورفع من الرکوع ولا یرفع یدیہ فی شیء من صلاتہ وھو قاعد واذا قام من السجدتین رفع یدیہ کذلک وکبر اخرجہ الترمذی وقال حسن صحیح والبیہقی والطحاوی یہ حدیث صحیح ہے امام ترمذی اور حضرت امام احمد نے صحیح کہا ہے تلخیص میں ہے رواہ ابوداود والترمذی وصححہ احمد فیما حکاہ الخلال تعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی میں ہے الحدیث اخرجہ اصحاب السنن والبخاری فی کتاب رفع الیدین عن علی ابن ابی طالب قال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الترمذی حسن صحیح قال الشیخ فی الامام رأیت فی علل الخلال عن اسمعیل بن اسحاق الثقفی قال سئل احمد عن حدیث علی ھذا فقال صحیح وقال ایضا فی التعلیق وما روی عن علی بخلاف ذلک فطرقه واھیة صرح بذلک الحافظ عثمان بن سعید الدارمی انتھی

یہ حدیث بھی رفعیدین پر دال ہے اور اسمیں بھی کان اذا موجود ہے جو صیغہ دوام کا ہے اور راوی بھی حضرت علی سا ملازم صحبت صحابی ہے۔

بعض حنفیہ نے لکھا ہے اس روایت میں عبدالرحمن بن ابی الزناد ہیں جنکو امام احمد نے مضطرب الحدیث کہا ہے اور امام احمد اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ یہ محتج بہ نہیں اور عمرو بن علی نے فرمایا ہے کہ ابن مہدی نے انکو ترک کردیا ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ٹھیری۔

تو جواب اسکا اولاً یہ ہے کہ عبدالرحمن بن ابی الزناد کو گو بعض لوگوں نے ضعیف کہا ہے لیکن امام ذہبی جیسے نقاد فن کا فیصلہ یہ ہے کہ عبدالرحمن بن ابی الزناد حسن الحدیث ہے کیونکہ ایک جماعت اسکی معدل بھی ہے۔ میزان میں ہے (ج ۲ ص ۱۱۱) قلت قد تناہ جماعة وعدلوہ وکان من الحفاظ المکثرین ولا سیما عن ابیہ وھشام ابن عروة حتی قال ابن معین ھو اثبت الناس فی ھشام وذکر محمد بن سعد انہ کان مفتیا وقد روی ارباب السنن الاربعة لہ وھو ان شاء اللہ حسن الحال فی الروایة انتھی

اور جارحین کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں وو ثقہ مالک انتھی

(۲) ثانیاً یہی حنفی مولوی صاحب اپنے اس رسالہ میں لکھتے ہیں کہ مختلف فیہ راوی کی حدیث حسن ہوتی ہے۔ گویا یہ حدیث انکے اصول پر بھی قابل احتجاج ٹھیری

(۳) ثالثاً خود امام احمد اس حدیث کو باوجود عبدالرحمن کو مضطرب الحدیث کہنے کے صحیح کہہ رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس قسم کا ضعف نہیں جس سے حدیث ضعیف ہو ممکن ہے بلکہ اغلب کہ امام صاحب نے اسکو کسی اور طریق کی بنا پر صحیح کہا ہو بہر صورت یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ بعض وقت محدثین ایک شخص کو بعض وجہ سے ضعیف کہتے اور اسکی حدیث کو ضعیف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرتے ہیں یہاں بھی اس قسم کا ضعف ہوگا جیسے رواۃ معتزلہ وغیرہ کا ضعف حالانکہ انکی روایت بوجہ صدق وحفظ مقبول ہے کما لا یخفی۔

(۴) رابعاً تقریب میں ہے کہ اسکا حافظہ بغداد آنے کے بعد متغیر ہوگیا تھا صدوق تغیر حفظہ لما قدم بغداد وکان فقیھا انتھی۔ امام احمدؒ عبدالرحمٰن کے جارح ہونیکے باوجود اس حدیث کو صحیح کہہ رہے ہیں تو انکے نزدیک یہ روایت تغیر حفظ کے قبل کی ہے پس ثابت ہوگیا کہ یہ حدیث بلاشک وشبہ صحیح ہے۔

بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ بیہقی نے ابن جریج سے حضرت علی کی روایت جو لی ہے اوسمیں رفعیدین متنازع فیہ مذکور نہیں اسکے علاوہ ماجشون کی روائت میں بھی (جو ترمذی میں ہے) رفعیدین کا ذکر نہیں "

جواب اسکا یہ ہے کہ جب یہ حدیث صحیح ہے اور کبار محدثین اس کی تصحیح فرما رہے ہیں تو ابن جریج وغیرہ نے اگر اسکو ذکر نہیں کیا تو اس میں کیا مضائقہ ہے ایسے ہوہی جاتا ہے کہ ایک چیز کا بعض طرق میں ذکر ہوتا ہے اور بعض میں نہیں تو ایسے راوی کے ثقہ ہونے کی صورت میں روائت کا ضعف لازم نہیں آتا مثلاً حدیث مسیئی الصلوۃ متعدد الفاظ واحکام کے ساتھ مروی ہے اب جس طریق میں کسی چیز کا ذکر نہیں ہے اور دوسری میں ہے تو مخالف نہ ہونیکی صورت میں سبھی محدثین اسکو معرض احتجاج میں پیش کرتے چلے آئے ہیں الافی صورۃ التعلیل بلکہ ہمیشہ رواۃ حدیث ایک ہی حدیث کو مختلف الفاظ سے مختصر او مطولا نقل کرتے ہیں۔ کما ھو عادۃ المحدثین لکن من لیس لہ حظ من ھذا العلم الشریف یظن ان الحدیث مضطرب والحقیقۃ خلاف ذلک

www.KitaboSunnat.com

بعض حنفیہ علماء نے لکھا ہے کہ عاصم بن کلیب کی روایت جسکو طحاوی نے بسند صحیح نقل کیا ہے یہ موجود ہے کہ حضرت علی اول تکبیر میں رفعیدین کرتے تھے اسکے بعد رفعیدین نہیں کرتے تھے تو حضرت علیؓ کا عمل خود اس حدیث کے خلاف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاً تو جواب اسکا یہ ہے کہ امام دارمی کا فرمان ہے کہ حضرت علیؓ سے روایات ترک کی سندیں واہی اور مزور ہیں کوئی بھی صحیح نہیں،

ثانیاً عاصم بن کلیب اسمیں متفرد ہے ابن مدینی کہتے ہیں کہ تفرد کی صورت میں عاصم قابل احتجاج نہیں چنانچہ حنفیہ کو بھی تسلیم ہے۔

ثالثاً سفیان ثوریؒ جو کوفہ کے رہنے والے ہیں اور رفعیدین نہ کرنیوالے۔ وہ بھی اسکا انکار کرتے ہیں پھر خدا جانے حنفیہ اسکو کیوں معرض احتجاج میں لاتے ہیں جبکہ انکا بڑا امام اسکا منکر ہے قال عبدالرحمان بن مھدی ذکرت للثوری حدیث النھشلی عن عاصم بن کلیب فانکر انتھی کمافی جزء رفع الیدین ص۴ مطبوعہ لاہور

رابعاً جب حضرت علیؓ حضور صلعم سے رفعیدین بصیغہ دوام نقل فرمارہے ہیں تو لامحالہ یہ انکا فعل (اگر صحیح ثابت ہوجائے) تو رفع بلیغ کی نفی پر محمول ہوگا والاعمال اولی من الاھمال کما لا یخفی علی اھل الکمال۔

چھٹی حدیث

از حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عن وائل بن حجر قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان اذا کبر رفع یدیہ قال ثم التحف ثم اخذ شمالہ بیمینہ وادخل یدیہ فی ثوبہ قال فاذا اراد ان یرکع اخرج یدیہ ثم رفعھا واذا اراد ان یرفع راسہ من الرکوع رفع یدیہ الحدیث (ابوداؤد) (نسائی) (ابن ماجہ) (مسند احمد) ترجمہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں نے نماز پڑھی جب آپ اللہ اکبر کہتے تو رفعیدین کرتے پھر ہاتھوں کو کپڑے کے اندر کرکے (سینے پر کمافی روایۃ ابن خزیمۃ) دائیں سے بائیں کو پکڑتے۔ پھر جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو کپڑے سے ہاتھ نکال کر رفعیدین کرتے۔ پھر قومہ کو اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھاتے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث پر ابوداؤد اور منذری کا سکوت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح یا بدرجہ اقل حسن ہے۔ اور امام مسلم اپنی صحیح میں لائے ہیں صفحہ ۱۷۳ ج ۱ یہ حدیث بھی صریح رفعیدین کے دوام پر دلالت کررہی ہے کیونکہ ایک تو صیغہ دوام کا ہے دوسرے وائل متاخر الاسلام سے ہے۔ علامہ عینی حنفی شرح بخاری میں لکھتے ہیں وائل بن حجر اسلم فی المدینۃ فی سنۃ تسع من الھجرۃ انتھی (عمدۃ القاری صفحہ ۳۶۹)

بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث مختلف طرق سے مروی ہے بعض میں رفعیدین مختلف فیہ کا ذکر ہے اور بعض میں نہیں پھر بعض میں رفعیدین بین السجدتین مذکور ہے اس اختلاف کے بعد اپنے مدلول میں اس درجہ کی قطعی نہیں رہی جو ان امور کے نہ ہونے سے ہوتی۔

جواب اس کا یہ ہے کہ ایسے اختلاف سے اسکی قطعیت میں فرق نہیں آتا جب کہ امام مسلم اسکی صحت کے حق میں ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ حنفیہ ایسے معمولی اختلاف کو قطعیت کے منافی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ محدثین کے ہاں مسلمہ ہے کہ ایک روایت میں ایک چیز کا عدم ذکر اسکی نفی کو مستلزم نہیں اگر اس کا ذکر اسکے دوسرے طریق میں آجائے تو محمول بہ ہوگی باقی رفعیدین بین السجدتین کا ذکر اگرچہ ابوداؤد میں ہے لیکن مسلم میں نہیں ابوداؤد میں بھی اس لفظ کے شذوذ کیطرف اشارہ کیا ہے صفحہ ۲۶۴ ج ۱

روی ھذا الحدیث ھمام عن ابن جحادۃ ولم یذکر الرفع مع الرفع من السجود (ابوداؤد)

اسی طرح منذری نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے وجہ یہ ہے کہ رفع بوقت سجود کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہوئی۔ بلکہ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت اور ترمذی میں حضرت علیؓ کی روایت میں صاف اسکی نفی ہے برتقدیر ثبوت اس میں رفع بمقابلہ جریدین ہے نہ رفع متنازعہ فیہ بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ وائل بن حجر ملازم صحبت اور فقیہہ صحابہ سے نہیں ہیں۔ ابراہیم نخعی کے سامنے جب اس حدیث کا ذکر ہوا تو انہوں نے کہا کہ اگر وائل بن حجر نے ایک مرتبہ رفعیدین کرتے دیکھا تو عبداللہ بن مسعودؓ نے پچاس مرتبہ نہ کرتے ہوئے دیکھا۔

اسکا جواب اولاً تو یہ ہے کہ وائل جلیل القدر صحابی ہے جیسا کہ امام بیہقی کتاب المعرفۃ میں امام شافعیؒ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل کرتے ہیں انہ قال الاولی ان یؤخذ بقول وائل لانہ صحابی جلیل انتہی دیکھو تعلیق الممجد ص
ثانیاً یہ محض ابراہیم کا خیال ہے کہ اس نے رسول اللہ صلعم کو ایک دفعہ دیکھا اس کا متعدد دفعہ
دیکھنا صاف روایات میں آیا ہے ابوداؤد میں ہے ثم جئت بعد ذالک فی زمان فیہ برد شدید
دوسری روایت میں ہے ثم اتیتھم فرایتھم عبداللہ کا پچاس مرتبہ تو کیا ایک دفعہ بھی حضور سے
عدم رفعیدین نقل کرنا ثابت نہیں اسلئے ابن تیمیہ فرماتے ہیں وابن مسعود لم یصرح بان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع الا اول مرۃ لکنھم راوہ یصلی ولا یرفع الا اول مرۃ فتاوی ابن تیمیہ
ثالثاً وائل اس میں متفرد نہیں بلکہ صحابہ کی ایک جماعت کثیرہ ان کے ساتھ ہے جو رفعیدین نقل کرتے
ہیں مثلاً شیدائے سنت ابن عمرؓ. ابوحمید (سارے معرکوں پر حاضر ہونیوالا) ابواسید. محمد بن مسلمہ
سہلؓ صدیق اکبرؓ جو افضل امت ہیں فاروق اعظمؓ سید المحدثین. علی مرتضیٰ فاتح خیبرؓ، مالک
بن حویرثؓ. ابوہریرہؓ، ابوموسیٰؓ وغیرہ مشاہیر صحابہؓ چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی اسی اعتراض
کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں والرابع ان وائلا لیس بمتفرد فی روایۃ الرفع عن النبی صلی
اللہ علیہ وسلم بل قد اشترک معہ جمع کثیر کما مر ذکرہ سابقاً بل لیس فی الصحابۃ من روی
ترک الرفع فقط الا ابن مسعودؓ واما من عداہ فمنھم من لا تروی عنہ الا روایۃ الرفع ومنھم
من روی عنہ حدیث الرفع وترکہ کلیھما. کابن عمرؓ والبراءؓ الا ان اسانید روایۃ الرفع اوثق
واثبت فعند ذالک لو عورض کلام ابراھیم النخعی بانہ یستبعد ان یکون ترک الرفع حفظہ ابن
مسعودؓ فقط ولم یحفظ من عداہ من اجلۃ الصحابۃ الذین کانوا مصاحبین لرسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مثل مصاحبۃ ابن مسعودؓ او اکثر منہ لکان لہ وجہ انتہی کذا فی التعلیق الممجد شرح موطا محمد ص
رابعاً وائل یمن کے شاہی خاندان کا ایک فرد ہونے کی حیثیت میں بڑا سمجھدار تھا جبھی تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور حضور نے اس کے آنیکے پیشتر ہی صحابہ کو اسکے
آنیکی بشارت دی اور آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی اور پاس بٹھلایا اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ وائلؓ بڑا فقیہہ تھا ورنہ آپ ایک بے سمجھ آدمی (غیر فقیہہ) سے اس قسم کا معاملہ نہ کرتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری جزء رفعیدین میں فرماتے ہیں. وطعن من لا یعلم فی وائل بن حجرؓ ان وائل بن حجرؓ من ابناء ملوک الیمن وقدم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاکرمہ واقطع لہ ارضا انتہی (تعلیق المجد میں ص ۹۲ ہے کان وائل بن حجر ملکا عظیما بھا فلما بلغ ظھور النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترک ملکہ ونھض الیہ فبشر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقدومہ قبل قدومہ بثلاثۃ ایام ولما قدم قربہ من مجلسہ وقال ھذا وائل قد اتاکم من ارض الیمن راغبا فی اللہ ورسولہ اللھم بارک فی وائل وولدہ انتہی ملخصا وھکذا فی مقدمۃ الہدایۃ ص ۱۳) خامسا یہی وجہ ہے کہ وائل نے حضور کی نماز بڑے غور سے دیکھی اور خوب خیال رکھا جیسے مسند احمد میں ہے ص ۳۱۹ قلت لانظرن الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف یصلی الحدیث اس وجہ سے بھی ابراہیم کے اعتراض صحیح نہیں ہیں۔

سادسا ابراہیم کی یہ صرف زبانی بات ہے عبداللہ بن مسعودؓ سے کب ان کی ملاقات ہوئی؟ اور کب عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا تھا کہ میں نے پچاس دفعہ حضور کو رفعیدین نہ کرتے دیکھا ہے؟ صرف ان کا فعل عدم رفع مروی ہے وہ بھی صحیح نہیں پھر اس میں بھی کوئی صیغہ دوام نہیں پھر عبداللہ بن مسعودؓ کی نماز میں ایسے افعال بھی پائے جاتے ہیں جو سب کے نزدیک منسوخ ہیں جیسے تطبیق فی الرکوع۔ تین شخص ہوں تو انکا امام کے پیچھے نہ کھڑے ہونا بلکہ برابر، افتراش ذراع فی السجود سورہ معوذتین کا قرآن میں ہونیسے انکار وغیرہ

بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ اس کی سند میں عاصم بن کلیب متکلم فیہ ہے۔

جواب اسکا یہ ہے کہ عاصم اگرچہ متکلم فیہ ہے مگر تفرد کی حالت میں قابل حجت نہیں یہاں تو علقمہ بن وائل سے بسند صحیح مروی ہے جیسے مسلم میں ہے ایک طریق کی تضعیف سے دوسرے طریق پر اسکا اثر نہیں پڑتا۔ نیز اس حدیث کی تائید امام حسن بصری نے بھی کی ہے ابوداؤد میں ہے قال محمد فذکرت ذلک للحسن بن ابی حسن فقال ھی صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعلہ من فعل وترکہ من ترک (ابوداؤد مع عون ص ۲۶۶ ج ۱) دیکھئے امام حسن بصری جو ایک فقیہہ فاضل اور تابعین کے طبقہ وسطیٰ سے ہیں فرما رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہی نماز ہے اسپر عمل کرنے والے اس پر عمل کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، تارکین اسپر عمل نہیں کرتے۔

لطیفہ

بوقت رفعیدین حنفیہ کانوں تک ہاتھ اٹھانیکے قائل ہیں جیسے وائل کی اسی حدیث میں ہے حنفیہ دلیل میں یہی روایت پیش کیا کرتے ہیں، ابن عمرؓ کی روایت پراسے ترجیح دی گئی ہے لیکن جب اسی حدیث سے مواضع ثلاثہ میں رفعیدین کا ثبوت نظر آیا تو بلا خوف خدا اسی پر جرحیں شروع کر دی گئیں حالانکہ انکا فقہاء وکبار صحابہ سے ہونا اظہر من الشمس ہے حالانکہ حضرت ابن عمرؓ ملازم صحبت ہیں انکی روایت صحیح بخاری میں ہے پھران دونوں میں کوئی تعارض ہی نہیں چنانچہ علماء حنفیہ نے خود اس بات کی تصریح کر دی ہے، چنانچہ حدیث ابن عمرؓ کے تحت بعنوان تنبیہ علامہ سندھی کی تقریر گذر چکی ہے اور تاویل میں شافعیؒ حنفیہ سو متحد ہیں چنانچہ ملا علی قاری اور مولانا خلیل احمد صاحب نے لکھدیا ہے (شرح مسند ابوحنیفہ، بذل المجہود)

ساتویں حدیث

حضرت ابوبکرؓ صدیق

یہ حدیث اس حدیث کے علاوہ ہے جو اوپر گذر چکی ہے: بیہقی ص۷۳ ج۲ میں ہے سلمۃ بن شبیب قال سمعت عبدالرزاق یقول اخذ اھل مکۃ الصلوٰۃ من ابن جریج من عطاء واخذ عطاء من ابن الزبیرؓ واخذ ابن الزبیرؓ عن ابی بکر الصدیقؓ واخذ ابوبکر من النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سلمۃ وثنا احمد بن حنبل عن عبدالرزاق وزاد فیہ واخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من جبرائیلؑ من اللہ تعالیٰ انتھی، اقول وقد اوردہ ایضا الزیلعی فی تخریج الھدایہ ج۲ ص۴۱ ھکذا واخرج البیھقی عن عبدالرزاق ما رایت احسن صلوٰۃ من ابن جریج رایت یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع واخذ ابن جریج صلوٰۃ عن عطا بن ابی رباح واخذ عطاء من عبداللہ بن الزبیر واخذ ابن الزبیرؓ عن ابی بکر الصدیقؓ انتھی،

اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، جبرئیل، صدیق اکبرؓ، ابن زبیرؓ، عطاء، ابن جریج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب کا فعل رفعیدین ثابت ہوتا ہے، اور حدیث بھی قابل حجت ہے۔

اگر کوئی کہے کہ **بعض** حنفیہ نے لکھا ہے کہ عبد الرزاق نے عطا کو پایا نہیں لہذا یہ روایت منقطع ہے

توجواب اسکا یہ ہے کہ عبد الرزاق نے جب یہ کہا کہ ابن جریج نے عطا سے نماز سیکھی تو اس کا صریح مطلب یہی ہے کہ عبد الرزاق نے ابن جریج سے سنا ہے اسی طرح آخر سند تک بوجہ اختصار سمعت یا قال کا لفظ بسا اوقات حذف کر دیا کرتے ہیں اصل میں اسطرح ہے۔ قال ابن جریج انہٗ اخذ الصلوٰۃ من عطاء الخ

بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ ابن زبیر نے ابوبکر کی نماز کو بعینہ لے لیا، یہ کہاں سے لازم آیا دیکھو ابوبکر بسم اللہ خفیہ پڑھا کرتے تھے۔ اور ابن زبیر جہر سے،

جواب اسکا یہ ہے کہ ابن زبیر سے جب پوچھا گیا کہ آپ رفعیدین کیوں کرتے ہیں تو جواب میں فرمایا ابوبکرؓ اور حضور صلعم بھی رفعیدین کیا کرتے تھے، (بیہقی)

پس بات صاف ہوگئی کہ ابن زبیر کی رفعیدین، ابوبکرؓ اور حضور صلعم سے منقولہ رفعیدین ہے اور سند صحیح ہے۔

آٹھویں حدیث

حضرت انسؓ

حضرت انسؓ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جنکو مدینہ میں دس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل رہا گویا آپکی ہجرت کے بعد تا حین حیات آپکی ہی خدمت میں رہے۔

آپ ہی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بوقت شروع نماز اور رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفعیدین کیا کرتے تھے وعن انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا دخل فی الصلوٰۃ واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع اخرجہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ والبخاری فی جزءہ (تلخیص ص۸۲) قال الشیخ فی الامام رجالہ رجال الصحیح (التعلیق المغنی ص۱۱۱ تخریج زیلعی) وایضا قال الھیثمی فی مجمع الزوائد ص۱۸۲ ج۱ رجالہ رجال الصحیحین۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث کے رفع میں کلام ہے صحیح موقوف ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ ابن خزیمہ اپنی صحیح میں جب لائے ہیں تو اسکی سند صحیح ہے، اب کیا کلام؟ [1] بعض روایتوں میں رکوع سے اٹھتے وقت کی رفع کا اس حدیث میں ذکر نہیں اس سے عدم رفع پر استدلال کیا گیا ہے حالانکہ ذکر کرنے والوں نے پوری حدیث ذکر کی ہے، دوسروں نے اختصار سے کام لیا ہے ایسی جگہ سکوت کو ذکر کے متعارض قرار دینا فن حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے پس یہ حدیث اس بات پر صریح دلیل ہے کہ حضور صلعم آخری وقت تک رفعیدین کرتے رہے کیونکہ حضرت انس رض ایسے ملازم صحبت صحابی بھی بصیغہ استمرار و دوام (کان یرفع) آپ سے رفعیدین نقل کر رہے ہیں اور خود بھی فاعل رفعیدین اور اس حدیث پر عامل ہیں۔ جیسے جزو رفعیدین ص۳ میں ہے تو اسکے دوام و بقاء میں کیا شبہ رہا؟

نویں حدیث

حضرت ابوہریرہ رض

حضرت ابوہریرہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں ان سے بکثرت احکام شرعیہ مروی ہیں سنہ۷ھ فتح خیبر کے بعد اسلام لائے چار سال جناب کی خدمت میں رہے یہ خود بھی رفعیدین کرتے تھے اور حضور سے بھی رفعیدین نقل کرتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃ رض انہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر للصلوۃ جعل یدیہ حذو منکبیہ واذا رکع فعل مثل ذلک واذا رفع للسجود فعل مثل ذلک واذا قام من الرکعتین فعل مثل ذلک اخرجہ ابوداؤد قال الحافظ فی التلخیص ص۸۲ رجالہ

[1] ہاں امام دارقطنی نے فرمایا ہے کہ صواب فعل انس ہے ممکن ہے کہ آپ نے حدیث نقل شدہ کے متعلق فرمایا ہو جس میں اذا سجد کا لفظ موجود ہے اسی واسطے غالباً امام بخاری نے جزو میں اس پر جرح نہیں فرمائی کیونکہ اس میں دارقطنی کا لفظ واذا سجد نہیں ہے اگر کسی حافظ سے حدیث مذکورہ کے متعلق حکم تعلیل ملے تو مسلم ہے بالفرض اگر حدیث موقوف ہو تو بھی حکماً مرفوع ہے کیونکہ زیادتی نماز میں باجتہاد اپنے امور میں جائز نہیں اور نقصان سنت سمجھ کر یا ناجائز جانکر ممکن ہے ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجال الصحیح۔ وھکذا قال الزیلعی نقلاً عن الامام تخریج ص۲۱۵ ج۱ اور انکا اپنا فعل اسطرح نقل کیا گیا ہے عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ انہ کان یرفع یدیہ فی کل خفض ورفع ویقول انا اشبھکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ الدارقطنی فی العلل کذا فی التلخیص ص۸۲) اس میں بھی صیغہ استمرار موجود ہے اور رفعیدین کا غیر منسوخ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ہاں اس میں لفظ فی کل خفض ورفع کچھ شبہ ڈال سکتا ہے لیکن اس میں ہر خفض ورفع سے مراد مواضع معلومہ ہیں۔ یعنی عند الرکوع وعند رفع الراس من الرکوع۔ اسکی مثال تکبیرات انتقال کیطرح ہے۔

مؤطا امام محمدؒ میں ہے ان اباھریرۃ کان یصلی بھم فکبر کلما خفض ورفع صنۓ حالانکہ ظاہر ہے کہ ابوہریرۃ تسمیع کی جگہ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہونگے، مولانا عبدالحی نے حاشیہ میں اسکو مخصوص مانا ہے کیونکہ یہ معلوم تھا اسلئے راوی نے اسکی تصریح نہیں کی جیسے اذان کو مثنیٰ، مثنیٰ اور اقامت کو وتر کہا جاتا ہے حالانکہ اذان کے آخر میں کلمہ توحید ایک ہی دفعہ ہے اور تکبیر اقامت کے آخر میں دو دفعہ، یہی وجہ ہے کہ امام محمدؒ نے اسکے بعد کل خفض ورفع کا لفظ بولکر دو جگہ مراد لی، فرماتے ہیں قال محمد السنۃ ان یکبر الرجل فی صلوتہ کلما خفض وکلما رفع واذا انحط للسجود واذا انحط للسجود الثانی کبر (مؤطا محمد صنۓ)

یہ امر ثابت ہوگیا کہ حضرت ابوہریرہ مواضع ثلاثہ میں رفع کیا کرتے تھے، پھر حضرت ابوہریرہ سے کسی وقت بھی ترک رفع ثابت نہیں۔

اب اگر کوئی نماز بلا ذکر رفع یدین مسطور و مذکور ہو تو اسکا یہی مطلب ہے کہ وہاں راوی کا اختصار ہے جسطرح رواۃ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بیان میں اختصار کر لیتے ہیں کیونکہ عدم ذکر عدم شئی کو مستلزم نہیں، کما لایخفی۔

اب سنئے! دارمی میں ہے، عن ابی بکر بن عبدالرحمن وعن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃؓ انھما صلیا خلف ابی ھریرۃ فلما رکع کبر فلما رفع راسہ قال سمع اللہ لمن حمدہ ثم قال ربنا لک الحمد ثم سجد وکبر ثم رفع راسہ وکبر ثم کبر حین قام من الرکعتین ثم قال والذی نفسی بیدہ انی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا فرنکم شبھا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما زال ھذہ صلوتہ حتی فارق الدنیا انتھی۔

اس حدیث ابوہریرہؓ میں اگرچہ رفع یدین مذکور نہیں۔ مگر چونکہ ابوہریرہؓ سے عدم رفع منقول نہیں اس لئے ظاہر یہی ہے کہ رفعیدین کے ساتھ یہ نماز پڑھی۔ اس بات کی بہت بڑی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوہریرہ سے رفعیدین کا ناقل بھی ابوسلمہ ہے جو اس نماز کا ناقل ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ راوی کا اختصار ہے۔

پس ثابت ہوا کہ ابوہریرہؓ نے یہ نماز بھی رفعیدین سے پڑھی ہے پھر آخر میں فرمایا ہے "مجھے اللہ کی قسم ہے، تم سب میں سے میں حضور صلعم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہوں"۔

یہ لفظ دونوں روایتوں (مصرح رفع وساکت) میں موجود ہیں،

آخر میں فرمایا، آپ کی یہ نماز مرتے دم تک رہی"۔

الحمد للہ کہ اس روایت سے بھی رفعیدین کا دوام وبقاء وعدم نسخ ثابت ہو گیا)۔

بعض حنفیہ اس حدیث پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس کی سند میں یحییٰ بن ایوب غافقی ہے جو مختلف فیہ ہے۔

اسکا **جواب** یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں اس کی نسبت یہ فیصلہ فرمایا ہے صدوق ربما اخطأ اور تلخیص میں رجالہ رجال الصحیح کہا ہے لہذا یہ تکلم کوئی مضر نہیں نیز معترض کے نزدیک مختلف فیہ راوی کی روایت حسن ہوتی ہے فلا باس بہ ایضاً فافھم نور العینین ص۶۰)

دسویں حدیث

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ

عن ابی موسیٰ قال ھل اریکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبر ورفع یدیہ ثم کبر ورفع یدیہ للرکوع ثم قال سمع اللہ لمن حمدہ ورفع یدیہ ثم قال ھکذا فاصنعوا ولا یرفع بین السجدتین اخرجہ الدارقطنی قال الحافظ رجالہ ثقات (تلخیص ص۸۲) اقول وذکرہ البخاری فی جزئہ تعلیقا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال المولوی انور شاہ فی العرف الشذی ص۱۲۵ ھی صحیحۃ انتھی)

حضرت ابوموسیٰؓ بڑے بزرگ صحابی ہیں، آپ کو یمن میں عامل بنا کر بھیجا گیا، دیکھئے آپنے جو حضور صلعم کی طرح نماز پڑھا کر فرمایا۔ ھکذا فاصنعوا اسیطرح کیا کرو" جو صریح دلیل ہے کہ رفعیدین منسوخ نہیں غرض اس سے ابوموسیٰ کا فعل بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے اور حضور صلعم کا آخری دم تک رفعیدین بھی ثابت ہوا۔

الحاصل

حضور سے رفعیدین تواتر سے ثابت ہے، اسیوجہ سے صاحب قاموس اپنے رسالہ سفر السعادۃ ص۹ (مصری) میں فرماتے ہیں و لکثرۃ رواتہ شابہ المتواتر فقد صح فی ھذا الباب اربعمائۃ خبر واثر ورواہ العشرۃ المبشرۃ ولم یزل علی ھذہ الکیفیۃ حتی رحل عن ھذا العالم ولم یثبت غیر ھذا انتھی

امام شافعی کا فرمان ہے، وروی الرفع جمع من الصحابۃ لعلہ لم یرو قط حدیث بعدد اکثر منھم (تلخیص ص۸۲) اسیطرح امام سیوطی نے ازہار المتناثرہ میں تصریح فرمائی ہے۔

چنانچہ اس امر کی صداقت نے حنفیہ سے بھی اسبات کا اقرار کرا لیا، مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی رح فرماتے ہیں والحق انہ لاشک فی ثبوت رفع الیدین عند الرکوع والرفع منہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکثیر من اصحابہ بالطرق القویۃ والاخبار الصحیحۃ انتھی (سعایہ شرح شرح وقایہ ص۲۱۳ج۲)

ان روشن اور واضح شہادتوں کے ہوتے ساتے، روایات صحیحہ رفع پر کلام کرنا کم علمی، کم فہمی، یا تعصب مذہبی، وحمیت حنفیت نہیں تو اور کیا ہے؟

رفعیدین واجب ہے؟ یا رکن ہی؟ یا سنت و مستحب؟

چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رفعیدین کا فعل ہی ثابت ہے وہ بھی تواتر کے ساتھ اور ترک ثابت ہی نہیں ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک کی آمد پر فرمایا صلوا کما رأیتمونی اصلی (میرے جیسی نماز پڑھا کرو)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماء انہی روایات کو دیکھکر اسکے وجوب کے قائل ہیں۔ کما قالہ الاوزاعی وبعض اھل الظاھر (فتح الباری) امام طحاوی ابن عمرؓ کی حدیث نقل کرکے لکھتے ہیں کہ قائلین وجوب کا مستدل یہی ہے فاوجبوا الرفع عند الرکوع وعند الرفع منہ وعند النھوض الی القیام من القعود الی الصلوٰۃ کلھا الی قولہ ومثل رفع الیدین علی الصفا والمروۃ (شرح معانی الآثار للطحاوی ص۱۲۲)

امام علی بن عبداللہ کا فرمان ہے رفع الیدین حق علی المسلمین بما روی الزھری عن سالم عن ابیہ (رسالہ بخاری ص۲) امام شافعیؒ کتاب الام میں فرماتے ہیں لکن لا یجوز لاحد علمہ من المسلمین عندی ان یترک الا ناسیا او ساھیا انتھی۔ علامہ ابن جوزی نزہۃ الناظر میں لکھتے ہیں عن المزنی انہ قال سمعت الشافعی یقول لا یحل لاحد سمع حدیث رسول اللہ صلعم فی رفع الیدین فی افتتاح الصلوٰۃ وعند الرکوع والرفع من الرکوع ان یترک الاقتداء بفعلہ وھذا صریح فی انہ یوجب ذلک انتھی (حاشیہ دراری مضیہ ص۱۲۲ ج۱)

اب نزاع یہ ہے کہ واجب مستقل ہے، یا شرط، ابن خزیمہؒ کا تو خیال ہے کہ شرط و رکن ہے۔ علامہ عینی حنفیؒ لکھتے ہیں۔ قال ابن خزیمۃ من ترک الرفع فی الصلوٰۃ فقد ترک رکنا من ارکانھا (شرح بخاری ص۲۷۲) اکثر علماء شرط نہیں قرار دیتے ایک احتمال سنت واستحباب کا بھی ہے لیکن بوجہ عدم ثبوت ترک ونفی یہ احتمال مرجوح ہے۔ علامہ ابن رشد بدایۃ المجتہد ص۱۰۵ میں لکھتے ہیں۔ والسبب فی اختلافھم فی محل رفع الیدین فی الصلوٰۃ ھل ھو علی الندب او علی الفرض ھو السبب الذی قلناہ قبل من ان بعض الناس یری ان الاصل الا یزاد فیما صح بدلیل واضح من قول ثبت او اجماع انہ من فرائض الصلوٰۃ الا بدلیل واضح وقد تقدم ھذا من قولنا والمعنی لتکریر الشیٔ الواحد مرات کثیرۃ انتھی فتامل)

دلائل ترک رفعیدین پر مفصل بحث

اوپر با دلہ صحیحہ صریحہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ آخر دم تک رفعیدین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(متنازعہ فیہ) کرتے رہے اسی طرح صحابہ کرام بھی سب کے سب رفعیدین کیا کرتے تھے چنانچہ وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کو دیکھا کہ وہ اپنے کپڑوں میں رفعیدین کیا کرتے تھے۔ ثم رایتھم بعد ذلک فی زمان فیہ برد فرایت الناس علیھم جل الثیاب تحرک ایدیھم تحت الثیاب (ابوداؤد)

امام بخاریؒ فرماتے ہیں، فھذا وائل بین فی حدیثہ انہ رای النبی صلی اللہ وعلیہ وسلم واصحابہ یرفعون ایدیھم مرۃ بعد مرۃ (جزو رفع الیدین ص۱۲)

یعنی حضرت وائلؓ نے سبھی صحابہ سے نقل کی ہے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا،" سعید بن جبیرؒ جلیل القدر تابعی وہ بھی اسیطرح فرماتے ہیں اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا، سنن بیہقی ص۷۴) میں ہے عن سعید بن جبیرؒ انہ سئل عن رفع الیدین فی الصلوۃ فقال ھو شئ یزین بہ الرجل صلاتہ کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ یرفعون ایدیھم فی الافتتاح وعند الرکوع واذا رفعوا روسھم یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کچھ مدت تک اسی طرح عمل درآمد رہا۔ لیکن ایک ایسا زمانہ بھی آگیا کہ بعض جگہ لوگ رفعیدین میں سستی کرنے لگ گئے جسطرح تکبیرات انتقال میں سستی کرنے لگ گئے تھے، صحیح بخاری میں ہے، عن عکرمۃ قال صلیت خلف شیخ بمکۃ فکبر ثنتین وعشرین تکبیرۃ فقلت لابن عباس انہ احمق فقال ثکلتک امک سنۃ ابی القاسم صلی اللہ علیہ وسلم (رفع ص۲۸)

عکرمہ کہتے ہیں میں نے ایک شخص (ابو ہریرۃؓ) کے پیچھے مکہ میں نماز پڑھی تو اسنے نماز میں بائیس تکبیریں کہیں، میں نے ابن عباسؓ سے کہا "یہ تو احمق ہے" ابن عباس بولے "تیری ماں تجھے گم پائے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں لوگوں نے تکبیرات انتقال چھوڑ دی تھیں یہانتک کہ عکرمہ جیسے جلیل القدر تابعی کو بھی اس کی سنیت بلکہ اباحت میں شبہ تھا۔

غرضکہ طرح طرح کے تغیر ہوگئے تھے، تعدیل ارکان، تکبیرات انتقال۔ اوقات صلوۃ وغیرہ وغیرہ امور کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا، چنانچہ حضرت انس اسپر افسوس ظاہر کیا کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے، عبد العزیز کہتے ہیں سمعت الزھری یقول دخلت علی انس بن مالک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدمشق وهو يبكي فقلت ما يبكيك فقال لا اعرف مما ادركت الا هذه الصلوة وهذه الصلوة قد ضيعت

زہری کہتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کے پاس دمشق میں آیا تو وہ رو رہے تھے، میں نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ بولے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو ان لوگوں نے خراب کر ڈالا ہے!)

بعض خلفاء بنو امیہ کی تو خصوصاً یہ عادت ہو چکی تھی، کہ وہ اوقات نماز کی چنداں پرواہ نہیں کیا کرتے تھے، انکی دیکھا دیکھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی انہی کے نہج پہ چلنے لگے، تو حضرت عروۃ بن زبیر نے ان کو اس پر متنبہ کیا جسکی وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے پھر اوقات نماز کی پابندی اچھی طرح شروع کر دی اور صحیح صحیح اوقات صحابہ وغیرہ علماء سے دریافت کرنا شروع کر دیے چنانچہ فتح الباری صفحہ ۲۹۷-۲۹۸ ج۱ میں ہے ان عروة حدث عمر بن عبدالعزيز وهو يومئذ امير المدينة في زمان الوليد بن عبدالملك وكان ذلك زمان يؤخرون فيه الصلوة يعني بني امية انتهى قال ابن عبدالبر ظاهر سياقه انه فعل ذلك يوماً لا ان ذلك كان عادة له وان كان اهل بيته معروفين بذلك ... وعن الزهري قال ما زال عمر بن عبدالعزيز يتعلم مواقيت الصلوة حتى مات انتهى وقريب من هذا في صفحہ ۳ ج۲ فتح الباری باب تضييع الصلوة عن وقتها۔

اس سے پہلے حضرت عثمانؓ کے عہد میں جب ولید بن عقبہ کوفہ پر امیر تھا اوقات نماز میں بہت تاخیر کیا کرتا یہانتک کہ بعض حذیفہ جیسے جلیل القدر پرہیزگار صحابی چھپکر وقت پر نماز پڑھتے تھے صحیح بخاری میں ہے حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں۔ فلقد رايتنا ابتلينا حتى ان الرجل ليصلي وحده وهو خائف قال الحافظ فيشبه ان يكون اشار بذلك الى ما وقع في اواخر خلافة عثمان من ولاية بعض امراء الكوفة كالوليد بن عقبة حيث كان يؤخر الصلوة او لا يقيمها على وجهها وكان بعض الورعين يصلي وحده سراً ثم يصلي معه خشية وقوع الفتنة انتهى (فتح الباری صفحہ ۱۳ ج ۳)

کوفہ میں ہمیشہ یہی حالت رہی، چنانچہ امام سیوطیؒ نے رحلۃ الشافعیؒ میں ذکر کیا ہے۔ کہ امام شافعیؒ جب کوفہ میں گئے تو ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا اسنے نماز کو بری طرح ادا کیا۔ امام صاحب نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو بولا، معلوم ہوتا ہے کہ تم حجازی ہو جبھی تو اتنی سختی کر رہے ہو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم میں عراقیوں کی سی نرمی نہیں، میں پندرہ سال سے امام محمد و امام ابو یوسف کی موجودگی میں اسی طرح نماز پڑھتا رہا ہوں مجھے کسی نے کبھی کچھ نہیں کہا۔ نہ میری نماز پر حرف رکھا یہ کہکر وہ شخص صاحبین کے پاس (جو مسجد کے دروازہ پر تھے) گیا، اور کہا "کیا آپ میری نماز میں کوئی نقصان دیکھتے ہیں؟ دونوں نے کہا "نہیں تو" وہ بولا "اندر ایک شخص ہے جو میری نماز پر عیب گیری کرتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ کوفہ میں خصوصیت سے حالت نازک ہو رہی تھی، گو بعد میں بعض اہل کوفہ بھی حقیقت امر سے واقف ہو کر رفعیدین کے بڑی شد و مد سے قائل و فاعل ہو گئے تھے۔ لیکن یہ بات خاص توجہ کے قابل ہے کہ صحابہ کرام سے کوئی بھی ایسا نہیں جس سے ترک رفعیدین بسند صحیح مروی ہو۔۔ صرف بقول مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی حضرت ابن مسعودؓ ہی سے فقط ترک مروی ہے۔ واما الروایات المرویۃ فی عدم الرفع فلا یصح منہا شیئ کما ستطلع علیہ انشاء اللہ ہاں اور لوگ بیشک سست ہو گئے تھے اسی عام تعامل کو دیکھکر ابراہیم نخعی کوفی شعبی کوفی اسود کوفی، ابو اسحٰق سبیعی کوفی وغیرہ نے عدم ثبوت رفعیدین سمجھ لیا۔ یا اس کو بعض نے واجب سمجھکر ترک کیا سو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ شاہی اعمال رعیت پر اثر انداز ہو جایا کرتے ہیں اور فطرت انسانی کا اپنے ماحول و مروجہ امور سے متاثر ہو جانا بھی کوئی بعید نہیں لیکن اسپر مذہب کی بنیاد رکھنا، اور صرف ایک محدود زمانہ کے تعامل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمیشہ کئے ہوئے کام کو منسوخ سمجھنا کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا۔

علاوہ اسکے ان سب آثار کو رفع بلیغ کی نفی پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے جس سے نسخ کا سوال ہی اٹھ جاتا ہے۔

ہماری اس تقریر سے اجمالی طور پر ان سب دلائل پر روشنی پڑ گئی ہے جنہیں رفعیدین کو منسوخ ثابت کرنیکے لئے پیش کیا جاتا ہے وللہ الحمد الاٰن نشرع فی التفصیل واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل،

اب اس تقریر کے بعد ان دلائل پر گفتگو کی جاتی ہے جنکو ترک رفعیدین کیلئے استدلالاً پیش کیا جاتا ہے ان سے بعض ایسے دلائل ہیں جنکو سینہ زوری سے دلائل میں داخل کر لیا گیا ہے۔ حالانکہ ان کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ متنازعہ فیہ سے دور کی نسبت بھی نہیں، لیکن چونکہ ہمارے زمانہ میں اسپر زور دیا جا رہا ہے جس سے عوام کو دھوکہ لگنے کا احتمال ہے اس لئے پہلے انکا ذکر کیا جاتا ہے۔

حنفیہ کی پہلی دلیل حدیث جابر بن سمرۃؓ بذل المجہود شرح ابو داؤد میں مولانا خلیل احمد صاحب نے اس حدیث سے ترک رفعیدین پر استدلال میں بڑا زور مارا ہے اسی طرح مولوی اشفاق الرحمٰن کاندھلوی نے بھی اپنے رسالہ نور العینین صـ۳۹ـ۴۲ میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا دیا ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں ان کی اس دلیل کی حقیقت ذرا واضح کر دی جائے۔ عن جابر بن سمرۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ونحن یعنی رافعوا ایدینا فی الصلوۃ فقال ما بالهم رافعین ایدیهم فی الصلوۃ کانها اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ اخرجه النسائی ومسلم وابو داؤد،

اس حدیث پر بحث جابر کی حدیث کے سیاق میں اختلاف ہے ایک روایت کے لفظ تو وہی ہیں جو نقل کئے گئے انمیں تشہد و سلام کا ذکر نہیں دوسری کے لفظ یہ ہیں کنا نصلی خلف النبی صلی اللہ فنسلم بایدینا فقال ما بال هؤلاء یسلمون بایدیهم کانها اذناب خیل شمس اما یکفی احدهم ان یضع یده علی فخذه ثم یقول السلام علیکم السلام علیکم اخرجه مسلم والنسائی اس میں تشہد و سلام کا ذکر ہے، اختلاف یہ ہے۔

(۱) پہلی روایت میں ہے کہ آپ نکلے، دوسری میں نکلنے کا ذکر نہیں، بلکہ پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر ہے (۲) پہلی میں سلام کا ذکر نہیں، دوسری میں ذکر ہے (۳) پہلی میں ذکر ہے کہ ہم نماز میں ہاتھ اٹھاتے تھے دوسری میں عند السلام ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ (۴) ایک میں اسکنوا فی الصلوۃ ہے دوسری میں یہ لفظ نہیں، بلکہ الا یسکن احدکم فی الصلوۃ (مسند احمد) ہے۔

پہلی کو جابرؓ سے تمیم بن طرفہ روایت کرتا ہے، دوسری کا راوی (جابرؓ سے) عبید اللہ بن القبطیہؒ ہے۔

محدثین کی متفقہ رائے ہے کہ یہ دونوں حدیثیں اصل میں ایک ہیں، اختلاف الفاظ صرف تعدد روات کی بنا پر ہے، جیسے مسلم کی ترتیب، نسائی ابو داؤد کی تبویب اسپر صاف دال ہے اور امام بخاری نے بھی جزو رفعیدین میں اسی کو اختیار کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف کا جواب یہ ہے کہ اصل اسطرح ہے کہ حضور صلعم نکلے اور نماز پڑھائی، ہم نے آپکے پیچھے نماز پڑھی تو ہم نے سلام کے وقت، ہاتھ اٹھائے آپ نے دیکھا تو فرمایا، میں تمہیں نماز میں ہاتھ اٹھاتے کیوں دیکھ رہا ہوں؟ نماز میں آرام کیا کرو، صرف زبانی سلام کافی ہے "

بعض راویوں نے کچھ لفظ چھوڑ دیئے دوسرے بعض نے کچھ دوسرے چھوڑ دیئے بعض نے سلام کے وقت ہاتھ اٹھانیکو نماز میں ہاتھ اٹھانیسے تعبیر کرلیا۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں جو موجب ترک روایت ہو عام طور پر اس قسم کا اختلاف تعدد روات کی وجہ سے ہو جایا کرتا ہے، جیسے حدیث سہو میں اختلاف ہے ایک میں ہے کہ آپنے تین رکعت پر سلام پھیر دیا (مسلم) ایک میں ہے دو رکعت پر (بخاری)

ایک میں ہے آپ حجرہ میں داخل ہوئے ایک میں ہے، لکڑی کی طرف جو مسجد میں تھی) متوجہ ہوئے۔

ان میں اگرچہ ظاہراً تعارض ہے بعض ظاہر بین ایسا اختلاف دیکھکر تعدد کا حکم لگا دیتے ہیں۔

لیکن محدثین اہل تحقیق دقت نظر سے کام لیکر ایسی جگہ ترجیح یا توفیق کے قائل ہوتے ہیں۔ دیکھو حافظ ابن حجرؒ باوجود اس اختلاف کے اتحاد کو ترجیح دیتے ہیں ھذا صنیع من یوحد حدیث ابی ھریرۃ وحدیث عمران وھو الراجح فی نظری (فتح الباری ص ۶۲۹ ج ۱) پھر لکھتے ہیں اگرچہ بعض متعدد واقعہ بتاتے ہیں۔ کیونکہ سیاق میں اختلاف ہے، مگر توفیق یہاں ممکن ہے، اور توفیق کے لئے ادنیٰ مناسبت کافی ہے حکی العلائی ان بعض شیوخہ حملہ علی ان المراد انہ سلم فی ابتداء الرکعۃ الثانیۃ واستبعد ہ ولکن طریق الجمع یکتفی فیھا بادنی مناسبۃ (فتح الباری ص ۶۲۹ ج ۱) نیموی حنفی نے بھی تعدد کی نفی کی ہے۔

یہاں بھی محدثین نے دونوں حدیثوں کو ایک ہی محل میں قرار دیا خواہ دونوں حدیثیں دراصل ایک حدیث ہوں، اختلاف کی وجہ تصرف رواۃ ہو، یا دونوں دراصل دو ہوں مگر دونوں تشہد میں ہاتھ اٹھانے کے بارہ میں ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دفعہ منع کرنے پر دوسری دفعہ صحابہ اس فعل کو کس طرح کر سکتے تھے؟ یہ اس امر کی زبردست دلیل ہے کہ یہ واقعہ ایک دفعہ کا (آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا) ہے آپ نے ایک ہی دفعہ منع کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کہا جاوے ممکن ہے آپ نے پہلے رفعیدین سے منع کیا ہو مگر صحابہ نے سمجھا کہ عندالسلام جائز ہے اسلئے آپ نے عندالسلام بھی منع کر دیا۔

توجواب اسکا یہ ہے کہ یہ احتمال بلا دلیل ہے تقدم و تاخر معلوم نہیں۔ دوسرے یہ کہ جب آپ نے مطلق نماز میں رفعیدین کرنے سے منع کر دیا تو عندالسلام بھی منع ہوگا خصوصاً جب ایسے الفاظ ہوں جو اسکا قبیح ہونا ذہن نشین کریں جن سے نہایت درجہ کی قباحت واضح ولائح ہو۔

مزیدبراں یہ کہ سلام کے وقت رفعیدین کے راوی بھی جابر ہیں۔ دونوں میں یہ ذکر ہے کہ ہم نماز میں اس طرح کرتے تھے۔

اگر کوئی کہے کہ حدیث عندالسلام پہلے کی ہے۔

توجواب اسکا یہ ہے کہ جب حضورؐ نے وہی تشبیہ کا نہا اذناب خیل شمس، دیکر سلام کے وقت رفعیدین کرنے سے منع کر دیا تو بطریق اولیٰ سلام سے پہلے نماز میں اس قسم کا رفعیدین منع ہوگا، آپکے منع کرنے پر صحابہ کا دوبارہ یہ فعل کرنا بعید از عقل ہے، تعدد واقعہ سے صحابہ کرام پر ایک قسم کا الزام آتا ہے اس روایت کی نظیر حدیث قتل کعب بن اشرف والی ہے ایک میں یہ ذکر ہے کہ محمد بن مسلمہ گئے اور کعب سے "ادہر ادہر کی باتیں کرتے رہے" (مثلاً ہمکو نبی نے تنگی میں ڈالدیا ہے وغیرہ وغیرہ) باتیں کرتے کرتے اسپر قابو پاکر قتل کر دیا،۔ فلم یزل یکلمہ حتی استمکن منہ فقتلہ (بخاری ص۱۲) دوسری حدیث میں ہے کہ محمد بن مسلمہؓ باتیں کرنے کے بعد چلے آئے پھر رات کو اپنے ساتھ کچھ آدمی لیکر گئے، جا کر بلایا نیچے اترا تو موقعہ پاکر قتل کر دیا ان دونوں حدیثوں میں اگرچہ ظاہراً تعارض ہے لیکن بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ کعب ایک ہی دفعہ قتل ہوا۔ بنا بریں پہلی روایت میں اختصار ماننا پڑیگا۔

اسی طرح حدیث جابر میں بھی ایسے ہی ماننا پڑے گا۔

جابر نے تمیم سے جو واقعہ بیان کیا۔ اسمیں وہی لفظ بولے جو اسنے یاد رکھے اور عبیداللہ سے جو لفظ کہے اسنے وہ یاد رکھے، اور یہ بھی احتمال ہے بلکہ اقرب الی الفہم کہ جابر نے ایک ہی طرح کے لفظ بولے ہوں مگر ایک راوی نے اصل مطلب کو بیان کرنے کیلئے روایت بالمعنی مختصر اُکی ہو اور دوسرے نے مفصل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ ہے کہ تمیم کی روایت میں بھی اختلاف الفاظ ہے۔ سنئے!)

(۱) ایک روایت میں ہے ہم ہاتھ اٹھانے والے تھے۔

(۲) انہوں نے ہاتھ اٹھائے تھے۔

(۳) نماز میں ہاتھ اٹھانے والے تھے۔

(۴) انکو کیا ہے کہ سرکش گھوڑونکی طرح نماز میں ہاتھ اٹھا رہے ہیں نماز میں ٹھیرو۔

(۵) مجھے کیا ہے کہ میں تمکو اسطرح ہاتھ اٹھاتے دیکھتا ہوں جیسے سرکش گھوڑے دُمیں ہلاتے ہیں نماز میں آرام کرو

(۶) آپ نکلے اور فرمایا، مجھے کیا ہے کہ تمکو نماز میں ایسے ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جیسے سرکش گھوڑونکی دُمیں ہیں۔ اسکے علاوہ اور بہت اختلاف ہے ہمارا مقصود اس سے صرف یہ ہے کہ ایک ہی روایت کو راوی کس قدر کم وبیش بیان کرتے ہیں) پھر اگر تمیم اور عبید اللہ کی حدیثوں میں بھی اجمال وتفصیل مان لیا جائے تو کونسا استحالہ ہے؟ جس سے تعدد واقعہ بنانے کی ضرورت پڑے!

پھر دیکھو، عبد اللہ بن القبطیہ کی روایت میں بھی ملحاظ اختلاف تلا مذہ اختلاف ہے۔

(۱) ایک روایت میں ہے جب ہم آپکے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے،

(۲) مینے آپکے پیچھے نماز پڑھی،

(۳) ہم السلام علیکم ہاتھ سے کیا کرتے تھے،

(۴) ایک ہمارا ہاتھ سے سلام کہتا۔

(۵) ایک ہمارا ہاتھ سے اشارہ کرتا،

(۶) سرکش گھوڑونکی دموں کیطرح ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو۔

(۷) ان قوموں کا کیا حال ہے جو ہاتھوں سے سرکش گھوڑونکی دمونکی طرح اشارہ کرتے ہیں؟

(۸) ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہاتھوں کو سرکش گھوڑوں کیطرح مارتے ہیں؟

(۹) کیا ایک تمہارے کو یہ کافی نہیں کہ ران پر ہاتھ رکھکر سلام کہدیا کرے؟

(۱۰) ہاتھ سے اشارہ نہ کرے!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۱) تم سکون کیوں نہیں کرتے ؟

(۱۲) کیا تمہیں اتنا کافی نہیں ؟ کہ داہنا ہاتھ (داہنی) ران پر رکھکر انگلی سے اشارہ کرے، اور دائیں، بائیں سلام کہے۔

یہ سب روایتیں مسلم، ابوداؤد، نسائی، مسند احمد میں موجود ہیں۔

اس اختلاف کے نقل سے صرف اسیقدر غرض ہے کہ رواۃ کے تصرف کا نقشہ پیش کردیا جائے جس سے معلوم ہوسکے کہ اس قسم کے اختلاف سے تعدد نہیں بنایا جا سکتا اسطرح اجمال تفصیل ہوجایا کرتا ہے کمال دیکھو، کہ باوجود ان الفاظ مختلفہ کے سب میں لفظ کانہا اذناب خیل شمس یعنی اس رفعیدین کو سرکش گھوڑوں کے دم ہلانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، گویا یہ نہی اس سے مقید ہے چنانچہ بعض طرق ابن القبطیہ میں بھی نہی عن السکون وارد ہے، دیکھو مسند احمد جس سے صاف پتہ چلتا ہے بلکہ شبہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی کہ واقعہ ایک ہے۔

بہرصورت محدثین سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ حدیث تمیم سلام کے بارہ میں ہے۔ جیسے ابوداؤد ونسائی کی تبویب، مسلم کی ترتیب، کنز العمال کی تبویب اس پر بین دلیل ہے۔ بلکہ اس کا محققین حنفیہ کو بھی اعتراف ہے چنانچہ مولانا امیر علی حنفی مرحوم مترجم ہدایہ، عالمگیری، وغیرہ کتب فقہ صحیح مسلم نولکشوری ص۱۸۲ج۱ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں اجمع المحدثون علی ھذا التاویل والسلام من تتمۃ الصلوۃ ونازع بعض الناس فیہ فقال بل ھذا النھی عن رفع الیدین فی الصلوۃ عند الرکوع والرفع منہ فعلی ھذا یکون نقیضاً بعد تشریع بلا تقدیم النھی انتھی، دیکھو مولوی صاحب باوجود حنفی ہونیکے صاف فرما رہے ہیں کہ محدثین کا اسپر اجماع ہے، فللہ درہ،

حنفیہ کی پہلی دلیل کا دوسرا جواب

اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ واقعہ دو ہیں اور بر سبیل تنزل یہ بھی مانا کہ نماز کے درمیان والی رفعیدین منع ہے تو رفعیدین سے مراد یہاں وہ رفعیدین ہے جو (اذناب خیل شمس) کے مشابہ ہو، جس کی تفسیر وتشریح بعض روایات میں اسطرح ہے۔ "کہ ہم دائیں بائیں ہاتھ ہلاتے تھے" (مسلم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ دونوں روایتوں میں یہ ذکر ہے کہ منہی عنہ رفعیدین سکون کے منافی ہے پس بصورت تعدد بھی حدیث مختصر سے مراد دائیں بائیں ہاتھ اٹھانا مراد ہوگا۔

تذنیب

معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث اوائل ہجرت کی ہے، اسپر دلیل اسی روایت کے وہ لفظ ہیں، جنمیں یہ ذکر ہے کہ ہم اسوقت صفوں کو بھی ٹھیک طور پر درست نہیں کرتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صفوف کی درستگی کا بھی حکم فرمایا۔

صحیح مسلم میں ہے خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانہا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ قال ثم خرج علینا فرآنا حلقا فقال مالی اراکم عزین؟ قال ثم خرج علینا فقال الا تصفون کما تصف الملئکۃ عند ربہا انتھی ملخصاً،

تفسیر ابن جریر میں ہے قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون کی تفسیر ساکنون سے کی ہے، تفسیر عباسی میں ہے: ای لایرفعون ایدیھم فی الصلوۃ۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث بہت متقدم ہے غالباً نزول آیت کے قریب قریب ہی یہ واقعہ وقوع میں آیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت بتاتے ہوئے گویا انکو ایسی ہی رفعیدین سے منع فرمایا ہے اسلئے کہ وہ منافی للسکون والخشوع ہے کیونکہ صحابہ کی بابت یہ گمان نہیں کیا جا سکتا، کہ وہ نزول آیت اور حضور کے ارشاد کے بعد بھی منافی صلوۃ کام کرتے رہیں، عام اس سے کہ وہ رفعیدین عند السلام ہو، یا کوئی اور یہاں پر اس پہ بھی ذرا غور کر لیا جائے کہ اس واقعہ کے بعد قطعاً حضورؐ کی رفعیدین ثابت ہے۔

دیکھو مالک بن حویرث اور وائل بن حجرؓ جو حضور کی وفات سے چند ہی ماہ قبل آئے ہیں وہ بھی سب کے سب صحابہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رفعیدین نقل کرتے ہیں جس سے یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ حدیث جابرؓ رفعیدین متنازعہ فیہ کے ترک و نسخ پر قطعاً دلالت نہیں کرتی، اور نہ یہ رفعیدین اس حدیث کا محمل ہو سکتی ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب روز روشن کیطرح واضح ہوگیا، اور اسمیں کوئی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی کہ یہ حدیث کسی طرح بھی رفعیدین کے ترک و نسخ پر محمل نہیں کیجا سکتی، اولاً تو سلام کے وقت کیلئے ہے ثانیاً دائیں بائیں ہاتھ اٹھانے سے منع وارد ہے جو منافی صلوۃ ہے۔

محدثین کے اقوال

اس حدیث سے ترک و نسخ پر استدلال جہالت ہے

انہیں وجوہ کو مدنظر رکھکر محدثین یکے بعد دیگرے لکھتے چلے آئے ہیں کہ اس سے ترک رفع پر استدلال صحیح نہیں حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں "جو شخص اس حدیث سے ترک رفع پر استدلال کرتا ہے وہ پہلے درجہ کا جاہل ہے" (جزو رفعیدین صـ۱۵)

حافظ ابن حجرؒ تلخیص صـ۸۲ میں لکھتے ہیں۔ ولا دلیل فیہ علی منع الرفع علی الھیئۃ المخصوصۃ فی الموضع المخصوص ھو الرکوع والرفع منہ لانہ مختصر من حدیث طویل وبیان ذلک ان مسلما رواہ ایضا من حدیث جابر قال کنا اذا صلینا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علیکم نحر (الی ان قال) وقال ابن حبان ذکر الجزا المتقصی للقصۃ المختصرۃ المتقدمۃ بان القوم انما امروا بالسکون فی الصلوۃ عند الاشارۃ بالتسلیم دون الرفع الثابت عند الرکوع ثم رواہ کنحو روایۃ مسلم البخاری من احتج بحدیث جابر بن سمرۃ علی منع الرفع عند الرکوع فلیس لہ حظ من العلم ھذا مشہور لاخلاف فیہ انہ انما کان فی حال التشہد انتھی)

اگر کوئی کہے کہ لفظ عام ہے اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص مورد کا،

تو جواب اسکا یہ ہے کہ بیشک عموم لفظ کا ہی اعتبار ہوا کرتا ہے، لیکن یہاں مطلق رفعیدین سے ممانعت نہیں، بلکہ اس رفع سے ہے جو سرکش گھوڑوں کی دموں کیطرح ہو (جیسے دائیں بائیں ہاتھ والی روایت سے معلوم ہوتا ہے) کیونکہ وہ منافی صلوۃ و سکون ہے جیسے اسکنوا، الا یسکن کے لفظ اسپر صاف دلالت کررہے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ یہ رفعیدین سکون کے منافی نہیں کیونکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکون کے منافی ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آیت الذین ھم فی صلوتھم خاشعون اترنے کے بعد یہ رفعیدین نہ کرتے۔

علاوہ حنفیہ خود ابتک عیدین، قنوت وغیرہ میں رفعیدین کے قائل و فاعل ہیں۔ اگر پنجوقتہ نماز و نوافل میں رفعیدین (منافی صلوٰۃ و سکون ہونیکی وجہ سے) ترک کرانے پر اتنا زور دیا جاتا ہے تو ان مواقع میں انکے کرنے اور منافی سکون نہ ہونے پر کونسی دلیل ہے؟ ایک جگہ پر خود (باوجود اسکے کہ منافی للسکون والخشوع ہے) کرنا دوسری جگہ پر اسکی تردید پر آمادہ **ہونا** تعصب و حمیت مذہبی نہیں تو اور کیا ہے؟ ۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

ہاں اس جگہ یہ بھی ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ اس قسم کی رفعیدین جس سے حضور صلعم نے منع فرمایا ہے نہ اول نماز میں جائز ہو سکتی ہے نہ وسط میں نہ آخر میں، کسی وقت بھی اسے درست نہیں کہا سکتا، تکبیر تحریمہ کے وقت رفعیدین بالکل عند الرکوع، عند رفع الراس کے مشابہ ہے اگر مواضع ثلاثہ والی رفعیدین حدیث جابر کے مصداق ہے۔ تو تکبیر تحریمہ والی کے نہ مصداق ہونیکی کیا وجہ ہے؟ اگر نماز کے درمیان گھوڑوں کی دموں کیطرح ہاتھ اٹھانا جائز نہیں تو تکبیر تحریمہ کے وقت سرکش گھوڑوں کی دموں کیطرح ہاتھ اٹھانے کیوں جائز بلکہ سنت مؤکدہ ہیں؟ انہی امور کو مد نظر رکھکر امام بخاریؒ فرماتے ہیں،

ولو کان کما ذھب الیہ لکان رفع الایدی فی اول التکبیر وایضا تکبیرات العید منھیا عنھا لانہ لم یستثن رفعا دون رفع فلیحذر امرء ان یتقول علی رسول اللہ علیہ وسلم مالم یقل انتھی (صـ)

بعض حنفیہ نے امام بخاریؒ کے اس معارضہ کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفعیدین خارج صلوٰۃ ہے، رفع یدین متنازعہ کو اس پر قیاس نہیں کر سکتے)"۔

جواب اسکا یہ ہے کہ اس قسم کے قبیح افعال جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شدومد سے منع فرمایا ہے، نماز کے قریب بھی جائز نہیں ہو سکتے حضور صلعم نے تو وضو کے بعد تشبیک (سنن اربعہ وغیرہ) تک سے منع فرما دیا ہے حالانکہ اسے ایسے قبیح الفاظ سے بیان بھی نہیں کیا، صرف لغو حرکت کیوجہ سے منع فرمایا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض حنفیہ[۵۱] نے امام بخاری کے معارضہ رفعیدین عید وقنوت کا جواب یہ دیا ہے کہ عیدین اور قنوت میں کسی صحابی سے نفس رفعیدین میں اختلاف نہ منقول ہونیکی وجہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس نہی اور ممانعت کا وہ نماز یں یقیناً محل نہیں،

جواب اسکا یہ ہے کہ اس اتفاق سے تو پھر یہ معلوم ہوا کہ نماز میں متنازعہ فیہ رفعیدین ممنوعہ رفع کا فرد نہیں، ورنہ بقول آپکے سارے صحابہ کیوں اسکے جواز پر متفق ہوتے؟ یہ خود دلیل ہے کہ رفعیدین منہی عنہ کا فرد نہیں بلکہ وہ کوئی اور ہے و الحمد للہ علی درفہم المحدثین

تنبیہ

بعض حنفیہ[۵۲] نے سارے محدثین کے خلاف اس بات کی کوشش کی ہے کہ حدیث جابر کو دو واقعہ بنایا جائے، انہوں نے اس پر تین[۵۳] قرائن پیش کئے ہیں،

(۱) دونوں کا تغائر، مطولاً ومختصراً، اور محدثین کا دونوں کو جدا جدا لانا تعدد واقعہ کی دلیل ہے،

(۲) مختصر حدیث تمیم میں اسکنوا فی الصلوۃ ہے جو دوسری میں نہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطول روایت میں ممانعت رفعیدین عند السلام اور خاص رفع کی ممانعت ہے اسلئے نہیں یہ لفظ نہیں ورنہ آپ فرماتے " سلام کے وقت رفعیدین نہ کرو "

(۳) حدیث مختصر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر ہے، مطول میں یہ ذکر ہے " کہ ہم نماز پڑھ رہے تھے، کہ حضور نے آکر ہمیں رفع یدین سے منع فرمایا "، یہ قرینہ بھی تعدد واقعہ پر دال ہے۔

ان قرائن پر بحث

اگرچہ تقریر بالا کے مطالعہ کے بعد ان قرائن کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہجاتی اور نہ انپر توجہ کی ضرورت، لیکن چونکہ ان مولوی صاحب نے اپنے "مجتہدانہ" رنگ میں ان پر بڑا زور دیا ہے، اور خوب تطویل کی ہے اس لئے مختصراً ان پر نظر کیجاتی ہے،

پہلا قرینہ دو روایات کا مطول ومختصر ہونا تعدد واقعہ کی دلیل نہیں ہوا کرتا ورنہ حدیث قصہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قتل کعب وسہو، اور حدیث قصہ بیع شتر جابرؓ وغیرہ کا متعدد ہونا لازم آئیگا حالانکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے،

باقی محدثین نے تو اس حدیث کو تشہد کے عنوان میں ذکر کیا ہے، جو اتحاد پر دال ہے صرف دو دفعہ ذکر کرنے کو. تغائر واقعہ کی دلیل بنانا. مغالطہ خوری یا مغالطہ دہی اور کرشمۂ تقلید ہے، اس طرح تو لازم آتاہے کہ ایک محدث کسی روایت کو مطول یا مختصر طور پر دس دفعہ لائے تو دسوں واقعہ بنا دیئے جائیں واللازم باطل فالملزوم مثلہ۔

دوسرا قرینہ مطول میں بھی انہیں کے قریب قریب لفظ موجود ہیں ملاحظہ ہو مسند احمد صفحہ ۸۸-۹۶ ج ۵ مابال اقوام یرمون بأید یھم کانھا اذناب خیل شمس الا یسکن احدکم الخ

پھر انہیں مولوی صاحب نے یہ بھی لکھاہے کہ فی الصلوٰۃ کا لفظ صرف حدیث مختصر میں ہے، یہ مطول پر محمول نہیں ہوسکتی، کیونکہ سلام کے وقت رفعیدین نماز کے درمیان نہیں ہوتی بلکہ وہ خروج صلوٰۃ کا وقت ہے، اسپر فی الصلوٰۃ کا اطلاق درست نہیں"۔

لیکن اولاً ان مولوی صاحب نے روایات کے مختلف الفاظ پر غور نہیں کیا، مسند احمد میں صاف ذکر ہے کہ حضور صلعم نے خود اسی کو فی الصلوٰۃ سے تعبیر فرمایا ہے، یعنی مطول کے بعض طرق میں یہ لفظ نہیں بوجہ تصرف رواۃ اور بعض میں ہے چنانچہ مسند احمد میں ہے مابال الذین یرمون بایدیھم فی الصلوٰۃ (مسند احمد صفحہ ۸۸ ج ۵) ثانیاً جامع ترمذی میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسلم فی الصلاۃ تسلیمۃ واحدۃ جس سے صاف ظاہر ہے کہ خروج عن الصلوٰۃ بالسلام پر بھی فی الصلوٰۃ کا اطلاق درست ہے، پس معلوم ہوا کہ یہ دوسرا قرینہ بھی تعدد واقعہ کی تائید نہیں کرسکتا۔

تیسرا قرینہ اوپر مفصل گذر چکاہے کہ اس قسم کے تصرف رواۃ سے ہوجایا کرتے ہیں اس سے روایات میں ضعف نہیں آجاتا، بات صرف اتنی ہے، کہ "حضورؐ نکلے ہم نے آپکے پیچھے نماز پڑھی، توہمکو ہاتھ ہلاتے دیکھکر آپ نے اس سے روکدیا"

نتیجہ قطعی طور پر یہی ہے کہ یہ واقعہ ایک ہے اسپر دلائل ہیں، تعدد واقعہ کی صورت میں بہت ساری خرابیاں لازم آتی ہیں، لہٰذا اس سے ترک رفعیدین پر قطعاً استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ ہے کہ محققین حنفیہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ حدیث ترک رفعیدین پر دلالت نہیں کرتی،
علامہ سندھی حنفیؒ فرماتے ہیں، وبهذه الرواية تبين ان الحديث مسوق للنهي عن رفع الايدي عند السلام اشارة الى الجانبين ولا دلالة فيه على النهي عن الرفع عند الركوع وعند الرفع منه، ولذلك قال النووي الاستدلال به على النهي عن الرفع عند الركوع وعند الرفع منه جهل قبيح وقد يقال العبرة لعموم اللفظ ولفظ مالهم رافعين ايديهم في الصلوة الى قوله اسكنوا في الصلوة عام فهو بناء الاستدلال عليه وخصوص المورد لا عبرة به الا ان يقال ذلك اذا لم يعارضه عن العموم عارض ولا يحمل على خصوص المورد وههنا قد صح وثبت الرفع عند الركوع وعند الرفع منه ثبوتا لا مرد له فيجب حمل هذا اللفظ على خصوص المورد توفيقا ودفعا للتعارض انتهى (تعلیق سندھی علی النسائی ص ۱۷۶)

یعنی خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حدیث جابر بن سمرہؓ سے نہی رفع ایدی بوقت سلام ہے اسمیں رفعیدین عند الرکوع وعند رفع الراس عن الرکوع سے نہی نہیں کی گئی اسلئے امام نووی شارح مسلم نے کہا ہے کہ جو شخص روایت جابر بن سمرہ سے متنازعہ فیہ رفعیدین کی نفی پر استدلال کرے وہ جہالت قبیحہ کا مرتکب ہے اور عموم نہی سے بھی متنازعہ فیہ رفعیدین پر استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ عام سے استدلال اسوقت صحیح ہے جبکہ کوئی خاص دلیل اسکے معارض موجود نہ ہو اور یہاں پر رفعیدین فی الصلوٰۃ پر بوقت رکوع اور رفع عن الرکوع خاص دلیل موجود ہے جسکا ثبوت بین طور سے ہے جو رد نہیں کیا جاسکتا پس نہی خاص اپنے مورد ہی پر محمول ہوگی دفعاً للتعارض،

حنفیہ کی دوسری دلیل

حدیث ابن مسعودؓ عن ابن مسعودؓ قال الا اصلی بکم صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرة وفی لفظ وکان یرفع یدیه اول مرة ثم لا یعود. اخرجه الترمذی وحسنه، وابوداؤد والنسائی وصححه ابن حزم۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اسی حدیث پر حنفیہ کا تمام تر دارومدار ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام محدثین میں سے صرف امام ترمذی اس کو حسن کہتے ہیں، یا علماء ابن حزم سے تصحیح نقل کرتے ہیں یا بقول حنفیہ ابن قطان مغربی نے صحیح کہا ہے، اور بس،

حنفیہ کی دوسری دلیل پر بحث

پہلی بحث متناً و سنداً اس پر محدثین کی بہت ساری جرحیں ہیں، لہذا یہ عرضِ استدلال میں پیش ہونیکے قابل نہیں، پہلی جرح تو یہ ہے کہ یہ سفیان ثوری کا وہم ہے، علل ابن ابی حاتم میں ہے، سألت ابی عن حدیث رواہ الثوری عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن ابن الاسود عن علقمة عن عبداللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام فکبر فرفع یدیہ ثم لم یعد قال ابی ھذا خطاء فقال وھم فیہ الثوری روی ھذا الحدیث عن عاصم جماعة فقالوا کلھم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم افتتح الصلوة فرفع یدیہ ثم رکع فطبق وجعلھما بین رکبتیہ ولم یقل احد ما رواہ الثوری انتھی علامہ زیلعی نے تخریج ہدایہ اور حافظ ابن حجر نے تلخیص میں بھی ابوحاتم کا یہ قول نقل کیا ہے۔

امام بخاریؒ نے وہم کی دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ عاصم سے عبداللہ بن ادریس بھی روایت کرتے ہیں، امام احمد بن حنبل یحیٰی سے نقل فرماتے ہیں، کہ ابن ادریس کی کتاب میں نے خود دیکھی ہے، اسمیں یہ لفظ موجود نہیں، سفیان کی یہ روایت زبانی ہے مسلمہ اصول ہے کہ کتاب کو حفظ پر ترجیح ہے، جزء رفع الیدین میں ہے، قال احمد بن حنبل عن یحیی بن ادم قال نظرت فی کتاب عبداللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب لیس فیہ ثم لم یعد، وھذا اصح لان الکتاب احفظ عند اھل العلم لان الرجل یحدث بشئ ثم یرجع الی الکتاب فیکون کما فی الکتاب انتھی

پھر امام صاحب ابن ادریس کی روایت نقل کرکے فرماتے ہیں ھذا ھو المحفوظ عند اھل النظر من حدیث بن مسعود انتھی، تلخیص الحبیر میں ہے قال احمد بن حنبل وشیخہ یحیی بن ادم ھو ضعیف نقلہ البخاری عنھما وتابعھما علی ذلک انتھی،

بعض حنفیہ نے ابوحاتم اور امام بخاریؒ امام احمدؒ کے اس اعتراض کے تین جواب دے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) ابن ادریس کی کتاب میں جو روایت ہے، اور ہے، ثوری کی روایت اور، اختلاف سیاق اس کی دلیل ہے،

(۲) سفیان۔ ابن ادریس سے احفظ ہے۔ اس لئے اسکو ترجیح ہے،

(۳) غایت مافی الباب لفظ لم یعد، ثقہ کی زیادتی ہے، جو مقبول ہوا کرتی ہے،

الجواب

پہلے جواب کا جواب الجواب تو یہ ہے کہ جب حدیث کے پہچان کرنے والے محدثین ان دونوں کو باوصف اختلاف سیاق کے، اتحاد پر محمول کرکے سفیان کی روایت کو وہم فرمارہے ہیں، تو یقیناً یہ وہم ہے، محدثین کے اس قسم کے حکم لگانے کو تعلیل کہتے ہیں، اسلئے کہ انکے پاس اس قسم کے قرائن و شواہد موجود ہوا کرتے ہیں جنکی بناپر وہ ایک ضعف کا حکم لگا دیتے ہیں،

چنانچہ مبادی میں بضمن تمہید، گذر چکا ہے کہ حدیث معلل و شاذ حجت نہیں ہوتی۔ امام بخاریؒ امام ابوحاتمؒ، امام ابوداؤد، صاحب سنن۔ سفیان کی روایت کو روایت مطول ابن ادریس کا مختصر بناتے ہیں، تو انکے مقابلہ پر کسی کا قول بلا دلیل قابل سماعت نہیں ہو سکتا، ابوداؤد میں ہے۔ صفحہ ۱۰۹ ج ۱

ھذا حدیث مختصر من حدیث طویل ولیس ھو بصحیح ھذا اللفظ انتھی۔

بعض حنفیہ نے لکھا ہے[1]، کہ ابوداؤد کا یہ قول سنن کے کسی قلمی یا مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہے۔ صرف مجتبائی کے حاشیہ پر ہے،

جواب اسکا یہ ہے کہ یہ قول یقیناً ابوداؤد کا ہے، علامہ ابن عبدالبرؒ تمہید شرح موطا میں لکھتے ہیں فان اباداؤد قال ھذا حدیث مختصر من حدیث طویل ولیس بصحیح علی ھذا المعنی

حافظ ابن حجرؒ تلخیص صفحہ ۸۳ میں لکھتے ہیں، وقال ابوداؤد لیس ھو بصحیح وقال العلامۃ الشوکانیؒ و نصرح ابوداؤد بانہ لیس بصحیح ا نیل صفحہ ۱۹۴ ج ۱ مشکوۃ صفحہ ۶۹ میں ہے وقال ابوداؤد لیس بصحیح علی ھذا المعنی

[1] ان بڑے بڑے معتبر علماء کی تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ابوداؤد کا قول ضرور ہے باقی جو بعض نسخوں میں موجود نہیں۔ تو ممکن ہے کہ کسی حنفی بزرگ کا تصرف ہو۔ ناظرین ہماری اس بات پر متعجب نہ ہوں، ان لوگوں کا یہ قدیمی طریق عمل ہے،

(۱) ابن ماجہ جو فاروقی مطبع میں طبع ہوئی تھی۔ بتصحیح مولوی فخرالحسن صاحب اسکی جلد اول صفحہ ۱۱ میں حدیث من کان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا جواب کا جواب یہ ہے کہ ابن ادریس کی روایت کی ترجیح کی دو وجہ ہیں۔ پہلی وجہ تو امام ابو حاتم نے بیان کی ہے۔ سفیان کی روایت کو عاصم سے، اسکے علاوہ ایک جماعت نے روایت کیا ہے کسی میں یہ لفظ نہیں، گویا سفیان اس لفظ میں اپنے جملہ ساتھیوں سے منفرد ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ابن ادریس کی روایت کتاب سے ہے، سفیان کی زبانی، اور کتابت کو حفظ پر ترجیح ہوا کرتی ہے۔

باقی رہا یہ خیال کہ سفیان اتنا بڑا آدمی ہو کر کیسے غلطی کر سکتا ہے، صحیح نہیں، کیونکہ وہم بڑے بڑے آدمیوں سے ہو جاتا ہے نسی ادم ونسیت ذریتہ اسی لئے قرآن مجید میں ہے لا تسئموا ان تکتبوا صغیراً او کبیراً الی اجلہ ذلکم اقسط عند اللہ واقوم للشہادۃ وادنی الا ترتابوا،

اس آیت سے بھی کتاب کو حفظ پر ترجیح ثابت ہوتی ہے۔ علامہ حازمیؒ لکھتے ہیں کہ کاتب کو حافظ پر بہر حال ترجیح ہے، مولانا محدث مبارکپوری ابکار المنن صہ ۲۰۸ میں کتاب الاعتبار سے نقل فرماتے ہیں،

ان یکون راوی احد الحدیثین مع حفظہ صاحب کتاب یرجع الیہ والراوی الاٰخر حافظ غیر انہ لا یرجع الی کتاب فالحدیث الاول اولی ان یکون محفوظاً لان الخاطر قد یخون احیاناً وقال علی

لہ امام فقراۃ الامام قرأۃ لہ، کو دیکھو، اسکی سند میں جابر جعفی کذاب اور اسکے استاد ابو زبیر ثقہ کے درمیان ایک واؤ کو بڑھا کر انہیں ابو الزبیر کے ہم سبق بنا دیا گیا ہے تاکہ ابو الزبیر کو جابر کا متابع بنا کر حدیث کو صحیح بنا لیا جائے حالانکہ قدیم قلمی نسخوں، اور مصری، اصح المطابع مطبوعہ میں یہ موجود نہیں، مولوی عبدالحی، زیلعی، طحاوی، ابن عدی، ابن عبدالبر، بیہقی و ابن حجر وغیرہ علماء محدثین نے اس روایت میں اسجگہ واؤ کو ذکر نہیں کیا۔

(۲) مولوی محمود الحسن صاحب کی تصحیح سے جو ابو داؤد مجتبائی میں طبع ہوئی ہے۔ اسمیں باب من کرہ القراۃ بفاتحۃ اذا جہر الامام بڑھا دیا گیا ہے جو دیگر قلمی یا مطبوعہ نسخوں میں نہیں۔

(۳) حافظ ابن حجر وغیرہ نے حاکم کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور صلعم تین رکعت وتر پڑھا کرتے ولم یقعد الا فی اٰخرھن۔ (فتح الباری) علامہ ذہبی نے بھی تلخیص مستدرک میں اس روایت کو حاکم سے نقل کیا ہے لیکن حیدر آباد کی مطبوعہ مستدرک میں یہ لفظ موجود نہیں، حالانکہ اسکے نیچے جو تلخیص ذہبی ہے اسمیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو بھی اڑا دیا گیا ہے،

(۴) حافظ ابن حجرؒ (تلخیص صہ) مولانا عبدالحیؒ حنفی زیلعی حنفی، (تخریج ہدایہ) مولانا خلیل احمد (بذل المجہود صہ) مولانا نیموی ؒ (آثار السنن) وغیرہ نے رفع یدین کی حدیث میں سنن بیہقی سے لفظ فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ تعالیٰ نقل کیا ہے لیکن حیدر آباد میں جو سنن بیہقی طبع ہوئی ہے اس سے یہ لفظ اڑا دیا گیا ہے۔ اب ناظرین خیال فرمائیں کہ ان حال کے حنفیہ کو جھوٹا کہیں یا قدیم علماء حنفیہ کو سچا کہیں ؎ تم ہی کہو راست کس کو مانوں + مژدہ قتل کو یا وصل کی تیاری کو ہیچ ہے، الغریق یتشبث بالحشیش وصدق جل وعلا ان الباطل کان زھوقا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن المدینی قال لی سیدی احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ لا تحدثن الا من کتاب انتہی
تیسری بات کا جواب یہ ہے کہ زیادتی ثقہ کی مطلقاً مقبول نہیں ہوا کرتی، اگر مطلقاً مقبول ہو تو کسی حدیث کی زیادتی پر معلل کا حکم لگانا صحیح نہ ہو، حالانکہ محدثین بسا اوقات ایسی حدیث کو معلل کہدیا کرتے ہیں، جسمیں زیادتی ہو، باوجودیکہ راوی ثقہ ہوتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ زیادتی ثقہ اسوقت مقبول ہوتی ہے جب اسپر کسی محدث نے وہم کا حکم نہ لگایا ہو؟ یہاں تو بڑے بڑے اکابر نقادان فن اسپر وہم کا حکم لگا رہے ہیں اس جگہ کیسے مقبول ہو سکتی ہے؟

علمار حنفیہ (زیلعی اور اسی کی تقلید میں نیموی، صاحب نور العینین وغیرہ) نے لکھا ہے کہ نسبت وہم میں اختلاف ہے، بخاری ابو حاتم تو سفیان کا اور ابن القطان نے وکیع کا بنایا ہے، اس لئے وہم کا حکم صحیح نہیں، بلکہ صاحب نور العینین نے تو یہ بھی لکھا ہے، کہ جرح متعین نہ ہونے کی وجہ سے جرح مبہم ہے، لہذا صحیح نہیں،

جواب اسکا اولا یہ ہے، کہ اگرچہ نسبت وہم میں اختلاف ہے، نفس وہم میں تو اتفاق ہے، کیونکہ تعلیل پر محدث بعض وقت مطلع ہوتا ہے لیکن اسکی وجہ وہ بیان نہیں کر سکتا، توجیہ میں غلطی ممکن ہے اسطرح یہ حکم ضعف مطروح نہیں ہو سکتا، ثانیاً اس جگہ امام بخاریؒ کا قول زیادہ معتبر ہے کیونکہ اسکی تائید ابو حاتمؒ اور ابو داؤدؒ نے بھی کی ہے اور اسپر دلائل ظاہر و باہر ہیں۔

ہاں۔ یہ بھی ان مولوی صاحب نے خوب کہی، کہ "جرح مبہم ہوگئی" کیوں صاحب! یہ کہاں لکھا ہے اکہ ایسی صورت میں جرح متعین نہ ہونیکی وجہ سے وہ جرح۔ جرح مبہم کے حکم میں ہو جاتی ہے ولنعم ما قیل وکم من عائب قولاً صحیحا، وآفتہ من الفهم السقیم،

عـ۵ بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ علل دارقطنی میں سفیان کی متابعت، ابو بکر نہشلی اور ابن ادریس نے کی ہے، لہذا سفیان کا وہم قادح نہیں ہو سکتا،

جواب اسکا یہ ہے کہ دارقطنی کی عبارت سے یہ بالکل معلوم نہیں ہوتا، کہ ابو بکر نہشلی اور ابن ادریس سفیان کے متابع ہیں، بلکہ صرف اتنا کہا ہے کہ یہ حدیث عاصم سے۔ ابو بکر اور ابن ادریس بھی روایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں، باقی یہ کہ لفظ کیا ہیں؟ یہ ذکر نہیں کیا۔ امام احمد صاحب کا فرمان، اوپر گذر چکا ہے کہ ابن ادریس کے لفظ اور ہیں اور سفیان کے اور، موافقت نفس روایت میں ہے نہ جمیع الفاظ میں ایسے متابعت نہیں کہتے۔ دلیل اسکی یہ ہے، کہ دارقطنی خود اسکی بابت فرما رہے ہیں لم یثبت (تلخیص صہ ۹۳)

یعنی یہ حدیث ثابت نہیں، نیز امام بیہقی فرماتے ہیں۔ لم یثبت عندی حدیث ابن مسعودؓ (سنن الکبریٰ للبیہقی صہ ۷۹ ج ۲)

دوسری جرح ترمذی شریف صہ ۵۳ میں ہے۔ قال عبداللہ بن المبارک قد ثبت من حدیث من یرفع وذکر حدیث الزہری عن سالم عن ابیہ ولم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ، یعنی عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ثابت نہیں، اور ابن عمرؓ کی حدیث ثابت ہو چکی ہے"

بعض علمائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن مبارک کا یہ قول حدیث قولی کے متعلق ہے، عبداللہ بن مسعودؓ کے فعل کے متعلق نہیں، ابن مسعودؓ کا فعل ثابت ہے کیونکہ ابن مسعود کے فعل کے وہ خود راوی ہیں، جیسے نسائی میں ہے،

جواب اسکا یہ ہے کہ حدیث دراصل ایک ہی ہے جیسے امام ابوداؤد کا قول مصرح ہے۔ اور امام بخاریؒ نے جزو رفع یدین میں صاف فرمایا ہے، اگرچہ بظاہر سیاق میں اختلاف ہے، مگر روایت بالمعنی کا رواج محدثین میں عام تھا، چنانچہ فعلی کا رجحان بھی قولی کی طرف ہے اسلئے محدثین کا خیال صحیح ہے علاوہ اسکے ابن مبارکؒ کا یہ کہنا کہ "رافعین کی حدیث ثابت ہے، اور تارکین کی نہیں" اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ابن مبارک کے نزدیک یہ حدیث کسی وجہ سے ثابت نہیں، کیونکہ معنیً فعلی حدیث بھی قولی ہے، ورنہ مقابلہ صحیح نہیں ہو گا پھر اسمیں ابن مبارکؒ منفرد نہیں علاوہ انکے ہمنوا دوسرے آئمہ محدثین بھی ہیں، امام بخاری جزو رفع الیدین میں لکھتے ہیں، ولم یثبت عند اھل النظر عمن ادرکنا من اھل الحجاز واھل العراق منھم عبداللہ بن الزبیر وعلی بن عبداللہ ویحیی بن معین واحمد بن حنبل واسحق بن راھویہ۔ وھؤلاء من اھل العلم من بین اھل زمانھم فلم یثبت عند احد منھم علم فی ترک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفع الایدی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا عن احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لم یرفع یدیہا نخفۃ

تیسری جرح حقیقت یہ ہے کہ حدیث ابن مسعودؓ کا مدار عاصم بن کلیب پر ہے، اور عاصم بن کلیب تفرد کی صورت میں قابل احتجاج نہیں، میزان میں ہے قال ابن المدینی لا یحتج بما انفرد بہ، چنانچہ علامہ ابن عبد البرؒ بھی تمہید میں لکھتے ہیں کہ "یہ حدیث بوجہ تفرد عاصم ضعیف ہے" اسلئے اسکے ارد گرد اگرچہ کتنے رواۃ جمع ہو جائیں، اسجگہ کے تفرد کیوجہ سے درجہ احتجاج سے ساقط ہی بعض علماء حنفیہ نے عاصم کا تفرد مٹانے کے لئے، اس حدیث کے دو اور طرق نقل کئے ہیں تاکہ وہ دونو طریق عاصم کے متابع بنائے جا سکیں، وہ یہ ہیں

(۱) روایت مسند ابو حنیفہؒ حماد عن ابراھیم عن علقمہ والاسود عن ابن مسعود، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرفع یدیہ الا عند افتتاح الصلوٰۃ ولا یعود لشیٔ من ذلک۔

(۲) عن ابن مسعودؓ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکرؓ وعمرؓ فلم یرفعوا ایدیھم الا عند افتتاح الصلوٰۃ (دارقطنی)

جواب

امام صاحب کی کوئی حدیث کی کتاب دنیا میں موجود نہیں، انکی روایات جو چند ہیں، وہ کتاب الآثار وغیرہ میں آگئی ہیں، مسند جو امام صاحب کے نام پر مشہور ہے یہ تو بہت مدت بعد کی ہے بعض ۳۰۰ھ بعض ۳۲۲ھ میں جمع کی گئی ہیں، حافظ صاحب تعجیل المنفعۃ میں لکھتے ہیں وکذلک مسند ابی حنیفۃ توھم انہ جمع ابو حنیفۃ ولیس کذلک والموجود من حدیث ابی حنیفۃ انما ھو کتاب الآثار واشیاء اخری انتھی۔

پس پہلے امام صاحب تک اس حدیث کی سند بیان کیجائے اسقدر نقل سے کچھ نہیں ہوتا، یہ تو ایسے ہے جیسے کوئی بلا سند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک بات لگا کر کہدے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کیا وہ تسلیم کرلی جائے گی؟ اگر یہ روایت امام صاحب سے مروی ہوتی تو امام صاحب کے شاگرد امام محمدؒ ضرور اسے اپنی کتب میں نقل کرتے خصوصاً جبکہ یہ ایک مناظرہ میں بھی ذکر ہو کر مشہور ہو چکی ہو جسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آجکل فخریہ پیش کیا جاتا ہے (حالانکہ اسکی حیثیت ایک کہانی سے بڑھکر نہیں)۔
خلاصہ یہ کہ یہ روایت متابعت کے قابل نہیں، بلکہ خود بلا سند ہونیکی وجہ سے کسی کام کی نہیں
(۲) دارقطنی نے خود اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ لکھتے ہیں تفرد بہ محمد بن جابر وکان ضعیفا عن حماد عن ابراھیم ابن جوزیؒ کہتے ہیں، محمد بن جابر کیوجہ سے یہ روایت موضوع (بناوٹی) ہے محمد بن جابر بہت گرا ہوا راوی ہے۔ میزان میں ہے (صفحہ ۲۲۴ ج ۳) ضعفہ ابن معین والنسائی وقال البخاری لیس بالقوی وقال ابوحاتم ساء حفظہ فی الاخر وذھبت کتبہ وقال احمد لا یحدث الا شیء منہ وقال ابن حبان کان اعمی یلحق فی کتبہ مالیس من حدیثہ ویسرق انتھی ملخصًا
اگرچہ بعض علمار نے اسے صدوق فی مکۃ والیمامہ کہا ہے، لیکن جرح تعدیل پر مقدم ہوا کرتی ہے خصوصًا جب مفسر ہو، سوء حفظ، الحاق، وضع، سب جرحیں مفسر ہیں۔ اسکے علاوہ بعض معدلین صرف مکہ یمامہ ہیں صدوق کہہ رہے ہیں، اس سے اسکا مطلق صدوق ہونا نہیں معلوم ہوتا ممکن ہے جھوٹ بولتا ہو، جیسا علما فرماتے ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ بڑے بڑے لوگوں نے اس سے روایت لی ہے سو یہ توثیق کی کوئی دلیل نہیں، کیونکہ جرح کے باوجود ائمہ کا روایت لینا ثابت ہے کتاب العلل (ص ۲۳۶) امام ترمذیؒ میں ہے وقد تکلم یحیی بن سعید القطان فی محمد بن عمرؒ ثم روی عنہ
دیکھیے امام ابوحنیفہ جابر جعفی سے روایت کرتے ہیں لیکن کذاب بھی کہتے ہیں (فتح الباری وغیرہ)
بعض علمائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ ابن جوزی نے گو موضوع کہا ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ نے القول المسدد (۹۶) میں کہا ہے کہ محمد بن جابر ضعیف ہے، متہم بالکذب اور واضع نہیں، اسلئے یہہ حدیث موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہے۔
جواب اسکا ہے کہ حافظ صاحب نے قول المسدد میں بالکل نہیں فرمایا حقیقت یہ ہے، کہ القول المسدد جو حیدرآباد میں طبع ہوئی ہے کسی شخص مولوی صبغۃ اللہ صاحب حنفی نامی نے اسکی ذیل لکھی ہے ذیل کے مذکورۂ بالا صفحہ میں یہ عبارت ہے۔ گویا یہ مولوی صبغۃ اللہ حنفی کا قول ہے، حافظ صاحب کی کتاب کئی صفحے اس سے پہلے ختم ہو چکی ہے۔ باقی میزان میں اسیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جرح مفسر موجود ہے جو ابن جوزی کی صاف موید ہے، چنانچہ ص۱۱۱ پر گذر چکا ہے قال جعفر بن محمد الاذنی سمعت محمد بن عیسی یقول قال اخی اسحق بن عیسی ذاکرت محمد بن جابر ذات یوم بحدیث شریک عن ابی اسحق فرایتہ فی کتابہ قد الحقہ بین السطرین کتابا طریا انتہی (میزان) ان نقادان فن کی تصریحات کی موجودگی ہیں مولوی صبغۃ اللہ حنفی کا قول کس طرح صحیح کہا جاسکتا ہے، بعض علمائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ محمد بن جابر کو ضعیف کہنا محل تامل میں ہے اسلئے کہ ابو حاتم نے اسکو ابن لہیعہ پر ترجیح دی ہے ابن لہیعہ کی حدیث کو اصحاب سنن نے حسن کے درجہ میں کہا ہے، ہیثمی لکھتے ہیں کہ بہت سارے لوگوں نے اس سے احتجاج کیا ہے امام احمد اسے ثقہ کہتے ہیں، لہذا محمد کی حدیث کو بھی درجہ حسن میں ہونا لازم ہے"

جواب اسکا اولا تو یہ ہے کہ ابن لہیعہ کے بارہ میں جرح صرف اسقدر ہے کہ اسکی کتابیں جل گئی تہیں اوائل میں جن لوگوں نے اس سے روایت لی ہے انمیں وہ حجت ہے آخر عمر والی روایات حجت کے قابل نہیں، ترمذی وغیرہ کا حسن کہنا اسی پر محمول ہوگا۔ میزان میں صاف تصریح ہے کہ اوائل کی روایات میں حجت ہے (ص۶۲) اسپر جھوٹ وغیرہ کا الزام کسی نے نہیں لگایا محمد بن جابر کے بارہ میں جرحیں مفسر ہیں، اور کسی نے نہیں کہا، کہ اسکی اوائل قابل حجت ہیں، ممکن ہے، ابو حاتم کو اسکے حالات کا زیادہ علم نہ ہو والجرح مقدم علی التعدیل سیما اذا کان مفسرا،

ثانیا امام احمد بھی ابن لہیعۃ کو ضعیف کہتے ہیں، میزان میں ہے وقال حنبل سمعت اباعبداللہ یقول ما حدیث ابن لہیعۃ بحجۃ وانی لاکتب کثیرا مما اکتب لاعتبر بہ ویقوی بعضہ بعضا انتہی

تنبیہ

حدیث جہر بسم اللہ کی سند میں محمد بن جابر واقع ہے جو شافعیہ کی دلیل ہے زیلعی حنفیؒ اسپر لکھتے ہیں فان محمد بن جابر تکلم فیہ غیر واحد (تخریج ہدایہ ص۱۷۴ج۱)

علاوہ اسکے متابعت کے لئے اتحاد اسناد شرط ہے، اس جگہ عاصم کا سیاق اور ہے، محمد بن جابر کا اور، اسیوجہ سے عاصم کے طریق کو ابن جوزیؒ نے ضعیف کہا ہے لیکن محمد بن جابر کے طریق کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن جوزی موضوع کہتے ہیں، حافظ ابن حجر تلخیص ص۸۳ میں لکھتے ہیں وھؤلاء کلھم انما طعنوا کلھم فی طریق عاصم بن کلیب اما طریق محمد بن جابر فذکرھا ابن الجوزی فی الموضوعات انتھی

خلاصہ

یہ ہے کہ اس حدیث کا مدار عاصم پر ہے، اسی وجہ سے اکابر محدثین نے اسکا مدار عاصم پر قرار دیا ہے، علامہ ابن عبد البر مالکی تمہید شرح موطا میں فرماتے ہیں وحجۃ الکوفیین ومن قال بقولھم فی ترک رفع الیدین فی الصلوۃ ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ فی الاحرام ثم لا یعود روی ذلک من وجھین احدھما حدیث ابن مسعود والاخر حدیث البراء وھی من اثار معلولۃ ضعیفۃ عند اھل العلم بالحدیث اما حدیث ابن مسعود فانفرد بہ عاصم بن کلیب واضطرب فیہ ولیس ممن یحتج بما انفرد بہ انتھی بقدر الحاجۃ کذا فی الابکار ص۲۰۳

لہذا بوجہ تفرد عاصم یہ روایت ضعیف ہے، قابل حجت نہیں۔

اگر کوئی کہے کہ عاصم کو حافظ صاحب نے صدوق لکھا ہے، اور بہت سے ائمہ نے اسکی توثیق کی ہے **تو جواب** یہ ہے کہ معدلین نے گو تعدیل کی ہے لیکن ابن مدینی کے قول کی انہوں نے تردید نہیں کی اور نہ ابن مدینی نے اسکے ثقہ ہونے کی نفی کی ہے۔ لہذا اسمیں تعارض نہیں اور ابن مدینی کا قول اپنے مدلول میں بحال رہا۔

امام ابن حبانؒ کا فرمان

ابن حبانؒ فرماتے ہیں یہی ایک روایت ہے جو کچھ نہ کچھ کوفیوں کا مستدل ہو سکتی ہے، لیکن حقیقت میں بہت گری ہوئی ہے۔ اسمیں ایسی علل ہیں، جو اسے باطل کر رہی ہیں۔ تلخیص ص۸۳ میں ہے ھذا احسن خبر روی لاھل الکوفۃ فی نفی رفع الیدین فی الصلوۃ عند الرکوع وعند الرفع منہ وھو فی الحقیقۃ اضعف شئی یعول علیہ لان لہ عللا تبطلہ انتھی۔

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی کہے کہ ابن حزم نے اسے صحیح کہا ہے

تو جواب اسکا یہ ہے کہ بحکم الجرح مقدم علی التعدیل۔ انکی تصحیح کا کوئی اعتبار نہیں۔ ممکن ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن حزم نے بلحاظ سند کے صحیح کہا ہو جیسے دارقطنی کی عبارت منقولہ کتاب العلل (اگر وہ صحیح ہو تو) سے پتہ چلتا ہے اور صحت سند، صحت متن کو مستلزم نہیں، اگرچہ امکان صحت متن کا بھی ہے لیکن کبار علماء محدثین کا اسے غیر صحیح کہنا، اور خود دارقطنی کا قول لم یثبت (تلخیص) باوجود تصحیح سند کے، صاف اس پر دال ہے کہ اس جگہ صحت متن مراد نہیں، بحیرہ راہب کے قصہ کی بابت حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اسکے راوی ثقہ ہیں ترمذی نے حسن کہا ہے، لیکن اسمیں ایک لفظ منکر ہے رجالہ ثقات فیہ منکر سوی ھذا اللفظ فیحتمل انھا مدرجۃ فیہ انتھی (فتح) یعنی حدیث بعض دفعہ بوجہ سند کہیں صحیح و حسن ہوتی ہے مگر متناً ضعیف و منکر ہوتی ہے

حنفیہ کی دوسری دلیل پر دوسری بحث

اگر بالفرض حضرت ابن مسعودؓ سے حدیث فعلی کو صحیح تسلیم کر لیا جائے، تو زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ ابن مسعودؓ نے رفعیدین نہیں کی، باقی رہی یہ بات کہ حضور صلعم نے بھی نہیں کی، اسپر حدیث نص نہیں اگرچہ ظاہر یہی ہے، کیونکہ ضروری نہیں کہ ابن مسعود کا ہر فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہو لہذا یہ مرتبہ نص کا نہیں رکھتا۔ ہاں ظاہر کا مرتبہ رکھتا ہے، اگرچہ معرض استدلال میں دونوں پیش ہو سکتے ہیں لیکن حسب قواعد اصول فقہ عند التعارض نص کو ظاہر پر ترجیح ہو گی، کیونکہ احادیث رفع (مالک ابن عمر وغیرہ) اپنے مدلول میں نص ہیں اور حدیث ترک ظاہر،

دیکھو حدیث جہر بسملہ کے بارہ میں جو نسائی وغیرہ میں ہے کہ ابو ہریرہؓ نے نماز میں بسم اللہ جہر پڑھی بعد میں کہا "یہ نماز حضور صلعم کی نماز کے مشابہ ہے" اسکا جواب حنفیہ اور امام ابن تیمیہؒ نے یہی دیا ہے کہ یہ حدیث نص نہیں۔ ظاہر ہے مگر عند التعارض نص کو ظاہر پر ترجیح ہو گی۔

اس وجہ سے بھی احادیث رفع کے مقابلہ میں یہ کچھ حقیقت نہیں رکھتی، اور احادیث رفع کو اسپر ہر حیثیت ترجیح ہے

حنفیہ کی دوسری دلیل پر تیسری بحث

اولاً حضرت ابن مسعود کی حدیث کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے پہلی رفع بلیغ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہو اور باقی جگہ صرف صدر تک ہاتھ اٹھائے ہوں، راوی نے رفع الی الصدر کو عدم رفع سے تعبیر کرلیا، جیسے صلاو پر گذر چکا ہے ان رفعکم ایدیکم الخ

اور اول دفعہ رفع بلیغ کا ثبوت احادیث سے ملتا ہے، عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوٰۃ رفع یدیہ مدا رواہ الخمسۃ الا ابن ماجۃ (منتقی ص۵۵)

یہ معنی کرنے سے تطبیق ہو جاتی ہے، ثانیاً احتمال ہے کہ رفع ابتداء امر میں ہو بعد میں حضور اکرم صلعم نے جہاں تطبیق بین الرکبتین کو منسوخ فرمایا وہاں آپ نے ابتدائی ترک رفع پر رفعیدین بوقت رکوع و بوقت عن الرکوع کو زیادہ کیا مگر عبداللہ بن مسعودؓ پر مسئلہ منسوخیت تطبیق بین الرکبتین اور مسئلہ رفعیدین بوقت رکوع و رفع الراس عن الرکوع مخفی رہے کما قال البیھقی وقد یکون ذلک فی ابتداء قبل ان یشرع رفع الیدین فی الرکوع ثم صار التطبیق منسوخا وصار الامر فی السنۃ الی رفع الیدین عند الرکوع و رفع الراس منہ جمیعا وخفیا جمیعا علی عبداللہ بن مسعودؓ (معرفۃ السنن قلمی)

حنفیہ کی دوسری دلیل پر چوتھی بحث

اس حدیث کے الفاظ میں اختلاف ہے بعض روایات میں لا یعود ہے اسکے ایک معنی تو وہی ہیں جنپر بحث ہے دوسرے یہ بھی احتمال ہے کہ اسمیں دوسری رکعت کے اٹھتے وقت رفعیدین کی نفی کی گئی ہو کیونکہ دوسری کا ابتدا پہلی کے ابتداء سے مشابہ ہے، نظیر سے نظیر کی طرف انتقال ذہن ممکن ہے، بذل المجہود میں مولانا خلیل احمدؒ نے اس تاویل کی گنجائش کو تسلیم کیا ہے، اگرچہ اسکا جواب دینے کی کوشش کی ہے لکھتے ہیں لا احتمال التاویل المشہور بان معنی لا یعود عدم الرفع فی ابتداء الرکعۃ الثانیۃ کما کان فی الاول ذکرہ صاحب الفتوحات ونقل عنہ صاحب تنویر العینین انتھیٰ، اور بعض میں یہ لفظ ہیں لم یرفع یدیہ الا مرۃ، صاحب بذل المجہود لکھتے ہیں کہ اس لفظ میں تاویل کی گنجائش نہیں، حالانکہ اسمیں بھی تاویل کا احتمال ہے کہ صرف ایک ہی دفعہ ہاتھ اٹھائے دو تین دفعہ نہیں شیخ ابن عربی لکھتے ہیں، وغایۃ المفہوم من حدیث ابن مسعودؓ والبراء انہ کان علیہ السلام یرفع یدیہ عند الاحرام مرۃ واحدۃ لا یزید علیھا ای انہ رفع مرۃ واحدۃ لم یصنع ذلک مرتین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عند الاحرام انتھی (فتوحات مکیہ ص ۱۴۳۳ ج ۱)

یعنی عبداللہ بن مسعودؓ نے تکبیر تحریمہ کے وقت صرف ایک دفعہ رفعیدین کی ہے، نہ زیادہ بار، جیسے عیدین کے شروع میں حنفیہ بھی کرتے ہیں اول مرۃ کا یہ معنی ہے۔ کہ تکبیر تحریمہ میں ایک دفعہ" بعد کی نفی کا ذکر نہیں، بعد کی نفی تسلیم بھی کر لی جائے تو رفع بلیغ کی نفی کا احتمال قوی ہے، پس ان احتمالات کی موجودگی میں اس حدیث سے ترک پر استدلال بلکہ رفعیدین کے نسخ کا قائل ہونا، قابلیتِ علمی کی نفی کی دلیل اور صریح تعصب، وحمیت مذہبی ہے!

کیونکہ علامہ علی قاری حنفی فرماتے ہیں ان الاستدلال لا یصح مع الاحتمال (مرقات شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر ص ۲۶۷ ج ۲)

حنفیہ کی دوسری دلیل پر پانچویں بحث

مانا کہ حدیث صحیح، یہ بھی تسلیم کہ ظاہر کا نص سے تعارض نہیں، فرض کر لو کہ ابن مسعودؓ بھولے نہیں ان امور کے فرض کر لینے کے بعد بھی زیادہ سے زیادہ اس سے ترک ثابت ہوتا ہے جس پر سنت کو ترجیح ہے، یعنی غایت یہ کہ کبھی آپ نے اسطرح بھی نماز پڑھی، پس فعل کو ترک پر ترجیح ہوگی فلا تعارض بین الفعل والترک لان مجرد الترک لا یدل علی نسخ الجواز (فتح الباری ص ۱۵۱)

حنفیہ کی تیسری دلیل

حدیث برا بن عازبؓ عن البراء بن عازب قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر لافتتاح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی یکون ابھامیہ قریبا من شحمۃ اذنیہ ثم لا یعود رواہ الطحاوی باسانید مختلفۃ وکذا ابوداؤد والدارقطنی وابن عدی واحمد وابن ابی شیبۃ والبخاری فی جزءہ

حنفیہ کی تیسری دلیل کا پہلا جواب

یہ حدیث بوجہ ضعیف ہونے کے معرض احتجاج و استدلال میں پیش نہیں ہو سکتی، وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے، ثم لا یعود کا لفظ انکی طرف سے درج ہے، اصل حدیث میں یہ لفظ نہیں، مکہ میں جب یہ حدیث سنایا کرتا تھا اس لفظ کو ذکر نہیں کیا کرتا تھا کوفہ میں گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اسے سکھایا گیا، پھر ذکر کرنے لگ گیا، محدثین کرام سب کے سب متفقہ طور پر ثم لا یعود کو مدرج کہتے ہیں، تلخیص الحبیر صـ۸۳ میں ہے، واتفق الحفاظ علی ان قولہ ثم لم یعد مدرج فی الخبر من قول یزید بن ابی زیاد ورواہ عنہ بدونہا شعبۃ والثوری وخالد الطحان وزھیر وغیرھم من الحفاظ وقال الحمیدی انما روی ھذہ الزیادۃ یزید، ویزید، یزید، وقال عثمان الدارمی عن احمد بن حنبل لایصح وکذا ضعفہ البخاری واحمد ویحیی والدارمی والحمیدی وغیر واحد وقال یحیی بن محمد بن یحیی سمعت احمد بن حنبل یقول ھذا حدیث واھی قد کان یزید، یحدث بہ برھۃ من دھرہ لایقول فیہ ثم لا یعود فلما لقنوہ تلقن فکان یذکرھا انتھی،

تخریج ہدایہ صـ۱/۲۱۰ میں زیلعی حنفی لکھتے ہیں، قال ابن حبان فی کتاب الضعفاء یزید بن ابی زیاد کان صدوقا الا انہ لما کبر تغیر فکان یلقن فیتلقن فسماع من سمع منہ قبل دخولہ الکوفۃ فی اول عمرہ صحیح وسماع من سمع منہ فی اخر قدومہ الکوفۃ لیس بشیٔ انتھی، جزء رفع الیدین صـ۹ میں ہے، قال سفیان لما کبر الشیخ لقنوہ ثم لم یعد فقال ثم لم یعد،

بعض حنفیہ[1] نے لکھا ہے کہ "یزید ثقہ ہے" ابوزرعہ کہتے ہیں، یکتب حدیثہ، حافظ ذہبی کہتے ہیں، صدوق، روی الحفظ، علامہ عینیؒ نے کچھ اقوال نقل کئے ہیں، جنسے معلوم ہوتا ہے، کہ یزید ثقہ ہے حافظ ابن حجر کا ضعیف کہنا دو احتمال رکھتا ہے، ایک تو یہ کہ مطلقاً ضعیف کہا ہو، دوسرا یہ کہ آخر عمر

---

[1] نور العینین صـ۵۹ سلف تعجب ہے یا تو ان لوگوں کو اپنی کتابوں پر نظر نہیں یا عمداً چشم پوشی کر جاتے ہیں دیکھئے اسی یزید کے متعلق فتح القدیر شرح ہدایہ صـ۱/۲۰ میں لکھا ہے، ویزید ضعفہ علی ویحیی وابن المبارک وابو حاتم والبخاری والنسائی وقال ابن حبان کان صدوقا الا انہ لما کبر تغیر حفظہ فکان یتلقن الخ اسی طرح عقود الجواہر المنیفۃ والے حنفی مصنف نے لاتعود کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے (صـ۱/۶۴)

اسی طرح مولانا خلیل احمد بذل المجہود میں ترمذی کی تحسین پر نظر کرتے ہوئے لکھتے ہیں (حدیث یقتل المحرم السبع الخ کی بابت) وفیہ یزید بن ابی زیاد وھو ضعیف وان حسنہ الترمذی الخ اسی طرح تحسین ترمذی کی بابت مولانا انور شاہ فرماتے ہیں، حسن الترمذی حدیث ابراھیم بن یزید وھو متکلم فیہ عند الاکثر ولذا قیل ان تحسین الترمذی لین ولعلہ یحسن الحدیث نظراً الی متابعۃ وشواھدہ العرف الشذی صـ۳۳۴) ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کلام کیا ہو، پہلا احتمال تو غلط اور دوسرا صحیح ہے پس یزید کی روایت ضعیف نہیں)"
جواب اسکا یہ ہے کہ صرف ان اقوال سے یزید کا ثقہ ہونا، خصوصاً اس روایت کا محتج بہ ہونا، ثابت نہیں ہوتا، اولاً اسلئے کہ معدلین جنکا عینی نے ذکر کیا ہے ائمہ جارحین کے مقابلہ میں ان کی اتنی بڑی حیثیت نہیں الجرح مقدم علی التعدیل سیما اذا کان من عارف باسباب قاعدہ مسلمہ ہے ابن معین خود لکھتے ہیں لیس بالقوی لا یحتج بہ (میزان صفحہ ۲۷۲ ج ۳) جارحین میں بخاری، ابن معین ابن حنبل، نسائی، ابوزرعہ، جیسی ہستیاں ہیں،
ثانیاً ابوزرعہ اگر یکتب حدیثہ کہتے ہیں، تو لا یحتج بہ (تہذیب التہذیب) (اس سے حجت نہ پکڑی جائے بھی فرماتے ہیں۔ حافظ ذہبی کا یہ قول میزان میں تو ہے نہیں کہیں ہو تو اسکا یہ مطلب ہے کہ عمداً جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ خرابی حافظ کی وہ خود تصریح فرماتے ہیں، امام نسائی فرماتے ہیں۔ ضعیف یخطئ ابن عدی کہتے ہیں مع ضعفہ یکتب حدیثہ، حافظ صاحب تقریب میں فرماتے ہیں (جسمیں باقرار حنفی مولف نور العینین انہوں نے اعدل اقوال لکھنے کا التزام کیا ہے،) یزید بن ابی زیاد الہاشمی مولاھم الکوفی ضعیف کبر فتغیر صار یتلقن وکان شیعیاً
ثالثاً یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حافظ صاحب نے تمام عمر نہیں بلکہ صرف آخر عمر والی روایات کو ضعیف کہا ہو، تو روایت متنازعہ فیہ میں قطعاً مفید نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ روایت آخر عمر کی ہے جیسے محققین کے اقوال اوپر گذر چکے ہیں انکی زبردست تائید اس سے ہوتی ہے کہ یزید بیچارے کو خود اس لفظ کا روایت کرنا یاد نہیں، کوفہ میں اگر سکھے سکھائے۔ کہدیا، حافظہ اسقدر کمزور ہو گیا کہ اگر کسی نے آکر پوچھا کہ یہ لفظ آپنے کہا ہے؟ فرمایا مجھے یاد نہیں چنانچہ دارقطنی میں یہ واقعہ مفصل مذکور ہے،
علی بن عاصم کہتے ہیں کہ مینے یہ روایت محمد بن ابی لیلی سے سنی، جسمیں ثم لم یعد نہ تھا، میں کوفہ گیا، معلوم ہوا کہ یزید زندہ ہے، اس سے جا کر روایت کی تو اسنے اس لفظ کو ذکر نہ کیا، مینے کہا، مجھے محمد بن ابی لیلی نے آپسے یہ روایت بتلائی، تو اسمیں ثم لم یعد کہا، فرمانے لگے، "مجھے یاد نہیں" پھر مینے اسی بات کو پھر دہرایا، پھر فرمایا، "مجھے یاد نہیں" دارقطنی صفحہ ۱۱۱ میں ہے؛ قال علی فلو اقدمت الکوفۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قيل لي ان يزيد حي فاتيته فحدثني بهذالحديث وليس فيه ثم لا يعود فقلت له اخبرني ابن ابي ليلي انك قلت ثم لم يعد قال لا احفظ هذا فعاودته فقال ما احفظه انتهى هكذا في التلخيص ص۸۲

اسیوجہ سے امام بیہقی لکھتے ہیں، ویدل علی انہ تلقنہا ان اصحابہ القدماء لم یاثروھا عنہ مثل سفیان الثوری وشعبۃ وھشیم وزھیر وغیرھم وانما اتی بھا فیہ من سمع منہ باٰخرہ وکان قد تغیر واختلط کذا فی تخریج الھدایہ اللزیلعی الحنفی،

بعض حنفیہ نے لکھا ہے، یزید ثقہ ہے، زیادتی ثقہ کی مقبول ہوا کرتی ہے، محدثین کا اسکی زیادتی کو ادراج کہنا صحیح نہیں، اسی طرح سفیان عاصم بن کلیب بھی ثقہ ہیں ابن مسعودؓ کی روایت میں انکی زیادتی بھی مقبول ہے، لہذا ابن مسعود کی حدیث بھی صحیح اور براء کی روایت میں بھی کوئی ضعف نہیں،

جواب اسکا یہ ہے کہ یہ بناء فاسد علی الفاسد ہے۔ یزید بن ابی زیاد ثقہ نہیں ضعیف ہے۔ خصوصاً اس کی اس روایت کا تو کچھ اعتبار ہی نہیں، جبکہ وہ خود انکاری ہے ابن مسعودؓ کی روایت بھی ضعیف ہے، کما مر مفصلاً، باقی رہا زیادتی ثقہ کا قبول عدم قبول، سو ثقہ کی زیادتی مطلقاً قبول نہیں ہوتی، کسی جگہ ہوتی ہے۔ اور کسی جگہ نہیں، کیونکہ ثقہ غلطی کرجاتا ہے ان الثقۃ قد یغلط مشہور مقولہ ہے۔ تخریج زیلعی میں ہے، فلنا لیس ذلک (ای قبول الزیادۃ من الثقۃ) مجمعاً علیہ وفیہ خلاف مشہور فمن الناس من یقبل زیادۃ الثقۃ مطلقا ومنھم من لا یقبل والصحیح التفصیل وھو انھا تقبل فی موضع دون موضع ومن حکم ذلک حکما عاما فقد غلط انتھی

عموماً ہر مقام میں زیادت ثقہ کے مقبول نہ ہونیکی وجہ یہی ہے کہ ثقہ سے بھی بعض اوقات وہم اور غلطی ہوجاتی ہے یہی وجہ ہے کہ بعض مقام میں زیادت ثقہ، یقیناً خطا اور غلط ہوتی ہے اور بعض مقام میں اسکے خطا اور غلط ہونیکا ظن غالب ہوتا ہے۔ انکی بہت ساری مثالیں ملسکتی ہیں اسپر قدرے بحث بعنوان "مبادی" گذر چکی ہے،

بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ یزید سے مندرجہ ذیل راوی اس لفظ کو ذکر کرتے ہیں، اسماعیل دارقطنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی، (د ») شریک (ابوداؤد) ہشیم (مسند احمد) اسرائیل (بیہقی) وکیع و خالد (طحاوی) اس سے معلوم ہوا کہ بخاری وبیہقی وغیرہ کا قول صحیح نہیں،

جواب اسکا اولاً یہ ہے کہ ان راویوں میں، خالد اور ہشیم کے سوا سب کوفی ہیں، حسب تصریح ماہران فن علل وحدیث یزید کے کوفی شاگردوں کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ کوفہ میں جب اسکو یہ لفظ سکھایا گیا، تو بوجہ خرابی حافظہ وہ اسے روایت کرنے لگ گیا، بڑے بڑے کوفیوں نے استاد کے موافق روایت کرنا شروع کر دیا، ہاں ہشیم بیشک واسطی ہے لیکن اسکا سماع یزید سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا، میزان الاعتدال میں ہے لم یسمع من یزید بن ابی زیاد، خالد کا پتہ نہیں کون ہے، بہر کیف اس روایت کا مدار اہل کوفہ پر ہے، کوفہ میں یزید نے سکھلانے سے یہ لفظ زیادہ کیا ہے اور اسکو علم بھی نہیں،

ثانیاً کوفی ہونیکے علاوہ ان روات میں کچھ کلام بھی ہے، ہشیم واسطی میزان میں ہے قال احمد لم یسمع من یزید بن ابی زیاد ولا من عاصم بن کلیب ولا من الحسن بن عبداللہ ولا من ابن خلدۃ ولا من سیار، ولا من علی بن یزید، وسمی جماعۃ قال قد حدث عنہم، قلت کان مذہبہ جواز التدلیس انتہی تقریب میں ہے ثقۃ ثبت کثیر التدلیس والارسال،

اسماعیل کوفی، صدوق یخطی قلیلاً (تقریب) قال احمد مرۃ ضعیف الحدیث روی مرۃ عن ابن معین، ضعیف ومرۃ ثقۃ، (میزان)

اسرائیل کوفی، ابن معین کہتے ہیں، ضعیف، (میزان) تقریب میں ہے ثقۃ تکلم فیہ بلا حجۃ انتہی، -

شریک صدوق یخطی کثیراً تغیر حفظہ منذ ولی قضاء الکوفۃ، (تقریب) عن المبارک لیس حدیث شریک بشئ قال الجوزجانی سیئ الحفظ مضطرب الحدیث روی علی عن یحیی تضعیفہ،

محمد بن ابی لیلی، صدوق سیئ الحفظ جداً، اس میں مندرجہ ذیل آئمہ نے کلام کیا ہے، امام احمد ابوزرعہ، شعبہ، یحیی القطان، یحیی بن معین، نسائی، دارقطنی، ابن حبان، (میزان)

بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ محمد بن ابی لیلی کو حافظ صاحب نے صدوق لکھا ہے اور یہ لفظ وہ طبقہ رابعہ والوں کو لکھا کرتے ہیں اسکے معدلین بھی ہیں۔ صرف آخر عمر میں اسکا حافظہ متغیر ہو گیا تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وکیع جواس سے روایت کرتا ہے یہ قبل تغیر کا راوی ہے، سو اولاً تو یہ مختلف فیہ ہونیکی وجہ سے حسن الحدیث ہے، ثانیاً غایت سے غایت اسکا ضعف آخر عمر میں ہے، اول میں نہیں،

جواب اسکا یہ ہے کہ جن مولوی صاحب نے یہ لکھا ہے، وہ فن رجال سے ناواقف ہے اسنے تقریب کو دیکھا نہیں اولاً تو حافظ صاحب نے صدوق سیئ الحفظ جداً لکھا ہے اور ایسے لوگونکو وہ طبقہ خامسہ کا مرتبہ دیتے ہیں، یہ آں مولوی صاحب نے مغالطہ دیا ہے، یا خود مغالطہ کھایا ہے ثانیاً تہذیب تقریب، میزان میں تو کسی جگہ نہیں ہے کہ محمد کا آخر عمر میں حافظہ متغیر ہوگیا تھا، ان میں تو مطلقاً سیئ الحفظ لکھا ہے، یہ بھی ان مولوی صاحب کی دوسری غلطی ہے،

ثالثاً وکیع کو قبل از تغیر کا شاگرد بتلانا، بنا برفاسد علی الفاسد ہے، اور یہ تیسری غلطی ہے، اسکے علاوہ محمد نے وکیع کو یہ روایت اپنے حافظہ سے سنائی ہے کما قال البخاریؒ۔

رابعاً معدلین کی تعدیل صرف اتنی ہے کہ کوئی فقیہہ کہتا ہے، کوئی اسی قسم کے اور لفظ، مگر جارحین حافظہ کیوجہ سے کہتے ہیں، تطبیق ممکن ہے کہ ویسے تو سچا ہے۔ عمداً جھوٹ نہیں بولتا، خرابی حفظ کی وجہ سے غلطی ہوجاتی ہے اور ہے بھی نیک آدمی، اس سے حدیث میں محتج بہ اور متابعت میں قابل اعتبار ہونا کہاں سے لازم آتا ہے؟ باقی کسی ثقہ کا کسی سے روایت کرنا، مروی عنہ کے ثقہ ہونیکی دلیل نہیں ہوسکتی، کما روی ابوحنیفہؒ عن جابر الجعفی مع ظہور امرہ فی الکذب وروی عنہ انہ قال ما رائیت احداً اکذب من جابر الجعفی (غایۃ التحقیق شرح حسامی صفحہ ۱۳۹) جیسا کہ فن حدیث سے ناواقف عام طور پر اس قسم کے مغالطات دیا کرتے ہیں، فتنبہ

تنبیہ

بذل المجہود سے معلوم ہوتا ہے کہ وکیع، خالد، محمد بن ابی لیلی سے روایت کرتے ہیں۔

صاحب نور العینین نے بھی صفحہ ۲۲ میں وکیع کو محمد سے روایت کرنیوالا تسلیم کیا ہے، بنا بریں اسکا مدار اہل کوفہ پر ہوا اور یزید سے اس زیادتی کے راوی صرف چار باقی رہے انمیں بھی صرف ایک ثقہ ہے بلکہ اسے بھی ابن مدینی ضعیف کہتے ہیں، پس وہ بھی اسکے بیان کرنے میں متفرد ہے، بڑے بڑے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ثوری، شعبہ، زہیر وغیرہ اسکو بیان نہیں کرتے، طرفہ یہ کہ خود یزید کو بھی یاد نہیں، ان امور کے ہوتے ساتے تمام محدثین کے خلاف اسکو صحیح بنانا، اور بطور استدلال پیش کرنا یا توفن سے ناواقفی یا پھر حمیت مذہبی، اور تعصب ہے!

اگر کوئی کہے کہ بعض حنفیہ نے لکھا ہے، عیسے، اور حکم، یزید کے متابع ہیں (طحاوی، ابوداؤد) جس سے یزید کی تلقین کافور ہو جاتی ہے اور عیسے یزید سے اقوی بھی ہے،

تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ متابعات بھی محمد بن ابی لیلی کے طریق سے مروی ہیں، اسکے حافظہ کا حال اوپر پڑھ چکے ہو، علاوہ اس جگہ اسکی غلطی پر اور دلیل بھی ہے، کہ اسکی کتاب میں اسطرح نہیں تھا، یاد سے روایت کرتا، تو اور طرح ذکر کر دیتا، نوشت سے کرتا تو اسکو چھوڑ دیتا اصل اسطرح ہے محمد بن ابی لیلی، عن یزید، عن عبدالرحمن بن ابی لیلی کتاب سے بیان کرتا ہے تو یزید کو استاد بیان کرتا، کبھی یاد سے بیان کرتا، تو غلطی سے اپنے بھائی عیسے اور حکم کا ذکر کر دیا حکم کو محمد کا کسی نے استاد ذکر نہیں کیا جیسے تہذیب وغیرہ کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے، امام بخاری رفع الیدین ص۹ میں لکھتے ہیں وروی وکیع عن ابن ابی لیلی عن اخیہ عیسی، والحکم بن عتبة عن ابن ابی لیلی عن البراء رضی اللہ عنہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا کبر ثم لم یرفع قال البخاری وانما روی ابن ابی لیلی ھذا من حفظہ فاما من حدث عن ابن ابی لیلی من کتابہ فانما حدث عن ابن ابی لیلی عن یزید فرجع الحدیث الی تلقین یزید۔ انتھی، امام بیہقی اس خلاف کا ذکر کر کے لکھتے ہیں فعاد الحدیث الی یزید (تخریج) نصب الرایہ ص۱/۱۲۱ میں ہے قال عبداللہ بن احمد کان ابی ینکر حدیث الحکم وعیسی ویقول انما ھو حدیث ابن ابی زیاد وابن ابی لیلی سیئ الحفظ وابن زیاد لیس بالحافظ انتھی، مولانا خلیل احمد حنفی بذل المجہود ص۱/۱۲۰ میں لکھتے ہیں کہ حافظ صاحب نے تہذیب میں محمد کے اساتذہ کے ذکر میں، حکم کا نام نہیں لیا، اما الحافظ فی تھذیبہ فلم یذکر فی ترجمة محمد بن عبدالرحمن ابن ابی لیلی حکم بن عتبة فی شیوخہ ولم یذکر فی ترجمة حکم محمد بن ابی لیلی (ای فی الاخذ عنہ) انتھی،

بعض حنفیہ نے امام بخاری وغیرہ کے اس مدلل ومتین کلام کا یہ جواب دیا ہے کہ محمد ثقہ سے ثقہ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختلف طور پر ذکر کرنا قادح نہیں اس قسم کے اضطراب سے روایت مسترد نہیں کی جا سکتی،
جواب اسکا اولاً یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حفظ وکتابت کا مقابلہ ذکر کر کے فرمایا ہے کہ کتاب حفظ کے مخالف ہے، لہٰذا حسب اصول مسلمہ عند اہل الفن کتاب کو حفظ پر ترجیح ہے اسوجہ کا اختلاف قادح تو کیا، بالکل ساقط الاعتبار کر دیتا ہے، آں مولوی صاحب نے اسجگہ بخاری کے مقابلہ میں بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ کچھ بن نہیں سکا،
ثانیاً صرف ثقہ کہدینا کافی نہیں، خصوصاً ایسے موقع پر کہ جرح مفصل ومفسر ہو، شرح الشرح نخبہ فارسی ص۲۴ میں ہے "مجرد وصف بودن وی ثقہ یا حافظ یا فاضل یا ضابط غیر کافی است، زیراکہ عدالت بلکہ میان عدالت وحفظ وضبط عموم وخصوص من وجہ است زیراکہ عدالت بدون ایشان می شود وآں ہردو بدون عدالت نیز یافتہ میشود واجتماع ہر سہ نیز تواند شد چنانچہ ابن ابی شیبہ دربارہ احمد بن عبداللہ گفتہ ثقہ ولیس بحجۃ"،
ثالثاً فقاہت اور چیز ہے، حفظ وضبط امر دیگر، محمد کو کسی نے توافقہ اہل الدنیا کہا ہے کوئی فقیہہ جائز الحدیث کہتا ہے کوئی صرف یہ کہتا ہے کہ خوبصورت بڑا تھا جارحین خرابی حفظ کیوجہ سے ضعیف کہتے ہیں، ثقہ کہنے والے نے حافظ کا ذکر نہیں کیا بلکہ یہ بھی کہا ہے۔ فی حدیثہ بعض المقال،
امام ترمذی کتاب العلل ص۲۳۷ میں فرماتے ہیں، وھکذا من تکلم فی ابن ابی لیلی انما تکلم فیہ من قبل حفظہ اسکے بعد ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ پہلے ایک صحابی کی روایت بیان کی، بعد میں اسکی جگہ دوسرا صحابی ذکر کر دیا قال یحیی بن سعید روی شعبۃ عن ابن ابی لیلی عن اخیہ عیسیٰ عن عبدالرحمن عن ابی ایوب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی العطاس قال یحیی ثم لقیت ابن ابی لیلی فحدثنا عن اخیہ عیسیٰ عن عبدالرحمن عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (کتاب العلل ص۲۳۷ ملحقہ جامع ترمذی)
پھر فرماتے ہیں، اسی قسم کے واقعات محمد کے بہت ہیں قال ابو عیسیٰ ویروی عن ابن ابی لیلی نحو ھذا غیر مرۃ کان یروی الشئ مرۃ ھکذا ومرۃ ھکذا، یغیر الاسناد انما جاء من قبل حفظہ انتہی
پھر امام احمد سے نقل فرماتے ہیں "محمد قابل حجت نہیں" وسمعت احمد بن الحسن یقول سمعت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احمد بن حنبل بقول ابن ابی لیلیٰ لا یحتج بہ لیکن اسکے بعد اتنا لکھا ہے کہ "جب منفرد ہو، اس وقت محتج بہ نہیں"

اس روایت میں محمد منفرد ہے، فلا یحتج بہ کما قال الامامان احمد والترمذی رح ثابت ہوا کہ حدیث کا مدار یزید کی تلقین پر ہے، پھر یزید خود اسکا انکار بھی کر رہا ہے ممکن ہے اسکی مکی روایات کا کچھ اعتبار رہو لیکن کوفی روایتوں کا کچھ اعتبار نہیں خصوصاً یزید جب مکہ میں اسکے خلاف روایت کیا کرتا ہو،

امام بیہقی رح فرماتے ہیں والذی یؤکد ما ذھب ھؤلاء ما اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ ثنا ابوبکر احمد بن اسحاق الفقیہ انبأ ابو مسلم ابراھیم بن عبد اللہ ح و اخبرنا ابو سعید انبأ ابو احمد ثنا الفضل ابن الحباب قال ثنا ابراھیم بن بشار قال ثنا سفیان ثنا یزید بمکۃ عن عبد الرحمن ابن ابی لیلی عن البراء بن عازب قال رائیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ واذا اراد ان یرکع واذا رفع راسہ من الرکوع قال سفیان فلما قدمت الکوفۃ سمعتہ یقول یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ ثم لا یعود فظننت انھم لقنوہ انتھی ملخصاً (سنن بیہقی ص ۷۶-۷۷ ج ۲) مطبوعہ حیدر آباد

اگر کوئی کہے کہ بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن بشار ہے، جو کذاب وضاع ہے، لہذا یہ روایت شاذ و منکر ہے امام احمد کہتے ہیں، کان یملی علی الناس مالم یسمعوہ من سفیان۔

تو جواب اسکا یہ ہے کہ ابراہیم ثقہ ہے (ابو حاتم، ابو داؤد طیالسی، ابو عوانہ، یحیی الفضل - ابن عدی امام بخاری، ابن حبان، حاکم، حافظ ابن حجر ایسے نقادان فن اسکو حافظ ثقہ اور صدوق کہہ رہے ہیں، سفیان ابن عیینہ کے ساتھ چالیس سال رہا، کئی دفعہ احادیث سنی، ہیں وجہ کبھی بغیر قلم دوات لئے بیٹھ جاتا، اور کبھی سو بھی رہتا، کثرت مصاحبت کی وجہ سے بعض ایسی روایات اسکو یاد تھیں جو سفیان کے دوسرے شاگردوں کو یاد نہیں تھیں، کیونکہ یہ سفیان کے پہلے طبقہ کے شاگردوں سے ہے ایسے امور اسکے صدوق، وثقہ ہونے میں قادح نہیں اور نہ اس سے اصل روایت پر کچھ اثر پڑ سکتا ہے، ہاں وہم کبھی ہو جاتا تھا، سو کوئی بات نہیں، ابن عدی کہتے ہیں، صرف اسکی ایک حدیث پر انکار کیا گیا ہے (حدیث کلکم راع کی طرف اشارہ ہے (میزان)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں، رواہ الحاکم ثم البیھقی عنہ قال الحاکم لا اعلم ساق ھذا المتن بھذا الزیادۃ عن سفیان بن عیینۃ غیر ابراھیم بن بشار الرمادی وھو ثقۃ من الطبقۃ الاولی من اصحاب ابن عیینۃ جالس ابن عیینۃ نیفا و اربعین سنۃ انتھی (تخریج ہدایہ ص۱۲۲، ج۱)

تہذیب التہذیب ص۱۱۰ ج۱، میزان الاعتدال ص۱۳ ج۱ میں ہے قال البخاری یھم فی الشئی بعد الشئی صدوق، وقال ابن عدی لا اعلم انکر علیہ الا ھذا الحدیث الذی ذکرہ البخاری وباقی حدیثہ مستقیم وھو عندنا من اھل الصدق وقال ابن حبان فی الثقات کان متقنا ضابطا صحب ابن عیینۃ سنین کثیرۃ وسمع احادیثہ مرارا ومن زعم انہ کان ینام فی مجلس ابن عیینۃ فقد صدق ولیس ھذا مما یجرح مثلہ فی الحدیث وذالک انہ سمع احادیثہ مرارا قال ابو حاتم الرازی والطیالسی صدوق وقال ابوعوانۃ فی اوائل الصلوۃ فی صحیحہ کان ابراھیم بن بشار ثقۃ من کبار اصحاب ابن عیینۃ وممن سمع منہ قدیما وقال الحاکم ثقۃ مامون من الطبقۃ الاولی من اصحاب ابن عیینۃ وقال یحیی بن الفضل ثنا ابراھیم الرمادی وکان واللہ صدوقا انتھی۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں حافظ لہ اوھام (تقریب) حفظ صاحب نے باقرار مولف نور العینین اعدل اقوال لکھنے کا التزام کیا ہے) دیکھو جارحین میں سے کسی نے اسکے حفظ پر کلام نہیں کیا، بلکہ کہہ رہے ہیں۔ لہذا ابراہیم کی یہ روایت قابل حجت ہے اور محدثین کے قول کی تائید ہو سکتی ہے۔

ولھذا اعترف السندھی الحنفی علی حاشیتہ علی النسائی بعدم ثبوت روایۃ الترک عن البراء فافھم

تنبیہ

چونکہ ان روایتوں سے ترک رفعیدین ثابت نہیں ہو سکتا تھا، اس لئے امام ابوداؤد بیہقی وغیرہ نے باب ہی اس قسم کے باندھے ہیں۔ باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع (ابوداؤد) باب من لم یذکر الرفع الا عند الافتتاح (بیہقی) وللہ درفھم المحدثین۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنفیہ کی تیسری دلیل کا دوسرا جواب

ہر ا م کی اس حدیث کو اگر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے، تو دفعاً للتعارض وجمعاً للادلۃ نفی کو رفع بلیغ پر محمول کر لینا چاہیے، جسطرح ابن مسعودؓ کی روایت میں گذر چکا ہے،

تیسرا جواب

تکبیر تحریمہ کے وقت ہی اعادہ کی نفی ہے چنانچہ علامہ ابن عربیؒ فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں اوپر ان کی عبارت گذر چکی ہے،

الحاصل

حنفیہ کی یہ دلیل بھی کسی کام کی نہیں، نہ یہ احادیث مثبتہ کے معارضہ کی تاب لا سکتی ہے پس وہ اپنے مدلول میں بحال رہیں،

حنفیہ کی چوتھی دلیل

حدیث ابن عمرؓ

عن ابن عمرؓ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ ثم لا یعود (بیہقی خلافیات)

جواب

یہ حدیث موضوع (بناوٹی ہے) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں، وھو مقلوب موضوع (تلخیص ۸۳)

آجکل علماء حنفیہ اس حدیث کو صحیح بنانے پر تلے ہوئے ہیں،

نصب الرایہ سے اسکی ادھوری سند نقل کر کے صحیح بنانا چاہتے ہیں، اور پھر کس مزے سے فرماتے ہیں کہ اسکے متروک راوی شاید ثقہ ہونگے (العرف الشذی ص۱۲۶) حالانکہ بیہقی (جو اسکے مخرج ہیں خود) فرماتے ہیں، قال البیھقی قال الحاکم ھذا باطل موضوع ولا یجوز ان یذکر الا علی سبیل القدح کذا فی نصب الرایۃ للعلامۃ الزیلعی الحنفی، کہ یہ روایت جھوٹی، بناوٹی ہے، کچھ رواۃ کے ثقہ ہونے سے حدیث صحیح نہیں ہو جاتی، موضوعات کے راوی وضاع کے سوا بڑے بڑے لوگ ہوتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، کیونکہ اسکی غرض ترویج حدیث ہوتی ہے افسوس کہ آجکل کے مشہور حنفی علما بھی ایسی بودی باتیں کرتے ہیں جس سے ادنی طلبہ بھی ہنستے ہیں، ہمت ہے تو سند پوری نقل کرو، اور پھر محدثین کرام کے حکم وضع پر تنقید کرو، ایسی ویسی باتیں اٹل فیصلہ کی تردید نہیں کر سکتیں، یہ حدیث غیر مجروح واقعی" نہیں بلکہ حقیقۃً موضوع ہے، اسکو معرض استدلال میں لانا علمیت کی توہین اور مذہبی تعصب کی دلیل ہے!

حنفیہ کی پانچویں دلیل

حدیث لا ترفع الایدی الخ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوۃ وفی استقبال الکعبۃ وعلی الصفا والمروۃ وبجمع وفی المقامین عند الجمرتین. اخرجہ البزار والطبرانی وابن ابی شیبۃ موقوفاً وعن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ

حنفیہ کی پانچویں دلیل کا پہلا جواب

یہ روایت ضعیف ہے، قابل حجت نہیں. اسکے تین طریق ہیں، (۱) ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوع (۲) ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوع (۳) ابن عباس رضی اللہ عنہ موقوف، حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حدیث ابن عباس کی سند امام بخاری نے (تعلیقاً) صرف اتنی ذکر کی ہے، قال وکیع عن ابن ابی لیلی عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ وعن ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس (جزء رفع الیدین صفحہ ۱۶) حدیث ابن عباس کی سند طبرانی میں اسطرح ہے حدثنا محمد بن عثمان ابن ابی شیبۃ ثنا محمد بن عمران ابن ابی لیلی حدثنی ابی عن ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (تخریج زیلعی صفحہ ۲۰۵ ج ۱) بزار کی سند یہ ہے حدثنا ابوکریب محمد بن العلاء ثنا عبدالرحمن المحاربی ثنا ابن ابی لیلی عن الحکم قال البزار ھذا حدیث قد رواہ غیر واحد موقوفاً وابن ابی لیلی لیس بالحافظ وانما قال ترفع الایدی ولم یقل لا ترفع الایدی الا فی ھذہ المواضع انتہی (تخریج ہدایہ صفحہ ۲۰۵ ج ۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث مرفوع پر کئی جرحیں ہیں

پہلی جرح اس حدیث کا مدار ابن ابی لیلی پر ہے، ابن ابی لیلی کے متعلق اوپر سن چکے ہو کہ انکا حافظہ ردی تھا، سند و متن میں کمی بیشی کیا کرتے تھے، اگرچہ فقہ میں انکو دسترس تھی مگر بحکم لکل فن رجال فن حدیث میں انکو وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں واما ابن ابی لیلی الفقیہ المتکرر فی کتب الفقہ والذی لہ مذھب معروف فاسمہ محمد وھو ابن عبدالرحمن وھو ضعیف عند المحدثین انتھی (شرح مسلم نولکشوری صفحہ ۱)

صدوق سیٔ الحفظ جداً (حافظ صاحب ابن حجرؒ) لا یحتج بہ (امام احمدؒ) انکے حق میں کہا گیا ہے کما مر لہذا یہ حدیث صحیح نہیں، اسیوجہ سے امام بزار مخرج حدیث نے خود اسے مجروح لکھدیا ہے،

دوسری جرح امام بزار رحمۃ اللہ علیہ جو کے مخرج ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حصر کے لفظوں میں نہیں آئی، بلکہ لفظ ترفع الایدی سے وارد ہوئی، لفظ لاترفع سے وارد نہیں کما مر من التخریج صفحہ ۲۰۵ فافہم

بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ (۱) یہ روایت ابن عمرؓ سے بھی مروی ہے (۲) وکیع، ابن ابی لیلی سے قبل تغیر کا راوی ہے،

جواب اسکا یہ ہے کہ ابن عمرؓ کی روایت میں بھی محمد ابن ابی لیلی ہے، دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ کسی جگہ کتب رجال میں نہیں ملتا، کہ وکیع قبل تغیر کا راوی ہے، بلکہ ابن ابی لیلی کی بابت کسی نے نہیں لکھا، کہ وہ پہلے تو اچھا تھا، تغیر آخر عمر میں ہوا ہے، حفاظ حدیث کا حکم مطلق ہے، ہاں ابن ابی لیلی کی شاگردوں میں سے وکیع اثبت ہیں، اس سے یہ کہاں سے لازم آگیا کہ اسکی دو حالتیں تھیں اور وکیع پہلی حالت کا راوی ہے یہ تو آپ کا بیجا اجتہاد ہے،

تعجب

کوئی راوی اگر غلطی سے کسی دوسرے شخص کا نام ذکر کردے، جیسے ابن ابی لیلی نے بعض جگہ ابن عباسؓ کی بجائے ابن عمرؓ کہدیا ہے، اور یزید کی روایت میں عیسٰے اور حکم کا نام غلطی سے لے دیا ہے (محدثین فرماتے ہیں کہ ابن ابی لیلی کمزوری حافظہ کیوجہ سے کمی بیشی کردیا کرتے تھے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو بعض حنفیہ اسکو متابعت بنا کرلے اڑتے ہیں، حالانکہ ماہران فن اسی وجہ سے اسکی روایات کو مسترد کردیتے ہیں، گویا جب روایت میں راوی غلطی کرے تو انکے دلائل مضبوط ہوجاتے ہیں، جسقدر کمزور حافظہ والے راوی ہوں انکے ہاں متابعت وشواہد کی بھرمار ہوجاتی ہے! مالھؤلاء القوم لایکادون یفقھون حدیثا،

تنبیہ

بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ بخاری کے رسالہ میں ابن عمرؓ کی روایت بطریق وکیع مرفوع ہی حالانکہ یہ صحیح نہیں، تخریج یا رسالہ امام بخاری سے جس شخص نے بطریق وکیع مرفوع نقل کی غلطی کہائی ہی کما لایخفی علی من طالعہ

حنفیہ کی پانچویں دلیل کا دوسرا جواب

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں، انسے خود رفعیدین مروی ہے اور ترک مروی نہیں، رسالہ امام بخاریؒ میں ہے، وقد روی طاؤس وابوحمزۃ وعطاء انھم رأوا ابن عباسؓ رفع یدیہ عند الرکوع واذا رفع راسہ من الرکوع انتھی،

تو حضرت ابن عباس کا خود اپنے مروی عنہ کے خلاف کرنا اسکے صاف معنی یہی ہیں کہ یہ روایت یا تو قبل مشروعیت کی ہے یا نفی سے مراد، نفی رفع بلیغ ہے، یا وہ رفع ہے جو شعائر اللہ کی تعظیم کے لیے کیا جاوے، نہ وہ رفع جو داخل صلوۃ اور نماز کی چیز ہے یعنی شعائر اللہ میں سے صرف انہی شعائر کے قریب تعظیماً ہاتھ اٹھائے جائیں بوقت افتتاح صلوۃ، وقت دخول مسجد الحرام، کعبۃ اللہ کو دیکھکر وقت قیام صفا ومروہ، عرفات میں، مزدلفہ میں، عند الجمرتین، قرآن مجید سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے، ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب۔

مطلب حدیث کا (بر تقدیر ثبوت) یہ ہے، کہ کسی اہل علم، نبی، یا قرآن، یا کسی اور ایسی شئی کو (جو شریعت میں محترم ومعظم ہو) دیکھکر ہاتھ نہ اٹھائے جائیں، یہی وجہ ہے، کہ رفعیدین۔ عیدین قنوت تکبیر کو بھی ذکر نہیں کیا، حالانکہ ان مواقع پر رفعیدین حنفیہ کے ہاں بھی مشروع ہے،

حضرت ابن عمرؓ بھی خود رفعیدین کیا کرتے تھے، بلکہ تارک کو سنگریزے مارا کرتے تھے اور اگر (بر تقدیر ثبوت)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ روایت بھی بیان کرتے، تو اسکا صاف مطلب بھی یہی ہے، جو ہمنے لکھا ہے، قبل مشروعیت، یا رفع بلیغ، یا تعظیم شعائراللہ) رہا۔ ابن عمر سے مجاہد کا ترک نقل کرنا تو اسکی بابت اوپر گذر چکا ہے کہ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا، ابن معین کہتے ہیں انما ھو توھم منہ لا اصل لہٗ (رسالہ بخاری ص۶)

اس جگہ ان احتمالات کا مرجح قوی، خود مجاہد کا فعل ہے، وہ رفع یدین کیا کرتے تھے، کما مر اور ایک جم غفیر ان سے رفع نقل کرتی ہے اور توفیق ممکن ہے،

تفصیل بالا سے یہ بات صاف ہوگئی، کہ حنفیہ کی یہ پانچویں دلیل بھی معرض احتجاج میں پیش ہونیکے قابل نہیں اور نہ اس سے نسخ رفع یدین پر استدلال صحیح ہے۔

حنفیہ کی چھٹی دلیل

عباد بن زبیر عن عباد بن الزبیر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ فی اول الصلوۃ ثم لم یرفعھما فی شیٔ حتی یفرغ اخرجہ البیھقی فی الخلافیات۔

الجواب

یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل جمہور محدثین کے ہاں حجت نہیں، امام مسلمؒ اور امام ترمذیؒ نے اسے مفصل بیان کیا ہے، کتاب العلل ترمذی ص۲۳۲ میں ہے، والحدیث اذا کان مرسلا فانہ لا یصح عند اکثر اھل الحدیث وضعفہ غیر واحد اس کیوجہ، راوی ساقط کے ضعف کا امکان ہے، ومن ضعف المرسل فانہ ضعفہ من قبل ان ھؤلاء تحدثوا عن الثقات وغیر الثقات فاذا روی احدھم حدیثا وارسلہ لعلہ اخذہ عن غیر ثقۃ قد تکلم الحسن البصری فی معبد الجھنی، ثم روی عنہ انتھی

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایت بھی مثل سابق، محتمل تاویل مذکور ہے،

آثار صحابہ

دربارہ عدم رفع ۔ امام بخاریؒ و دیگر ائمہ عظام، عبداللہ بن زبیر حمیدی، علی بن عبداللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن المدینی، ابن معین۔ ابن حنبل، اسحق بن راہویہ کا متفقہ قول ہے کہ صحابہ سے ترک رفع بسند صحیح پایہ ثبوت تک نہیں پہنچا، (جزو ص)

امام بخاریؒ حمید وحسن کا قول نقل فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں رفعیدین کیا کرتے تھے، یعنی رکوع کو جاتے اور اٹھتے وقت "حدثنی مسدد قال نا یزید بن زریع، عن سعید عن قتادۃ عن الحسن قال کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانما ایدیھم المراوح یرفعونھا اذا رکعوا واذا رفعوا رؤسھم (جزو ص)

حضرت وائلؓ کی روایت بھی اوپر گذر چکی ہے، انہوں نے بھی کسی کو مستثنیٰ نہیں فرمایا، گویا رفعیدین کرنے پر صحابہ کا اجماع ہے جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ صحابہ سے روایات ترک صحیح نہیں ہیں، ہاں صرف عبداللہ بن مسعود سے ترک رفع ثابت کیا جاتا ہے جو محل نظر ہے پس اجماع صحابہؓ مسئلہ رفعیدین پر صحیح ہے۔

پہلا اثر

حضرت عمرؓ اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت عمرؓ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود رفع کے راوی ہیں اور خود بھی رفعیدین کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ص میں بسند گذر چکا ہے، لیکن حنفیہ بھی ایک اثر پیش کیا کرتے ہیں اسکا حال بیان کیا جاتا ہے، حدثنا ابن ادم عن الحسن بن عیاش عن عبدالملک بن ابجر عن الزبیر بن عدی عن ابراھیم عن الاسود قال صلیت مع عمر فلم یرفع یدیہ فی شئ من صلوتہ (طحاوی وقال صحیح)

جواب

اسکا یہ ہے کہ یہ اثر ضعیف ہے قابل حجت نہیں، کیونکہ اس کی سند میں ابراہیم ہے اور وہ مدلس ہے، یہ روایت بھی عن کے ساتھ کرتا ہے، حافظ صاحب فرماتے ہیں (انہ یرسل کثیرا (تقریب)

حافظ ذہبی لکھتے ہیں وقد قال فیہ الشعبی، ذاک الذی یروی عن مسروق ولم یسمع منہ شیئا قلت وکان لایحکم العربیۃ وربما لحن ونقموا علیہ قولہ لم یکن ابو ھریرۃ فقیھا (میزان الاعتدال) امام بیہقی اپنی قابل قدر تصنیف کتاب القراۃ ص۱۳۴ میں لکھتے ہیں، وکذلک ابراھیم النخعی وان کان ثقۃ فانا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجاہد یروی عن قوم مجہولین لا یروی عنہم غیرہ مثل حنی بن نویرہ وغیرہ انتھیٰ۔
دوسری وجہ ضعف کی یہ ہے کہ ان الفاظ سے یہ روایت غیر محفوظ ہے، ثوری اس لفظ کو ذکر نہیں کرتے صرف حسن بن عیاش کا اضافہ ہے، حافظ ابن حجرؒ تخریج ہدایہ ص۸۵ میں فرماتے ہیں۔ قال البیھقی عن الحاکم رواہ الحسن بن عیاش عن عبد الملك عن ابجر عن الزبیر بن عدی بلفظ کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود وقد رواہ الثوری عن الزبیر بن عدی بلفظ کان یرفع یدیہ فی التکبیر ولیس فیہ ثم لا یعود وقد رواہ الثوری وھو المحفوظ انتھیٰ۔

امام حاکم کی رائے

علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ امام حاکم کا ارشاد ہے کہ "یہ روایت شاذ ہے حضرت عمرؓ سے رفع ثابت ہے" واعترضہ الحاکم بان ھذہ الروایۃ شاذۃ لا یقوم بھا الحجۃ ولا تعارض بھا الاخبار الصحیحۃ عن طاؤس بن کیسان عن ابن عمر ان عمر کان یرفع یدیہ فی الرکوع وعند الرفع منہ (نصب الرایہ ص۴۲۱ ج۱)
بعض حنفیہ نے لکھا ہے "کہ زیلعی غلط چھپی ہے، اصل میں اس جگہ ابن عمرؓ ہے نہ عمرؓ جیسے درایہ ص۸۵ فتح القدیر ص۱۲۸ سے معلوم ہوتا ہے"۔
جواب اسکا یہ ہے کہ ان دونوں جگہ اختصار ہے، جس پر نصب الرایہ کی عبارت شاہد عدل ہے اختصار ماننا قلب ماننے سے اولیٰ ہے، بھلا دیکھو تو سہی، ابن عمرؓ کے اثر کو حضرت عمرؓ کے اثر سے کیا نسبت ہے امام حاکمؒ عمرؓ کی روایت کے مقابلہ میں ابن عمر کو کیوں لانے لگے؟۔
بعض حنفیہ نے لکھا ہے "کہ اس اثر میں یہ بھی ہے، کہ شعبی، نخعی، ابو اسحاق سبیعی جیسے تابعین رفعیدین نہیں کرتے تھے، شعبی جلیل القدر تابعی ہیں، ۵۰۰ صحابہ سے ملاقات ہوئی ابراہیم کا کبار تابعین سے ہونا ظاہر ہے، ابو اسحاق نے بہت سے صحابہ کو دیکھا حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ کو بھی دیکھا ہے"۔
جواب اسکا یہ ہے کہ اگرچہ ان لوگوں نے صحابہ کا زمانہ پایا ہے لیکن ان سے یہ کہیں ثابت نہیں کہ جنکو ہم نے پایا ہے، وہ سب کے سب رفعیدین نہیں کرتے تھے خصوصاً حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ جنکے ساتھیوں میں ابو اسحٰق کو لکھا گیا ہے، اور حضرت انسؓ جنکے ملنے والوں میں نخعی کو کہا گیا ہے ان رفعیدین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسند صحیح ثابت ہے جنکوان لوگوں نے پایا ہے ان میں بعض سے رفع مروی ہے یہ کہاں سے نکلا کہ باقی تارک رفع تھے ؟ ممکن اور بہت ممکن ہے کہ ان حضرات نے صحابہ کو نماز پڑھتے نہ دیکھا ہو یا نماز کیطرف پورے طور پر خیال نہ رکھا ہو ایسا ذہول انسان سے بسا اوقات ہو جایا کرتا ہے کیونکہ یہ سب کے سب کوفی ہیں اور کوفہ میں ہی ترک رفعیدین کا رواج تھا وہ اسکے عادی تھے اسلئے ان لوگوں کو اسکا خیال نہیں پیدا ہوا یا ان میں سے بعض نے رفعیدین کو ضروری نہ سمجھا اور اپنے طرز عمل پر قائم رہے کیونکہ انکا توکسی صحابی سے سماع ثابت نہیں، تہذیب التہذیب ص۱۷۸ ج۱ میں ہے قال ابن المدینی لم یلق النخعی احدامن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

ہاں حافظ صاحب کا خیال ہے کہ یہ صغار تابعین سے ہیں کیونکہ انہیں خامس طبقہ کا بتایا ہے اسکی بابت تقریب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں الخامسۃ الطبقۃ الصغری منھم الذین رؤا واحداً والاثنین لم یثبت لبعضھم السماع من الصحابۃ کالاعمش انتھی ابو اسحٰق اور شعبی کو بھی حافظ صاحب نے طبقہ ثالثہ سے شمار کیا ہے دیکھو تقریب ۔ یہ طبقہ وسطی ہے کبار تو طبقہ اولی کے ہوا کرتے ہیں، لہذا انکو بھی کبار کہنا غلطی ہے، دوسرے یہ کہ تابعین کا فعل بالاتفاق حجت نہیں اگر بعض تابعی نہیں کرتے تھے تو اکثر تابعی رفعیدین کیا بھی کرتے تھے، بلکہ قائل و فاعل تھے دیکھو ص۳۸ ج۱ پر گذر چکا ہے،

حنفیہ کے پہلے اثر کا دوسرا جواب

اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ رفعیدین نہیں کی تو اس سے مطلق سنیت رفع کی نفی لازم نہیں آتی، غایت سے غایت یہ ہے کہ انکے خیال میں ترک بھی جائز ہے جیسے حضرت عثمانؓ سے ترک تکبیرات مروی ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ سجدہ تلاوت کیا دوسرے جمعہ سجدہ تلاوت نہ کیا۔ حالانکہ سجدہ تلاوت کم از کم سنت تو ضرور ہے اور حنفیہ کے نزدیک واجب ہے مگر کسی صحابی نے اس پر انکار نہیں کیا، حکیم الامت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ازالۃ الخفاء ص۲۹۳ ج۲ میں فرماتے ہیں والا وجہ عندی ان عمر رای رفع الیدین عند الرکوع والقومۃ منہ مستحبا فکان یفعل تارۃ ویترکہ اخری کما بین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ھو بنفسہ فی سجود التلاوۃ انتھی کذا فی الابکار ص۔

دوسرا اثر

حضرت علیؓ | عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیا کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ من الصلوۃ ثم لا یرفع بعد (طحاوی)

الجواب

حضرت علیؓ سے روایت رفع بسند صحیح اوپر گذر چکی ہے، حنفیہ اسکے خلاف انکا یہ عمل پیش کیا کرتے ہیں حالانکہ اسکا یہ حال ہے کہ اسکی سند میں عاصم ہے جو منفرد ہے اور وہ تفرد کی حالت میں حجت نہیں جیسے امام ابن المدینی کا قول اوپر گذر چکا ہے اور حنفیہ کو بھی یہ تسلیم ہے اور ثقہ ہونا انکے قول کے منافی نہیں، امام بخاری جزو رفعیدین ص۵ میں فرماتے ہیں، قال عبد الرحمٰن ابن مھدی ذکرت للثوری حدیث النھشلی عن عاصم بن کلیب فانکرہ، میزان میں ہے کان من العباد الاولیاء لکنہ مرجئی وثقہ یحیی بن معین وغیرہ وقال ابن المدینی لا یحتج بما انفرد بہ اسیوجہ سے تخریج زیلعی میں امام دارمی کا قول نقل کیا ہے وما روی عن علی بخلاف ذلک فطرقہ واھیۃ یعنی حدیث رفعیدین کے ماسوا جو کچھ حضرت علیؓ سے مروی ہے اسکے جملہ طرق کمزور ہیں، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں، والاثار المرویۃ عن علی وعمر وابن عمرو ابی سعید ضعیفۃ (یہ عبارت تلخیص کے بعض نسخوں میں ہے جو مطبوع کے حاشیہ پر ہے) علامہ ابن عبد البرؒ مالکی فرماتے ہیں کہ "ابن مسعود کے سوا باقی کسی سے اگر روایت ترک آئی ہے تو روایت فعل بھی موجود ہے"۔ قال ابن عبد البر کل من روی عنہ ترک الرفع فی الرکوع والرفع منہ روی عنہ فعلہ الا ابن مسعودؓ (فتح الباری ص۱۷۴) (تعلیق الممجد ص۹۱) دیکھو۔ بخاریؒ۔ ثوری کوفیؒ دارمی رحمہ ابن مھدیؒ۔ ابن حجرؒ۔ ابن عبد البرؒ جیسے آئمہ فن اس اثر کو ضعیف قرار دے رہے ہیں انکے مقابلہ میں اسکی تصحیح کے لئے سعی لاحاصل نہیں تو کیا ہے؟۔ ص۱۱۸ پر اثر ابن مسعودؓ کی بابت کچھ بحث گذر چکی ہے کچھ آئیگی، امام بخاری ودیگر اعلام سے منقول ہے کہ کسی صحابی سے بسند صحیح ترک رفع مروی نہیں کما صح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاں برتقدیر ثبوت، ترک انکے ہاں جواز پر محمول ہو سکتا ہے اور نفی رفع بلیغ کا احتمال قوی اس جگہ بھی موجود ہے،

تنبیہ

بھول چوک انسان کی فطرت ہے، اس عالمگیر اصول سے صحابہ کرام مستثنیٰ نہیں ہو سکتے، حضرت عمرؓ فاروق تیمم کی روایت کو بھول گئے، اسیطرح آپ نے ایک دفعہ نماز پڑھائی اور قرأت بالکل بھول گئے فتح الباری ج ۱ ص ۲۳۶ میں ہے ان عمرؓ صلی المغرب فلم یقرأ فلما انصرف قالوا یا امیر المومنین انک لم تقرأ انتہی بقدر الحاجۃ

اسیطرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تو قران کیا (جو متعۃ الحج کیطرح بلکہ متعۃ الحج کا لفظ اسکو بھی شامل ہے) اور لوگوں کو تمتع کا حکم دیا، لیکن حضرت عمرؓ تمتع سے منع فرماتے تھے دوسرے صحابہ نے آپ کی مخالفت کی، صحیحین میں ہے، حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں، تمتعنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونزل القرآن فقال رجل برایہ ماشاء وفی لفظ مسلم نزلت آیۃ المتعۃ فی کتاب اللہ عزوجل ھی متعۃ الحج وامرنا بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم لم ینزل آیۃ تنسخ متعۃ الحج ولم ینھنا عنھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی مات قال رجل برایہ ماشاء چنانچہ عبد اللہ بن عمرؓ بھی متعۃ الحج کے قائل تھے، انسے کسی نے کہا" تمہارے والد تو اس سے منع کرتے ہیں! فرمایا امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احق ان یتبع ام امر ابی؟ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں اوشک ان ینزل علیکم حجارۃ من السماء اقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتقولون قال ابو بکرؓ و عمرؓ؟ (زاد المعاد) ان آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام بعض وقت صریح اجتہادی غلطی کر جاتے تھے،

دیکھو! فاروق اعظمؓ نے حضور کی معیت میں حج کیا، تمتع کا حکم بھی معلوم، لیکن اجتہادی غلطی کی بنا پر یہ سمجھے کہ یہ بہتر نہیں یا افضل اتمام ہے، لیکن آپکے بیٹے عبد اللہؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے فاروق اعظمؓ کے اجتہاد کو ٹھکرا دیا، گو حضرت عثمانؓ انکے موافق ہیں لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسکا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمائیہ انکار کیا ہے۔ حنفیہ کا بھی مسلک ہے کہ تمتع اور قران مستحب ہیں، گویا حضرت فاروق اعظمؓ کی مخالفت وہ بھی کرتے ہیں۔ بلکہ میراث جدہ کے مسئلہ میں بھی حنفیہ نے حضرت علیؓ کی مخالفت کی ہے وہ مقاسمہ کے حق میں ہیں حنفیہ خلاف ہیں۔ اور حضرت ابوبکرؓ کا قول لیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ حنفیہ نے خلفاء کی "اقتدا" کو اپنے مدعی کے اثبات کے لیے محض آڑ بنا رکھا ہے انکے ہاں تو اتباع واقتدا اسکا نام ہے کہ جہاں موافق ہوا لے لیا، مخالف ہوا تو ٹال دیا، چنانچہ مفقود الخبر کے مسئلہ میں حنفیہ حضرت فاروق اعظم کے خلاف ہیں، آپ کا مشہور فتویٰ، چہار سالہ ہے، حنفیہ اس بے گناہ کو سالہا سال تک بیٹھے کو کہتے ہیں، کہاں گئی اقتدار خلفاء راشدین؟ ایسے ہی فاروق اعظمؓ فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں دارقطنی میں ہے صفحہ ۱۲۰ سالت عمر عن القراۃ خلف الامام فامرنی ان اقرا، قال وقلت ان کنت انت قال وان کنت انا وقلت ان جھرت؟ قال وان جھرت ھذا اسناد صحیح، لیکن حنفیہ حضرت عمرؓ کے مخالف ہیں فاتحہ خلف الامام کو ناجائز بتاتے ہیں، نیز حضرت علیؓ وحضرت ابوبکرؓ عورتونکو عیدین میں جانیکے لئے تاکیدی حکم فرماتے ہیں مگر حنفیہ اسکو نہیں مانتے (نیل الاوطار ص ۳ ج ۳)

بلکہ عبداللہ بن مسعودؓ کا قول بھی حنفیہ کرام نے بہت جگہ چھوڑ دیا ہے چنانچہ کتاب الآثار امام محمدؒ میں ہے اخبرنا ابوحنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن علقمۃ بن قیس والاسود بن یزید قال کنا عند ابن مسعود اذا حضرت الصلوۃ فقام یصلی فقمنا خلفہ فاقام احدنا عن یمینہ والاخر عن یسارہ ثم قام بیننا فلما فرغ قال ھکذا فاصنعوا اذا کنتم ثلاثۃ وکان اذا رکع طبق وصلی بغیر اذان ولا اقامۃ قال یجزی اقامۃ الناس حولھا قال محمد لسنا ناخذ بقول ابن مسعودؓ فی الثلاثۃ انتھی یعنی امام محمد کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے ہم تین مسئلے نہیں مانتے کہ جب تین آدمی ہوں توامام بیچ میں کھڑا ہو اور رکوع میں تطبیق کرنا اور نماز پڑھنا انکا بلا اذان واقامت کے نیز عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ متعہ حلال ہے مگر حنفیہ انکا یہ قول نہیں مانتے، نیز حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ عورت کے چھونے و بوسہ لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر حنفیہ اسکو نہیں مانتے جیسا کہ مشکوۃ وغیرہ میں ہے پس ان مسائل میں احناف نے عبداللہ بن مسعودؓ وخلفاء راشدین کو چھوڑ دیا، حنفیہ کو یہاں پر انکا صاحب حضر وسفر ہونا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب وسادہ ومطہرہ ہونا یاد نہیں آتا شاید وہ بوجہ لکے اب ملازم الصحبت نہ رہے ہوں صرف ترک رفع میں ہی ملازم صحبت تھے انما موجوابکم فی ھذہ المسائل فھو جوابنا فی مسئلۃ رفع الیدین فیہ عبرۃ لاولی الابصار

تیسرا اثر

ابن مسعودؓ | عن ابراھیم قال کان عبداللہ بن مسعودؓ لا یرفع یدیہ فی شئی من الصلوٰۃ (آثار السنن، نور العینین ص۶۷)

الجواب

یہ روایت منقطع ہے، منقطع از قسم ضعیف ہے کیونکہ ابراہیم کا لقاء ابن مسعودؓ سے نہیں ہے، چنانچہ خود حنفیہ بھی حدیث جہر بسم اللہ کو اسی وجہ سے ضعیف کہکر رد کر دیتے ہیں، تخریج زیلعی میں ہے فان محمد بن جابر تکلم فیہ خبر واحد وابراھیم لم یلق عبداللہ فھو ضعیف منقطع (تخریج ص۱۷۲ ج۱)

اگر کوئی کہے کہ بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ یہ مضر نہیں، کیونکہ ابراہیم نخعی خود فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک دو سے ابن مسعود کی روایت سنتا ہوں تو نام لے دیا کرتا ہوں، اگر جماعت کثیرہ اور سینکڑوں سے ابن مسعود کی روایت کو سنتا ہوں تو اسوجہ سے کہ کس کس کا نام لوں، ترک وسائط کر دیا کرتا ہوں۔

تو جواب اسکا اولاً تو یہ ہے، کہ سینکڑوں کا لفظ کہیں نہیں ہاں جہاں کا حوالہ دیا ہے، صرف جماعت کا لفظ ہے، جسکا اطلاق تین، بلکہ دو پر بھی ہو سکتا ہے قال علیہ السلام الاثنان فما فوقھما جماعۃ مطلب اسکا یہ ہے کہ اگر کہوں، فلاں نے ذکر کیا، تو وہی۔ تو تب اگر کہوں قال عبداللہ تو ایک جماعت سے سنا ہوتا ہے، مولانا نیموی لکھتے ہیں وفی سند الطحاوی عن الاعمش انہ قال لابراھیم النخعی اذا حدثتنی فاسند فقال اذا قلت لک عن عبداللہ فلم اقل ذلک حتی حدثنیہ جماعۃ عن عبداللہ واذا قلت حدثنی فلان عن عبداللہ فھو الذی حدثنی انتھی،

لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ روایت فی نفسہ قابل حجت بھی ہو سکتی ہے کیونکہ حجت ہونا یا نہ ہونا تو اتصال وانقطاع اور صحت وضعف پر موقوف ہے یہ عبارت مرویات ابراہیم کے قابل حجت ہونے پر دال نہیں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاً اسلئے کہ ممکن ہے، دو تین کوفی جمع ہوکر اسے حدیث سنائیں، اور وہ تینوں ضعیف الحافظہ ہوں
ثانیاً پتہ نہیں کہ سلسلہ اسناد عبد اللہ تک کتنے واسطوں سے پہنچتا ہے، بعض وقت تابعی اور صحابی
کے درمیان دو چار بلکہ سات واسطے بھی ہوتے ہیں انکے متعلق تحقیقات نہایت ضروری ہے۔۔

ثالثاً، ممکن ہے ابراہیم کے نزدیک وہ ثقہ ہوں، مگر دیگر ائمہ فن کے ہاں وہ ضعیف ہوں، والجرح
مقدم علی التعدیل، تعدیل مبہم مقلد کا مایہ ناز ہوسکتی ہے، ایک تشنۂ تحقیق کی سیرابی
کے لئے ناکافی ہے،

انہی خدشات کی روشنی میں فن جرح وتعدیل کے ایک بہت بڑے امام نے فیصلہ ہی فرمایا ہے
کہ ابراہیم سے عبد اللہ کی روایات ضعیف ہیں۔ یعنی امام ذہبیؒ کا میزان الاعتدال ص۳۵ ج۱ میں ارشاد،
قلت استقر الامر علی ان ابراهیم حجة وانه اذا ارسل عن ابن مسعودؓ وغیرہ فلیس ذلک
بحجس انتھی۔ قال الامام الشافعیؒ ان ابراهیم النخعی لو روی عن علیؓ وعبد اللہؓ لم یقبل منه لانه
لم یلق واحدا منهما (کتاب الام ص۲۷۲ ج۷ مطبوعہ مصر)

رابعاً اس قول کی سند میں ابراہیم بن مرزوق ہے، تقریب میں ہے عمی قبل موته فکان یخطئ
ولا یرجع یعنی یہ آخر عمر میں اندھا ہوگیا تھا، غلطی کر کے رجوع نہیں کرتا تھا، اس قول میں یہ متفرد ہے
لہٰذا قابل استناد نہیں۔ خود حنفیہ اس پر عامل نہیں ہیں، جیسے ابھی ابھی گذرا، پھر دوسروں کے سامنے
کیوں پیش کریں؟، یہی وجہ ہے کہ امام ثوریؒ نے بمقابلہ اوزاعی اسکو مناظرہ میں پیش نہیں کیا، حالانکہ
مؤطا محمد میں انہیں کے واسطہ سے روایت ہے۔

تنبیہ

اس روایت کے جو لفظ ہم نے نقل کئے ہیں، یہ صاحب نور العینین و آثار السنن نے لکھے ہیں، یہ
لفظ حنفیہ کے مدعا کے موافق نہیں ہیں، کیونکہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ابن مسعودؓ کسی جگہ
بھی رفعیدین نہیں کرتے تھے، یہانتک کہ تکبیر تحریمہ کی بھی نفی ہے تو اسکا صحیح مفہوم یہی ہوسکتا ہے،
کہ اسمیں رفع بلیغ کی نفی ہے، اگر انکی یہ نقل غلط ہے تو اسکے معنے بھی یہی ہونگے، کہ اول رفع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلیغ کرتے. پھر نہ کرتے، موطا محمد کے لفظ یہ ہیں انہ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ اور یہ محل نزاع سے خارج ہے کیونکہ اسمیں ترک کا ذکر نہیں، تعجب ہے کہ بعض حنفیہ (صاحب نور العینین) نے اس روایت کو موطا محمد کی بتایا ہے حالانکہ موطا میں یہ روایت ان لفظوں سے نہیں غالباً انہوں نے موطا کو دیکھا نہیں،

چوتھا اثر

ابن عمرؓ عن مجاھد قال صلیت خلف ابن عمرؓ فلم یکن یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الاولیٰ من الصلوٰۃ اخرجہ الطحاوی قال الحنفیۃ سندہ صحیح،

الجواب

اس اثر پر حدیث ابن عمر کے ماتحت کچھ گفتگو ہو چکی ہے کہ اسکی سند میں ابوبکر بن عیاش ہے جسکا حافظہ آخر عمر میں متغیر ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے کثیر الغلط ہے، چنانچہ امام ترمذیؒ نے تصریح فرمائی ہے اور مولانا عبد الحیؒ، امام بیہقیؒ کے اقوال اسی جگہ گذر چکے ہیں اس جگہ بھی ابوبکر سے غلطی ہو گئی ہے اس نے ابن مسعود کے بجائے ابن عمر کا نام لے دیا اسکی دلیل یہ ہے کہ ابن عمر کے اکثر شاگردوں سے رفع یدین نقل کرتے ہیں جو باسانید صحیحہ ثابت ہے، پھر عبداللہ بن عمر تارک رفع کو سنگریزے مارا کرتے تھے مجاہد خود بھی ملازم صحبت ہونیکے باوجود رفع یدین کیا کرتے تھے، انہیں وجوہ کو مدنظر رکھکر امام یحیٰی بن معین نے فرمایا ہے انما حدیث ابی بکر عن حصین انما ھو توھم لا اصل لہ (جزء رفع یدین صـ۷) بر تقدیر ثبوت اول دفعہ کے بغیر رفع بلیغ کی نفی ہے نہ بعد میں مطلق کی نفی، ابن معین کی بابت شرح نخبہ صـ۱۲ میں ہے وقال الامام احمد بن حنبل کل حدیث لا یعرفہ ابن معین فلیس بحدیث بلکہ ہدایہ کے کتاب الاشربہ میں بھی انہیں سے جرح نقل کی گئی ہے عینی نے شرح میں خوب مدح سرائی کی ہے اگرچہ اپنے مطلب کے لئے ہے،

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں واما الحنفیۃ فعولوا علی روایۃ مجاھد انہ صلی خلف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن عمر فلم یرہ یفعل ذلک واجیبوا بالطعن فی اسنادہ لان ابابکر بن عیاش راویہ ساء حفظہ بآخرہ وعلی تقدیر صحتہ فقد اثبت ذلک سالم ونافع وغیرھما والعدد الکثیر اولی من واحد لا سیما وھم مثبتون وھو ناف انتہی۔ وقال ابن الترکمانی الحنفی والمثبت مقدم علی النافی کذا فی الجواہر النقی ط۱۳۷ج۱، یعنی "مثبت روایت نافی پر مقدم ہوتی ہے"۔

بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ موطا محمد میں ابوبکر کا متابع عبدالعزیز بن حکیم موجود ہے اسکی سند میں اگرچہ محمد بن ابان ضعیف ہے، لیکن کاذب نہیں اسکے حق میں امام احمد نے کہا ہے لم یکن ممن یکذب یہ بھی کہا گیا ہے یکتب حدیثہ لہٰذا اعتضاد کے لئے کافی ہے،

جواب اسکا یہ ہے کہ یہ متابعت کسی کام کی نہیں، محمد بن ابان بالکل گرا ہوا ہے، بیشک جان بوجھکر جھوٹ نہیں بولا کرتا تھا لیکن حافظہ میں خرابی ضرور تھی، متعدد ائمہ نے اسے ضعیف کہا ہے، لسان المیزان سے اوپر گذر چکا ہے کہ اس کو بوجہ حافظہ ضعیف کہا گیا ہے، ابوحاتم کا قول ہے لیس بالقوی یکتب حدیثہ، ولا یحتج بہ، میزان میں ہے ضعفہ ابوداؤد وابن معین،۔

تنبیہ

اس جگہ یہ امر بھی ذہن نشین کر لینا نہایت ضروری ہے کہ شاذ روایت کی تقویت کثرت طرق سے بھی نہیں ہو سکتی، مقدمہ ابن الصلاح ص۱۲ میں ہے ومن ذلک ضعف لا یزول بنحو ذلک لقوۃ الضعف وتقاعد ھذا الجابر عن جبرہ ومقاومتہ وذلک کالضعف الذی ینشاء من کون الراوی متہما بالکذب او کون الحدیث شاذاً انتہی

اگر کوئی کہے کہ بعض حنفیہ نے لکھا ہے ابوبکر عیاش آخر عمر میں متغیر ہوا تھا، اس روایت کے راوی احمد بن یونس ہیں، اور وہ قبل تغیر کے شاگرد ہیں، پس ابوبکر کے تغیر وضعف کا اثر متنازعہ فیہ روایت پر بالکل نہیں پڑتا، یہی وجہ ہے امام بخاریؒ نے بھی اپنی صحیح میں بواسطہ احمد ابوبکر کی روایت لی ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ امام بخاریؒ ابوبکر کی روایت بواسطہ، احمد، متابعۃً لائے ہیں نہ استقلالاً متابعات میں صحت شرط نہیں، صرف اتنی بات سے قبل تغیر ہونا ثابت نہیں ہوتا، اصل میں یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت امام بخاری بواسطہ مالک بن اسماعیل عن اسرائیل لائے ہیں، متابعۃً ابوبکر کی روایت کو بھی ذکر کردیا، اعلم انہ قد یدخل فی باب المتابعۃ والاستشہاد روایۃ من لا یحتج بہ وحدہ بل یکون معدوداً فی الضعفاء (مقدمۃ ابن الصلاح) مطبوعہ مصر

بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ مجاہد کا فعل اگر اس روایت کے ضعف کی دلیل ہے، تو وہ سجدہ میں رفعیدین کیا کرتے تھے،

جواب اسکا یہ ہے کہ یہ غلط ہے ان حنفی مولوی صاحب کو غلطی لگی ہے جس سے انکو شبہ پڑا ہے رسالہ بخاری میں یہ لفظ ہیں اذا رکعوا، واذا سجدوا مطلب اسکا یہ ہے کہ رکوع کو جاتے اور بعد از رکوع، سجدہ جانے سے قبل بھی رفعیدین کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اسمیں قومہ کی رفع کا ذکر نہیں، کمام تحقیقہ صـ۵۷ تا ۶۱

انصاف کی بات ہے کہ اتنی زبردست جرحوں اور اتنے احتمالات کی موجودگی میں اس اثر کو معرض استدلال میں پیش کرنا، بلکہ اسے روایات متواترہ مثبتہ رفعیدین کا ناسخ ٹھہرایا (جیسے طحاوی وغیرہ نے زور مارا ہے) ڈوبتے کو تنکے کا سہارا نہیں تو کیا ہے؟ اسی وجہ سے مولانا محمد عبدالحی حنفی نے خفیہ یہ چھ وجہوں سے بسوط رد فرمایا ہے ملاحظہ ہو تعلیق الممجد صـ۹۱

تنبیہ

مصنف نور العینین نے ضمنی طور پر بواسطہ محارب ابن عمرؓ کا ایک اور اثر لائے ہیں جسمیں سے بزعم خود ترک رفع پر استدلال، اور ابوبکر کی روایت بالا کی تائید کرنا چاہی ہے ہم چاہتے ہیں کہ چلتے چلتے ناظرین کے سامنے اسکی حقیقت کا کشف بھی کرتے جائیں، عن محارب بن دثار قال رأیت ابن عمرؓ یرفع یدیہ کلما رکع وکلما رفع رأسہ من الرکوع قال فقلت لہ ما ھذا؟ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام فی رکعتین کبر ورفع یدیہ (مسند احمد)

www.KitaboSunnat.com

مصنف نور العینین لکھتے ہیں،

اس اثر کے کل راوی ثقہ ہیں۔ یہ اثر گو بعبارتہ رفعیدین ابن عمرؓ پر دال ہے، لیکن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدلالۃ اس پر دال ہے کہ تعامل صحابہ و تابعین ترک پر تھا، اور باشارۃ یہ بتلاتا ہے کہ ابن عمرؓ بھی عامل ترک رفعیدین تھے"

لیکن اولاً تو آپ نے اسکی سند ذکر نہیں کی، تاکہ اسمیں نظر کیجاوے۔

ثانیاً عبارت دلالت و اشارت پر مقدم ہوتی ہے) اور یہ حنفیہ کا مسلمہ اصول ہے،

ثالثاً یہ دلالت ممنوع ہے، سند منع یہ ہے کہ اس سے غایت سے غایت اتنا ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں میں سستی ہو گئی تھی، بعینہ اسی طرح تکبیرات کا قصہ ہے

عکرمہ ابن عباس سے کہتے ہیں کہ میں نے ایک احمق (مراد ابو ہریرہؓ) کے پیچھے نماز پڑھی اسنے تکبیرات انتقال کہیں! ابن عباس نے فرمایا، یہ سنت نبوی ہے، کما مر ص۹۴ آپ کو چاہئے کہ تکبیرات بھی چھوڑ دیجئے، خصوصاً جب اس زمانہ میں لوگوں نے چھوڑ رکھی تھیں بلکہ حضرت عثمانؓ معاویہؓ حضرت عمرؓ سے ترک تکبیرات ثابت ہے۔ اگرچہ ان میں بھی تاویل کی گنجائش ہے جیسے یہاں ہے۔

دراصل بات یہی ہے کہ بنی امیہ کے زمانہ میں سنن صلوۃ میں عام طور پر سستی واقع ہو گئی تھی، کوفہ میں تو حضرت عثمان کے عہد سے بزمانہ ولید ہی سستی ہونے لگ گئی تھی، بدیں وجہ کوفہ میں ہمیشہ نماز کی حالت ابتر رہی، چنانچہ امام شافعیؒ جب کوفہ میں تشریف لائے تو اہل کوفہ کو اسیطرح پایا کہ وہ ارکان وسنن صلوۃ سے بیخبر محض تھے، چنانچہ ص۹۵-۹۶ پر مفصل گزر چکا ہے رحلۃ الامام الشافعی ص۱۷ میں ہے فرماتے ہیں، وصلت الی الکوفۃ عام اربعۃ وعشرین من المدینۃ فنزلت المسجد بعد صلوۃ العصر وصلیت العصر فبینا انا کذلک اذ رأیت غلامًا قد دخل المسجد فصلی العصر فما احسن یصلی فقمت ناصحاله ومشفقا فقلت له احسن صلوتک لایعذب اللّٰہ بھذا الوجہ الجمیل النار فقال انا اظنک من اھل الحجاز فیکم الغلظۃ والجفا ولیس فیکم رافۃ اھل العراق وانا اصلی ھذہ الصلوۃ خمس عشرۃ سنۃ بین یدی محمد بن الحسن وابی یوسف فما عابا علی صلوتی قط فخرج معجبًا بنفض رداہ فی وجھی فلقی للتوفیق محمد بن الحسن وابا یوسف بباب المسجد فاستنجزھما ولا علم لی بھما فقال ھل علمتما فی صلوتی من عیب؟ فقال اللھم لا قال ففی مسجدنا من قد عاب علی صلوتی انتھی ملخصًا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ ہے کہ امام مالکؒ نے آخر میں رفعیدین کو ترجیح دی ہے لما لاحظہ الدلیل محارب کوفی ہے اس بیچارے کو اس سنت کا علم نہ تھا اسلئے اسکو سوال کرنیکی ضرورت ہوئی، نیز محارب بن دثار کو تعجب صرف رفع الیدین بروقت نہوض عن الرکعتین پر ہے اسلیئے عبداللہ بن عمرؓ کا جواب بایں الفاظ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام فی رکعتین کبر و رفع یدیہ صحیح ہو سکتا ہے ورنہ جواب بے موقع ہوگا لہذا رفعیدین متنازعہ فیہ سے اس اثر کو کوئی تعلق نہیں چنانچہ محارب بن دثار الفاظ حدیث سنتے ہی خاموش ہوگئے اور انکی تسلی ہوگئی، معلوم ہوا کہ یہ اثر حنفیہ کے مفید مدعا نہیں، اس سے بھی ترک پر استدلال کم فہمی پر مبنی ہے،

غور کرو! ائمہ مکہؒ مدینہؒ، مالکؒ وغیرہ بالاتفاق رفعیدین کے قائل ہیں، رفعیدین تمام اہل امصار میں ذائع و شائع ہوئی، اگر کسی صحابی سے ترک ثابت ہوتا، تو اسکی سند کوئی نہ کوئی ضرور صحیح ہوتی خصوصاً جب حنفیہ کا دعویٰ ہے کہ ابراہیم کو عبداللہؓ کا قول وفعل تواتر سے پہنچا تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تواتر صرف نخعی کے دماغ میں رہا، نہ انہوں نے کوئی سند صحیح بیان کی، نہ کسی اور کو اس سند پر اطلاع!

سبحان اللہ کیا اعلیٰ نسخ کی دلیل ہے!

بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ اصحاب ابن مسعودؓ، شاگردان علیؓ بھی رفعیدین نہیں کیا کرتے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن مسعودؓ اور حضرت علیؓ خود بھی رفعیدین نہیں کرتے تھے، اور پھر ابن ابی شیبہ کے حوالے سے لکھا ہے عن ابی اسحٰق قال کان اصحاب عبداللہ واصحاب علی لا یرفعون ایدیھم الا فی افتتاح الصلوٰۃ ثم لا یعودون، پھر فرماتے ہیں واسنادہ صحیح

اول جواب اسکا یہ ہے کہ ابو اسحٰق کوفی ہیں، جو شاگرد انہوں نے دیکھے، وہ رفعیدین نہ کرتے ہونگے اس سے جملہ اصحاب کا عدم ترک رفع نہیں ثابت ہوتا، کیونکہ امام حسن بصری جو بڑے اعلیٰ پایہ کے امام ہیں اور جنکو مولانا نیموی نے بھی آثار السنن میں حضرت علیؓ کے شاگردوں سے شمار کیا ہے، وہ خود رفعیدین کیا کرتے تھے، جزو رفعیدین میں ہے، وقال عبدالرحمٰن بن مھدی عن الربیع بن صبیح قال رائیت محمداً والحسنؒ وابا نضرۃؒ والقاسم بن محمد وعطاءً وطاؤساً والحسنؒ بن مسلم ونافعاً

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وابن نجیح اذا افتتحوا الصلوٰۃ رفعوا ایدیھم واذا رکعوا واذا رفعوا رؤسھم من الرکوع انتھی

فائدہ

(اس سے مجاہدؒ کے رفع عند السجود کی صحیح توجیہ بھی معلوم ہو گئی)،

حضرت علیؓ کے شاگردوں میں اختلاف ہوا تو راجح فعل ہے، نہ ترک، کیونکہ تارکین کوفی رواج کے پابند ہونگے!)

دوسرا جواب یہ ہے کہ شاگردان علیؓ کا محدثین کے ہاں کوئی اعتبار نہیں، ابن مسعودؓ کے شاگرد حضرت علیؓ کی کوئی بات بیان کریں تو کچھ اصل رکھتی ہے، مقدمہ مسلم میں ہے، لم یکن یصدق علی علی فی الحدیث عنہ الا من اصحاب ابن مسعودؓ انتھی، وجہ یہ ہے کہ لوگ حضرت علیؓ کے ذمہ منگھڑت باتیں بھی لگا دیتے ہیں اسکی تفصیل مقدمہ مسلم میں ہے فلتطالعہ

موجودہ صورت میں مدعیان ترک کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ بروایت شاگردان ابن مسعودؓ ان سے ترک رفع نقل کریں لیکن بسند صحیح بیان کیا جائے، ورنہ قابل اعتبار نہیں ہوگا۔

ثالثاً معلوم نہیں کہ اصحاب ابن مسعودؓ میں سے کون کون رفعیدین نہیں کرتے تھے،

پھر یہ مجہول شاگرد معلوم نہیں کس پایہ کے آدمی ہیں ترک رفع کرتے تھے، تو رواج کوفہ کے پابند تھے، یا ابن مسعودؓ کے؟

الحاصل بقول صاحب نور العینین اصحاب علی میں اختلاف عادت ضرور ہے، اور اغلب رفعیدین ہے، اس سے ترک رفع پر استدلال، حمیت محضہ، اور مذہبی پچ کے سوا ہیچ ہے! قرآن مجید ایسے لوگوں کا جو رواج کے پابند ہوتے اور رواج کو رضائے الٰہی کی دلیل قرار دیتے ہیں رد کرتا ہے، فلا تک فی مریۃ مما یعبد ھولاء ما یعبدون الا کما یعبد آباؤھم من قبل

تنبیہ

نے حنفیہ رواج کی تائید میں ایک اور روایت پیش کیا کرتے ہیں، اگرچہ حقیقتاً اسمیں رفعیدین کا اثبات اور تارکین کی تردید بالوجہ الاتم ہے، لیکن ان لوگوں کو کچھ چسکہ ہی ایسا پڑ گیا ہے کہ ایسی روایات سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استدلال کیا کریں، گو وہ سنداً ضعیف ہی ہوں، عن میمون المکی انہ رأی عبداللہ بن الزبیر وصلی بھم یشیر بکفیہ حین یقوم وحین یرکع وحین یسجد وحین ینھض للقیام فیقوم فیشیر بیدیہ فانطلقت الی ابن عباسؓ فقلت انی رائیت ابن الزبیر صلی صلوۃ لم ار احداً یصلیھا فوصفت لہ ھذہ الاشارۃ فقال ان احببت ان تنظر الی صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقتد بصلوۃ ابن الزبیر اخرجہ ابوداؤد،

دیکھو! اسمیں اثبات رفع ہے، جیسے حدیث تکبیرات مندرجہ ص ــــ میں اثبات تکبیرات انتقالیہ نہ تردید، مگر رواج کی پابندی کچھ سمجھنے نہیں دیتی، اگر رواج ہوتا، تو تکبیرات کو بھی چھوڑ دیتے پھر معلوم نہیں راوی کون ہے؟ پھر اس سے رواج بھی کنایۃً معلوم ہوتا ہے اسے پیش کرکے بڑے خوش ہوتے ہیں حالانکہ اس امر کا بہت امکان ہے کہ اس مجہول شخص نے کوفہ میں ترک کا رواج دیکھا ہو، مکہ میں ابن الزبیر کو دیکھکر متعجب ہوگیا ہو، حضرت ابن عباسؓ کا جواب بھی خوب ہے کہ حضورؐ کی نماز دیکھنا چاہو، تو ابن زبیر کی نماز دیکھو (جسمیں رفعیدین ہے) اور اسکی اقتدا کیا کرو،

مقام غور ہے، کیا ابن عباس کو اتنی سمجھ نہ تھی کہ ابن زبیرؓ ایک منسوخ فعل کر رہے ہیں؟ ہاں اپنے مطلب کیلئے تو کہا جا سکتا ہے کہ فعل رفع منسوخ نہ ہوتا تو اس مجہول شخص (جو غالباً کوفی ہوگا جیسے تتبع آثار سے پتہ چلتا ہے کہ صرف کوفہ میں ترک کا رواج تھا) کو معلوم ہوتا مگر یہ غور کرنے کی زحمت نہیں اٹھائی جاتی کہ یہ بات نہ تو ابن زبیرؓ کو سوجھی، نہ ابن عباسؓ کو خیال آیا، پیچھے اب لوگوں کی دانش وفہم میں جب درایت کا اضافہ ہوا تو سمجھے! فمال ھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا،

لطیفہ

روایت رفع ذکر کیجاتی ہے تو اسپر جرح شروع ہوجاتی ہے، اپنا وقت آیا تو چپکے سے گذر گئے گویا یہ حدیث صحیح ہے، حالانکہ اسکی سند میں ایک میمون مکی، مجہول ہے، دوسرا ابن لہیعۃ ضعیف ہے، یہ سب تقلید کی برکت ہے!،

بعض علمائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ ابن عباسؓ کا جواب اس بنا پر تھا کہ نسخ استحباب تھا، نہ نسخ اباحت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اس اثر میں رفع للسجود بھی ہے،

الجواب

مولانا ابن عباس رضؓ کے مافی الضمیر کو آپ نے خوب سمجھا، شاید یہی وجہ ہوگی کہ ابن عباس رضؓ خود رفعیدین کیا کرتے تھے ترک انسے ایک دفعہ بھی مروی نہیں ع۔ پڑیں پتھر سمجھ ایسی پہ اگر سمجھے تو کیا سمجھے، باقی رفعیدین للسجود سے مراد رفع عند الرفع من الرکوع ہے (اسکا مفصل ذکر مع ذکر شواہد اوپر ہو چکا ہے) صفحہ ۶۱ کیا عجیب بات سوجھی، لیکن لکھنے کے وقت غور سے کام نہیں لیا بیتے کیوں؟ مقصود تو رواج کا ثبوت تھا۔ اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کا ایک مقولہ نقل کر کے فرماتا ہے، قل هل عندكم من علم فتخرجوه لنا ان تتبعون الا الظن وان انتم الا تخرصون، (انعام) ایک جگہ فرمایا ایتونی بکتاب من قبل هذا او اثارة من علم ان كنتم صادقين (احقاف) ہر زمانہ کے لوگ اس شبہ کو پیش کرتے رہے کیا پہلے زمانہ کے لوگ بے علم تھے؟ تم انسے زیادہ شریعت کے واقف ہو؟ خدا نے انکو یہ کام کرتے نہ دیکھا؟ برا ہوتا، تو اسکا رواج کیوں ہوتا۔ حالانکہ متقی تھے وغیر ذلک من الخرافات بدعتی بھی کہتے ہیں۔ مولود شریف، فاتحہ خوانی، مروجہ، تیجہ، چالیسواں۔ قرناً بعد قرنٍ، مشرق و مغرب کے علماء کرتے آئے بُرا ہوتا تو منع کرتے!، مقلدین کہتے ہیں، بڑے بڑے علماء تقلید کرتے چلے آئے ہیں کیا انکو سمجھ نہ تھی، گویا رواج کے مقابل نہ قرآن پیش ہو سکتا ہے نہ حدیث، نہ اجماع، نہ قیاس، اصول اربعہ کی جگہ رسم و رواج کو شریعت حقہ قرار دیا جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون،

غرض یہ ہیں حنفیہ کے وہ دلائل جن پر بڑا زور دیا جاتا ہے اور ہر ممکن طاقت سے انکی صحت مضبوطی کیلئے سعی کی جا رہی ہے۔ انکے علاوہ بھی کچھ موضوع حدیثیں، اور واہی تباہی، آثار نقل کئے گئے ہیں جن کے ضعف اور وضع کا حنفیہ کو خود اقرار ہے، چنانچہ مولانا عبد الحی صاحبؒ نے اپنی تصانیف میں انپر کافی بحث کی ہے، اور آج کل کے پڑھے لکھے حنفیہ نے انکو استدلالاً پیش کرنا چھوڑ دیا ہے لہذا ہم بھی انکو نظر انداز کرتے ہیں،

اگرچہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ بعض محققین حنفیہ نے ان دلائل کے متعلق (جو لکھے گئے) بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہماری طرح لکھا ہے، لیکن اکثر حنفیہ انپر بڑا زور دیتے ہیں اور انہیں کے بل بوتے پر سنت صحیحہ، صریحہ، متواترہ کا نسخ وترک ثابت کرتے ہیں، بنا بریں صحیح صحیح واقعات ہدیہ ناظرین کئے گئے ہیں۔ شاید اللہ تعالےٰ کسی کو ہدایت کردے اور ہمکو اسکا اجر عنایت فرمائے، آمین،

اب ہم آخر میں ادلہ حنفیہ پر جسقدر گفتگو ہو چکی ہے اسے اجمالاً نقل کرتے ہیں۔

پہلی دلیل۔ جابرؓ کی حدیث "جسمیں سرکش گھوڑوں کی طرح ہاتھ اٹھانے سے منع کیا گیا ہے"

ہماری طرف سے اسکے متعدد جواب دئے گئے ہیں۔ (۱) اسمیں رفعیدین مواضع کا کوئی ذکر نہیں علمائی محدثین کا اجماع ہے کہ یہ حدیث سلام کے بارہ میں ہے، (۲) عام بھی تسلیم کرلیا جائے، پھر بھی رفعیدین متنازعہ فیہ کو شامل نہیں، اسکنوا کے لفظ سے اس جواب کی اسطرح تائید ثابت کی گئی ہے کہ حکم سکون ابتدائے ہجرت میں ہے اور یہ رفعیدین آخر عمر تک حضور کرتے رہے، اس لئے امام بخاری کا یہ قول بالکل بجا ہے کہ "اس حدیث سے استدلال پکڑنا جاہلوں کا کام ہے" یہی وجہ ہے کہ محدثین نے اس حدیث سے ترک رفع پر استدلال نہیں فرمایا،

اس ضمن میں پرانے اور نئے حنفیہ کے اس حدیث سے جملہ وجوہ استدلال پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

دوسری حدیث، ابن عمرؓ حافظ صاحبؒ نے اسے تلخیص میں موضوع (جھوٹی بناوٹی) کہا ہے، حنفیہ کو اسکے چند روات ملگئے جو شاید ثقہ ہوں، یہ سمجھے کہ حدیث صحیح ہے، حالانکہ ذرا غور سے دیکھا جائے تو بدیہی بات ہے، جنکو سند ملی وہ تو موضوع کہیں، جنکو سند نہ ملی، وہ صحیح بنانے میں اپنا سارا زور صرف کررہے ہیں، سبحان اللہ کیا اعلیٰ درجہ کا اجتہاد ہے، شاید مکاشفہ میں حضورؐ سے دریافت کرلیا ہوگا!

تیسری حدیث۔ ابن مسعودؓ اولاً تو اس حدیث کے ضعف پر اکابر محدثین کی مہر تصدیق ثبت ہے، اسمیں عاصم بن کلیب متفرد ہے، اور وہ بحالت انفراد قابل احتجاج نہیں ہوتا۔ نیز ابن ادریس (جو صاحب کتاب ہے) اور ایک جماعت نے سفیان کی جو مخالفت کی ہے اسکے وہم کی بین دلیل ہے یہی وجہ ہے کہ سفیانؒ نے امام اوزاعی کے مناظرہ میں اس روایت کو نظرانداز کردیا ہے۔

ثانیاً یہ روایت محتمل للتاویل بھی ہے، ابن عربیؒ نے جب رسول خدا کو مکاشفہ میں رفعیدین کا حکم کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھا تو انے یہی تاویل کی ہے۔

ثالثاً اسکے بعد ابن مسعودؓ کی محمد بن جابر والی روایت (مسند امام اعظم میں) ذکر کیجاتی ہے، حالانکہ اس روایت کو ائمہ نے موضوع کہا ہے۔ اور مسند امام صاحب کی روایات، حکایات سے بڑھکر نہیں، چنانچہ ائمہ فن نے تصریح کی ہے، اس طرہ پر طرفہ یکہ محمد بن جابر کو (جسے محدثین وضاع اور کذاب کہتے ہیں) درجہ وضاع وکذب سے نیچے اتار کر فقط ضعیف بنانے کے سلسلہ میں بیجا زور لگایا ہے یہاں تک کہ ابن حجر کی طرف بحوالہ القول المسدد یہ منسوب کردیا کہ "محمد وضاع نہیں ضعیف ہے، اور یہ حدیث حسن ہے" حالانکہ یہ صریح غلطی ہے، ساری القول المسدد دیکھ جائیے! حافظ صاحب کا یہ قول آپ کو نہیں ملیگا،

چوتھی دلیل حدیث براءؓ اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے، اسکا حافظہ ردی ہوگیا تھا مکہ میں رفع کی روایت کرتا رہا، کوفہ میں گیا، تو کوفیوں نے اسے اسی حدیث میں ثم لا یعود کا لفظ سکھلادیا جب اسکے قدیم شاگرد سفیان بن عیینہ کو اسکا علم ہوا تو انکے دریافت کرنے پر صاف انکار کر گیا (یہ ہے اصل براءؓ کی روایت کا)

اب سنئے! اس کی متابعت کا حال۔ محمد بن ابی لیلی کو اسکا متابع بنایا گیا ہے، حالانکہ یہ بھی ردی الحافظہ تھا، پہلے یزید سے روایت کیا کرتا، ایک دفعہ جب زبانی روایت بیان کی تو اور سند بیان کردی حنفیہ نے اس غلط بیان کو متابعت بنانا شروع کردیا،

پانچویں دلیل (حدیث لاترفع الایدی) اولاً تو اسکا مدار بھی محمد بن ابی لیلی پر ہے، اسکی عادت تھی آج کچھ اور کل کچھ کہتا، مرفوع کو موقوف اور موقوف کو مرفوع کردینا اسمیں اسنے یہی تصرف کیا ہی اسکے سوا دوسرے راویوں نے اسکو موقوف بیان کیا ہے اور اسنے بوجہ خرابی حافظہ غلطی سے مرفوع کردیا ثانیاً بر تقدیر صحت، یا تو یہ روایت قبل شرعیت رفعیدین کے ہوگی، یا رفع عند شعائر اللہ مراد ہوگا لہذا یہ روایت کسی طرح بھی ادلہ رفعیدین کے منافی نہیں، کیونکہ ابن عمرؓ، ابن عباسؓ دونوں رافعین سے ہیں،

چھٹی دلیل (حدیث عبادؓ) یہ بھی مرسل وضعیف ہے، اور محتمل للتاویل ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحاصل، یہ سب دلیلیں ترک رفع پر بالکل دلالت نہیں کرتیں کیونکہ یہ سب صد درجہ کی ضعیف، ناقابل احتجاج اور تاویل صحیح کی گنجائش رکھتی ہیں،

مقام غور ہے نماز جیسا مسئلہ جس پر اہل اسلام کا دن رات عمل ہو اسمیں مشہور اعمال کے متعلق کوئی روایت صحت کو نہ پہنچے، اس سے زیادہ واضح شہادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ یہ جو کچھ ہے راویوں کے توہمات سے زیادہ انکی کوئی حقیقت نہیں، جیسے محدثین کرام نے تصریح فرمائی ہے، فثبت انہ ماجاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبر یدل علی انہ ترکہ احیانا فضلاً ان یدل علی النسخ

حنفیہ نے جب دیکھا کہ حدیث مرفوع تو اس بارہ میں کوئی ثابت ہوتی دکھائی نہیں دیتی، تو لگے صحابہ کے آثار ٹٹولنے، بایں خیال کہ انسے کچھ نہ کچھ مدلیکر مرفوع حکمی کا درجہ دیکر کسی طرح رفعیدین کو منسوخ کر دیا جائے، وانی لھم التناوش من مکان بعید بہت جدوجہد کے بعد صرف چار صحابہ ملے جن سے عدم رفعیدین منقول ہے، عمرؓ علیؓ، ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ لیکن صحیح سندوں سے ان چار تک بھی عدم رفع کا پہنچنا مشکل ہے، کیونکہ (۱) حضرت عمر سے اس روایت میں ابراہیم نخعی ہے جو مدلس ہے اور اس جگہ اسود سے عن کے ساتھ راوی ہے، عنعنہ مدلس کا غیر مقبول ہے دوسرے یہ کہ محتمل تاویل بھی ہے کیونکہ حضرت عمر سے بسند صحیح رفعیدین ثابت ہے، جیسے امام حاکمؒ نے فرمایا ہے اور ترک رفع کو شاذ قرار دیا ہے، حافظ زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ اور حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر میں بھی حضرت عمرؓ سے رفعیدین مختلف طرق سے نقل کی ہے،

(۲) حضرت علیؓ کے اثر کی سند میں عاصم متفرد ہے، جو بحالت انفراد حجت نہیں،

(۳) حضرت ابن مسعود کے اثر کی سند میں بھی ابراہیم نخعی ہیں، اور انکی ملاقات، ابن مسعودؓ سے ثابت نہیں، انکی عادت تھی ہر شخص سے روایت لے لیا کرتے تھے لہٰذا یہ روایت منقطع اور اسکا ارسال مثل ارسال زہری ہے، کما صرح بہ البیھقی فی کتاب المعرفۃ، باقی رہا نخعی کا وہ قول جسے طحاویؒ نے نقل کیا ہے جسمیں ذکر ہے کہ "میں واسطہ چھوڑ دوں تو وہ روایت جماعت سے ہوتی ہے" تو اولاً اسکی سند صحیح نہیں، ثانیاً جماعت دو کو بھی شامل ہے اپنے عادت کے مطابق اگر جماعت ضعفا سے روایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے تو نقادانِ فن کی نظر میں وہ کیا حیثیت رکھتا ہے علاوہ ازیں محتمل تاویل بھی ہے۔

(۴) اثر ابن عمرؓ کی سند میں ابوبکر بن عیاش ہے جو کثیر الغلط ہے ابن معینؒ کا فرمان ہے توھم لا اصل لہ ابوبکر پہلے اسکو بسند منقطع ابن مسعودؓ سے روایت کیا کرتا، بعد میں غلطی سے دوسری سند سے یہ اثر بیان کر دیا۔ علاان ھذا ایضا محتمل للتاویل المذکور

انہیں وجوہ کو مدنظر رکھکر ائمہ حدیث، امام بخاریؒ حمیدیؒ علی بن عبداللہ بن جعفرؒ، ابن معینؒ احمد بن حنبلؒ، اسحق بن راہویہ وغیرہ نے بالاتفاق یہ فیصلہ صادر فرمادیا ہے کہ ترک رفع بسند صحیح، نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ کسی صحابی تک اسکا ثبوت پہنچا،

آخر جب محسوس کیا کہ صحابہ کے اقوال کی سندیں بھی صحیح نہیں (جیسے مولانا عبدالحی حنفیؒ کی عبارت تعلیق الممجد سے پتہ چلتا ہے، کیونکہ انہوں نے تقریباً فرداً فرداً ہر حدیث واثر پر بحث کی ہے) تو نیچے اترے یعنی لگے رواج کو آڑ بنانے اور بطور دلیل پیش کرنے، کبھی تو اسطرح کہ امام مالک مدینہ کے امام کا مذہب رفعیدین کے خلاف ہے، حالانکہ امام مالکؒ کی روایت رفع راجح مانی جاتی ہے اور ترک مرجوح جیسے ارسال یدین (یعنی نماز میں ہاتھ نہ باندھے جائیں) کی روایت ضعیف ہے اور مالکیہ کا اعتماد اسی پر ہے،

صحت روایت اور چیز ہے، اور اعتماد امر دیگر، امام صاحب کی روایت ارسال یدین، وترک رفعیدین مساوی ہیں، ستم ظریفی دیکھیے حنفیہ نے ثانی کو تو مطابق منشا دیکھکر، شاعرانہ مبالغہ آمیزیوں سے اسے بیان کرنا شروع کر دیا، اور اول چونکہ اپنے مخالف تھی اسلئے اس میں تحقیق کی سوجھی، حالانکہ روایتی حیثیت سے دونوں ایک ہی پایہ کی اور ضعیف ہیں، اگرچہ بعض مالکیہ نے ان پر اعتماد کر لیا ہے، دیکھو محققین نے اس بات کی تصریح کی ہے چنانچہ ابن عبدالبرؒ امام ترمذیؒ نے امام مالک کا مذہب فعل رفع نقل کیا ہے، حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی حجۃ اللہ میں اہل کوفہ کے مقابلہ پر اہل مدینہ کو رفعیدین کے قائل بتایا ہے۔

کبھی یہ کہدیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ کے ساتھی رفعیدین نہیں کیا کرتے تھے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ اتنا نہیں سوچتے، کہ حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ کے ساتھی تھے کون؟ کیسے تھے؟ جب تک یہ نہ معلوم ہولے کہ وہ رواج کوفہ کے پابند تھے یا کسی دلیل صحیح کے، ایسی باتوں کو کیسے پیش کیا جا سکتا ہے؟ کبھی میمون مکی کی روایت لیکر رواج ثابت کرنے کی ٹھانی، لیکن وہ بھی نہ ہو سکا کیونکہ یہ بالکل قطعی بات ہے کہ اہل کوفہ کے سوا باقی تمام شہروں میں رفعیدین کیجاتی تھی،

الحاصل، ازمنہء متقدمہ کے تمام اہل امصار (بجز چند اہل کوفہ کے) کا اسپر اتفاق ہے صحابہ کی تعداد کثیرہ سے یہ حدیث مروی ہے اور صحابہ کرام کی ایک کثیر جماعت سے تفصیلاً اور تمام سے اجمالاً مروی ہے کہ وہ رفعیدین مواضع ثلاثہ میں کیا کرتے تھے **تو** اب اس سنت کے بقار میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

علمار محدثین کا خیال اور صحیح خیال ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے، جیسے قرآن مجید، صلوۃ خمسہ مقادیر زکوۃ، وغیرہ پر تواتر ہے، اور متواتر روایت کے راویوں سے بحث نہیں کیجاتی، یہی وجہ ہے کہ علمائے محدثین نے ان سب روایات کا استیعاب نہیں کیا، تاہم جسقدر ذکر کیا ہے اس سے ایک طالب حق، وسلیم الفطرت شخص کو یقین ہو جاتا ہے، کہ اسکی سندیں واقعی متواتر ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری صفحہ ۱۸۴ میں اپنے استاذ سے نقل کرتے ہیں کہ پچاس صحابہ سے یہ روایت مروی ہے ان پچاس کا ذکر اگرچہ موجودہ کتابوں میں نہیں ہے لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ یہ بے سند ہیں، کیونکہ اس کو متواتر کہنا کسی فقیہ مجرد اور ردی الحافظہ کا مقولہ نہیں، بلکہ امام الائمہ امام بخاریؒ کا یہ قول ہے جن کا ارشاد ہے کہ مجھے ایک لاکھ حدیث زبانی یاد ہے، لیکن کتاب (صحیح بخاریؒ) میں کل سات ہزار ہیں باقی باوصف عدم ذکر تسلیم کیجاتی ہیں، امام بخاریؒ کے زمانہ میں اس حدیث کی سندیں یقیناً متواتر ہونگی گو وہ سب بالاستیعاب نہ لکھی گئی ہوں، بلکہ حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبہ میں اکثار احادیث متواترہ کا جو قاعدہ بیان کیا ہے اس کو مد نظر رکھکر ہم قطعاً کہہ سکتے ہیں کہ یہ حدیث جتنے طریقوں سے مروی ہے وہ بلحاظ صفات رواۃ حد تواتر تک پہنچتے ہیں، فالحمد للہ علی ذلک،

باقی رہا، امام ترمذی کا قول وبھذا یقول غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم جسے حنفیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر جگہ لئے پھرتے ہیں، چنانچہ عرف الشذی، نور العینین وغیرہ میں اسے زور سے پیش کیا گیا ہے حالانکہ امام صاحب کا یہ مطلب نہیں کہ جنکی طرف ترک منسوب ہے، انسے بسند صحیح ثابت یہی ہے، امام صاحب کا یہ مطلب کیسے ہو سکتا ہے جب بڑے بڑے محدثین انکی تضعیف کے حق میں ہیں؟ ہاں اسقدر صحیح ہے کہ ان سے مروی ہے، مروی ہونا اور بات ہے ثبوت امر دیگر،

ایسے اقوال و افعال صحابہ جن میں انکا اختلاف ہو، چونکہ مدار استدلال نہیں ہوتے، اس لئے ان میں زیادہ تر بحث و تفتیش نہیں کی جاتی، ترمذی میں بہت جگہ صحابی کیطرف فعل یا قول منسوب ہوتا ہے حالانکہ اس سے بسند صحیح اسکا ثبوت نہیں ہوتا جیسا کہ مولوی سراج احمد صاحب شرح ترمذی فارسی میں لکھتے ہیں "دوم آنکہ مصنف را علم ہاں شدہ باشد کہ دریں باب حدیثی از فلاں وفلاں مروی شدہ است ولیکن او را باسناد صحیح نرسیدہ باشد از آنجہت گویدا ز فلاں فلاں منقول شدہ است" (شرح ترمذی فارسی صـ۲۷)

اسیطرح ابراہیم نخعی کا یہ قول کہ میں نے کسی سے رفعیدین کا ذکر نہیں سنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ وہ صغار تابعین سے ہیں (صرف ایک دو صحابہ کو دیکھا ہو تو دیکھا ہو) انہوں نے اگر کسی کوفی سے سنا ہو تو محل استدلال و تعجب نہیں کیونکہ اہل کوفہ بہت سی سنن سے ناواقف تھے، چنانچہ صحیح بخاری میں شعبی کوفی کا مقولہ موجود ہے، جسمیں وہ صاف اقرار کر رہے ہیں "کہ اس مسلہ سے ادنی ادنی مسلوں کے لئے مدینہ کا سفر کرنا پڑتا تھا" غرض ایسے نادر و شاذ واقعات سنت متواترہ کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے۔

ایک اور چال حنفیہ نے یہ چلی کہ امام صاحب کے ذمہ ایک روایت لگادی، وہ اس صورت میں کہ "اوزاعی" وابو حنیفہ" کا مناظرہ" کے نام سے مسند ابو حنیفہ میں ایک کہانی لکھدی گئی جس پر محققین نے سنداً و متناً ہر طرح گفتگو کی ہے،

اب اس روایت کو ہر جگہ ٹھونس دیا گیا ہے، بخاری کے حاشیہ پر بھی لکھماری۔ اس سے امام صاحب کی درایت و بسبب فقہ راوی ترک رفعیدین کی ترجیح ثابت ہو رہی ہے بلکہ فقاہت و روایت کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنزاع بھی اسی پر قائم کر دیا گیا، حالانکہ حالت یہ ہے کہ (۱) یہ مناظرہ موضوعہ کسی کتاب میں بسند صحیح مروی نہیں (۲) مسند ابو حنیفہ کی حقیقت صرف اسقدر ہے، کہ امام صاحب سے دو چار سو سال بعد کسی نے امام صاحب کی مرویات کر کے انکا نام جڑ دیا ہے بہتر ہوتا کہ کتب ماخوذہ سے اسانید سب نقل کر لیجاتیں مگر ایسا نہیں کیا گیا، امام صاحب تک ساری اسانید حذف کر کے مسند ابو حنیفہ کو تصنیف کر لیا گیا،

اسکی مثال بالکل اسیطرح ہے کہ کوئی شخص بحذف اسانید، وحوالجات صرف قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہکر روایات جمع کر دے، اعتراض کرنے والا سند تلاش کرتا پھرے، چنانچہ حنفیہ نے خود بھی اسطرح کا ایک نیک کام کیا ہے، سنت متواترہ رفعیدین کو منسوخ بنانے کیلئے مجاہد کا اثر تلاش کیا اور مجاہد کی بابت یہ گھڑ لیا کہ وہ بقول خود "ابن عمر کی معیت وصحبت میں دس سال تک رہے ہیں، حالانکہ مجاہد کے اس قول کا کہیں اتا پتہ ہی نہیں، مولانا عبدالحیؒ نے یہ بھانڈا پھوڑ ڈالا الاول مطالبة اسناد ما نقلوه عن مجاهد انه صحب عشر سنين ولم ير ابن عمر فيها يرفع يديه الا في التكبيرة الاولى (التعليق الممجد ص۹۲) (۲) امام محمد اسے اپنی کتاب میں نہیں لائے جس سے اس روایت کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے، پھر سفیان نے بھی بمقابلہ اوزاعی اس روایت کو پیش نہیں کیا لہذا اس کی حقیقت سراب سے بڑھکر نہیں ہے،

الحاصل، رفعیدین مواضع ثلاثہ میں سنت نبوی ہے اور بوجوہ ذیل یہی صحیح ہے،

(۱) احادیث رفعیدین، صحیح ہیں اور متواتر ہیں (۲) صریح بھی ہیں (۳) آثار صحابہ مثبتہ رفعیدین صحیح ہیں (۴) صریح بھی ہیں (۵) امام مالکؒ کی صحیح روایت فعل کی ہے، نہ ترک کی، (۶) تمام شہروں کا تعامل رفعیدین تھا (الا من شذ من اهل الكوفة) نہ ترک (۷) اسی پر محدثین کا اجماع ہے،

(۸) صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ و دیگر کبار وملازمین صحبت صحابہ سے رفعیدین فرداً فرداً صحت کو پہنچ چکی ہے،

(۹) اجمالاً جمیع صحابہ سے رفعیدین ثابت ہے گویا اس پر سارے صحابہ کا اجماع ہے،

(۱۰) محققین حنفیہ بھی محدثین کے ہم نوا ہو گئے کیونکہ انکو اسکے بغیر کوئی چارہ کار نظر نہ آیا،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل کوفہ پر مجموعی نظر

کوفہ میں رفعیدین کا وجود

رفعیدین کا بقاء و ثبوت کیلئے یہی ایک دلیل کافی ہو سکتی ہے کہ بعض اہل کوفہ رفعیدین کیا کرتے تھے نہ صرف یہ بلکہ سختی سے اس پر لگے ہوئے تھے۔ دیکھو حضرت ابن مبارکؒ اور انکے شاگرد سب رفعیدین کیا کرتے تھے، حضرت ابن مبارکؒ اہل کوفہ کے امام ہیں

ان کے علاوہ جوں جوں کوفیوں کو حق معلوم ہوتا گیا، وہ رفعیدین کے قائل و فاعل ہوتے گئے، دار قطنی صفحہ ۱۱ میں ہے" ایک شخص (احمد بن اسحاق) کہتے ہیں کہ" میں پہلے عراق خیال تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ مواضع ثلاثہ میں رفعیدین کر رہے ہیں" کان مذهبی مذهب اهل العراق فرائیت النبی صلی الله علیه وسلم فی النوم یصلی فرایته یرفع یدیه فی اول تکبیرة ثم اذا رکع ثم اذا رفع راسه من الرکوع انتهی

اسیطرح عصام بن یوسف امام صاحب کے پوتا شاگرد ہیں، انکے ترجمہ میں مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں کان یرفع یدیه عند الرکوع وعند رفع الراس منه انتهی (الفوائد البهیة)

دیکھیے! قدماء کوفیوں، اور حنفیوں نے جب رفعیدین پر عمل کر کے احادیث و آثار مثبتہ رفعیدین کی صحت و صراحت، اور اسکے بقاء و ثبوت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے تو پچھلوں کی کون سنتا ہے؟

ہاں بعض اہل کوفہ مثلاً وکیع امام ابو حنیفہ وغیرہ نہیں کرتے تھے لیکن وکیع و دیگر وسیع النظر فاعلین پر انکار بھی نہیں فرماتے تھے جیسے امام بخاریؒ نے جزء میں بیان فرمایا ہے کیونکہ وہ رفع و ترک دونوں کو جائز سمجھتے تھے جیسے تارکین تکبیرات تکبیرات کو جائز و سنت سمجھ کر ترک کرتے تھے، کیونکہ بالفرض عدم رفع ثابت بھی ہو، جب بھی فعل فی وقت ما ترک فی وقت ملک کے معارض نہیں ہوتا، لیکن مرویات ترک کو نافی، اور احادیث فعل کو مثبت قرار دیکر ناسخ و منسوخ بناتے پھرنا، بے محل، بے سود، اور لاطائل ہے، ظاہر بات ہے کہ مرویات ترک، نافی سمع نہیں ہیں، بلکہ رفع فی غیر ہذا الوقت سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساکت ہیں، سکوت، اور فعل میں کسی عاقل کے نزدیک تعارض نہیں ہوتا،
اسی امر کو مدنظر رکھکر بعض محققین حنفیہ نے صاف لکھدیا ہے کہ نسخ کی کوئی وجہ نہیں ومن کان یقول به یراه منسوخاً بما لا یدل علیه فان عدم الرفع ان ثبت فلا یدل علی عدم سنیة الرفع اذ شان السنة ترکها احیاناً او یجوز استنان الامرین جمیعاً فلا وجه لدعوی النسخ والقول بالکراهة سندھی علی النسائی ۱/۱۴۱) شاہ ولی اللہ صاحب نے صاف فرمایا ہے والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع فان احادیث الرفع اکثر واثبت (حجۃ اللہ) اور مولانا شہید نے اس بارہ میں مستقل رسالہ تالیف فرمایا ہے

حنفیہ کا اضطراب اور اقرار حق

روایات کی کثرت اور تواتر اسنادی و عملی سے متاثر ہوئے بغیر حنفیہ بھی نہیں رہ سکے، چنانچہ تواتر عملی کا اعتراف مولانا انور شاہ صاحب حنفی نے بھی العرف الشذی میں کیا ہے (ص ۱۲۴/۱)
اس تاثر و اعتراف کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ نسخ کی تاویل شروع کردی، بعض نے تو یہ کہا کہ "نسخ سے مراد یہ ہے کہ پہلے صرف رفعیدین کی حدیثیں ہم کو معلوم تھیں اب ترک کی بھی معلوم ہوگئیں"،
بعض نے تقسیم شروع کردی نسخ اباحت، نسخ استحباب" یہ سب حیلے اس لئے کئے گئے تاکہ کسی طرح جواز ترک ہی ثابت ہو اور حنفیہ کے مذہب کی لاج رہجائے اور بالکل باطل تو نہ ہو، ہم چاہتے ہیں کہ خود حنفیہ ہی کی تحریرات سے انکے اضطراب کا نقشہ پیش کریں،
مولوی اشفاق الرحمن صاحب نور العینین میں لکھتے ہیں:-
"تارکین رفع کے دو فریق ہیں، اول، نسخ اباحت کا قائل ہے، ترک رفعیدین کو مامور بہ اور رفعیدین کو منہیات میں شمار کرکے کراہت کا قائل ہوا ہے،
دوم نسخ استحباب کا قائل ہوا ہے، یعنی اباحت علی حالہ باقی ہے، جیسے شیخ عبدالحق صاحب وابن الہمام، کی تقریروں سے نکلتا ہے" (ص ۸۵)
بعض وسیع النظر حنفیہ ان کھیڑوں اور دھندوں میں پڑے ہی نہیں اور انہوں نے اسکے غیر منسوخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونیکا صاف صاف اقرار کرتے ہے، چنانچہ مولوی رشید احمد صاحب حنفیؒ (فتاوی رشیدیہ صہ ج ۲) مولانا عبدالحی حنفیؒ (فتاوی صہ ج ۱) قاضی ثناراللہ صاحبؒ حنفی پانی پتی (صہ مالا بد منہ) وغیرہ نے بالکل تصریح کردی ہے،

علامہ سندھی حنفیؒ نے بھی دعوی نسخ پر رد بلیغ فرمایا ہے، چنانچہ انکا کلام اسی رسالہ میں دو دفعہ گذر چکا ہے، مولانا عبدالحی صاحبؒ نے تو ادعائے نسخ کی دھجیاں بکھیر کر رکھدی ہیں ملاحظہ ہو تعلیق الممجد آخر میں فرماتے ہیں، واما دعوی نسخہ کما صدر عن الطحاوی مغترا بحسن الظن بالصحابۃ التارکین وابن الھمام والعینی وغیرھم من اصحابہ فلیست بمبرھن علیہ بما یشفی العلیل ویروی الغلیل (تعلیق الممجد ملک)

مولوی اشفاق الرحمن صاحب نے رسالہ تو ترک رفعیدین بلکہ اسکے منہی عنہ ہونے کے بارہ میں تصنیف فرمایا، ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا، بڑی عرق ریزی کی، مگر جاتے جاتے (یہ خیال کرکے کہ ہیں! مولوی ہوکر کیا کر رہے ہیں؟) حق کا اعتراف فرمالیا، فرماتے ہیں،

راقم الحروف بھی ادلہ پر نظر کرتے ہوئے، اسی فریق کے قول کو تحقیقاً (جو قائل جواز ہیں) اور فریق اول (قائلین نسخ) کے قول کو تقلیداً حق سمجھتا ہے (ص۸۵)

ہمارے ناظرین حیران ہونگے کہ مولوی صاحب ایک طرف تو "محقق" ہوکر نسخ کو اڑا رہے ہیں دوسری طرف مقلد ہوکر نسخ کا ثبوت دے رہے ہیں یہ کیا،

لیکن حیرت کی کوئی بات نہیں، قدرت نے قلم سے حق نکلوا دیا ہے کہ "تحقیقی بات عدم نسخ ہے" ادھر تقلید کا پھندا بھی گلے میں ہے اسے بھی نباہنا ایک مقلد کا فرض منصبی ہے اسلئے تقلیداً نسخ کا اقرار ہے ولنعم ما قیل ان المقلد فی سبیل الھالکین کیونکہ پہلے حنفیہ یہی تعلیم دئے گئے ہیں، تعلیق المختار شرح کتاب الآثار امام محمد کے مقدمہ میں ہے،

فاذا استدل ابو حنیفۃ بحدیث نعتقد انہ حکم بصحتہ وتوثیق رجالہ ولا نلتفت الی من خالفہ خصوصاً اذا کان من ھو دونہ فی العلم والفقہ ونحکم علی الرجال انھم موثقون

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقبولون ولا نبالی بما قاله فیهم ارباب الظواہر من الضعف والجرح وغیر ذلک من الوجوہ، القادحۃ فی الثقاھۃ وان صدر عن کبار المشاھیر کالبخاری ومسلم انتہی (صـ۲۳) مطبوعہ لکھنو

ترجمہ "امام ابو حنیفہؒ جب کسی حدیث سے استدلال کریں تو ہمارا اعتقاد ہے، کہ یہ حدیث بالکل صحیح اور اسکے رجال ثقہ ہیں، ہم مخالفین کی کسی بات پر توجہ نہ کرینگے، اور نہ کسی بڑے سے بڑے ظاہری کی جرح وتضعیف کی پرواہ کریں گے، اگرچہ امام بخاری، امام مسلم ایسے (بلند پایہ محدث) کیوں نہ ہوں"

مولوی اشفاق الرحمن صاحب! اگر جابر کی حدیث رفع یدین متنازعہ فیہ کے بارہ میں ہے، جیسے آپ نے پہلے لکھا ہے، حدیث صحیح ہے، یہی قطعی بات ہے۔ آپ نے وہاں اسکنوا فی الصلوۃ کے معنی بھی یہی کئے ہیں کہ نماز میں رفعیدین نہ کیا کرو، اگر یہ سب باتیں سچے دل سے لکھی ہیں تو آپ کو نسخ کا قائل ہونا چاہئے تھا، غالباً دل میں تو آپ سمجھتے ہیں کہ یہ حدیث متنازعہ فیہ رفع یدین کے بارہ میں نہیں، لیکن تقلید نے آپکو یہ معنی کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُن کے حال پر رحم کرے

وللہ در الامام الھمام سید المحدثین البخاریؒ حیث قال ولو ثبت عن ابن مسعود والبراء وجابر رضی اللہ عنہم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم شئ لکان فی علل ھولاء الذین لا یعلمون انہم یقولون اذا ثبت الشئی عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان رؤساء نالم یاخذ وابھذا ولیس ھذا بما خوذ لما یریدون الحدیث للا لقاء برایہم انتہی، کذا فی الجزؤ صـ۱۶

الحمد للہ کہ ہم مباحث رفعیدین سے فارغ ہوئے وبنعمتہ تتم الصالحات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الخاتمۃ (رزقنا اللہ حسنھا)

فی

المباحث المھمۃ

تحقیق مقبول

صاحب نور العینین کے ۹ موضوعہ اصول

پر ایک سرسری نظر

مولوی اشفاق الرحمن صاحب کاندہلوی نے اپنے رسالہ بنام نور العینین فی تحقیق رفع الیدین کے ابتدا میں بعنوان "اصول موضوعہ" نو اصول ذکر کیے ہیں، جنمیں غالباً مغالطہ دہی سے کام لیا گیا ہے ورنہ مغالطہ خوری ہے ہم انکے ایک ایک اصل کو لیکر اسپر گفتگو کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اصل اول کا خلاصہ نماز میں تغیر و تبدل وقتاً فوقتاً ہوتا رہا ایک وقت میں ایک حکم عام ہی دوسرے وقت میں خاص، حدیث احیلت الصلوٰۃ اسکی مؤید ہے (ابوداؤد)

شروع کی بہت سی مشروع باتوں کو بعد میں منسوخ کر کے نماز کا مدار خشوع و سکون پر رکھا گیا، جیسے انتشار صفوف، تطبیق، کلام، تحویل قبلہ،

اسطرح بر انتقال میں رفعیدین بھی بعد میں منسوخ ہوگئی، (نور العینین ص۲)

اصل اول پر بحث

نماز میں تبدیلی کے متعلق تو اختلاف نہیں، اختلاف اس امر میں ہے کہ عادی امور میں وسعت کو محصور کیا گیا، یا عبادی امور میں بھی!، بصورت ثانی کس دلیل سے، حدیث ابوداؤد محولہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں تین تغیر واقع ہوئے، تغیر قبلہ جو ہجرت کے تیرہویں مہینہ ہوا، تسویہ صفوف کا حکم، منع کلام، قبل از بدر، یہ سب تغیرات ابتدائے ہجرت میں ہوئے ایک حدیث میں ہے کہ آیت قوموا للہ قانتین اتری تو ہم کلام سے رک گئے، ہاں ایک تطبیق کا سوال باقی رہجاتا ہے، تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسکی تاریخ معلوم نہیں کب منسوخ ہوئی؟، رفعیدین کا تو ذکر تک نہیں کہ کب منسوخ ہوگئی، باقی ہر انتقال کی رفعیدین کے جو اہل حدیث قائل و فاعل نہیں ہیں، تو وہ انکے نزدیک معیار صحت پر پوری نہیں اتریں، یہاں یہ نکتہ قابل لحاظ ہے کہ نماز میں اضافات عبادی ہیں اور امور ممنوعہ عادی قبلہ جزو نماز نہیں بلکہ شرط ہے اور ماہیت صلوۃ سے خارج، کلام ماہیات میں ہے،

خلاصہ یہ ہے کہ نماز میں امور مضافہ، عبادی ہیں اور ممنوعہ عادی مثلاً تسویہ صفوف وجماعت کا حکم یا سکوت کا ارشاد۔ انتشار صفوف سے رکاوٹ، کلام کا انسداد،

لیکن ابھی اس بحث میں امور ذیل تنقیح طلب ہیں،

(۱) خشوع کیا چیز ہے؟ حرکت، منافی خشوع ہے یا نہیں؟،

(۲) رفعیدین عادیات سے ہے، یا عبادیات سے؟

(۳) رفعیدین منافی خشوع ہے یا نہیں؟،

تنقیح امر اول | خشوع اصل میں دل کا فعل ہے لیکن ظاہر چونکہ باطن کا عنوان ہوتا ہے، بلکہ باطن پر اثر انداز، بدیں وجہ، نماز میں عادی امور سے منع کر دیا گیا اور انکا حکم دیا گیا جو عبادی ہیں حاصل یہ ہے کہ دل ظاہری اعضاء کے حرکات سے متاثر ہوتا ہے۔ حرکات عادی ہوں تو اثر اچھا نہیں ہوتا، عبادت والے امور سے دل بہت اچھا اثر قبول کرتا ہے۔

نماز صرف توجہ بالقلب کا نام نہیں، جیسے آجکل بعض ملحد کہتے ہیں، بلکہ افعال ظاہری، اور توجہ قلب مجموعہ سے عبارت ہے،

یہی وجہ ہے کہ مطلق حرکت منافی خشوع نہیں، بلکہ بسا اوقات عبادت میں حرکت لازمی قرار دی گئی ہے، جیسے نماز میں، رکوع، سجود، تشہد میں رفع سبابہ، طواف حج میں چلنا، دوڑنا، اکڑنا، حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کو خشوع کی حالت میں نکلے، قرآن مجید میں ہے خشوع کرنے والوں پر نماز وصبر مشکل نہیں،

تنقیح امر ثانی | رفع الیدین عادی امور سے نہیں بلکہ عبادی سے ہے کیونکہ رکوع و سجود کیطرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس جگہ بھی ہاتھوں کا دوسری ظاہری اعضاء کے ساتھ مشغول عبادت ہونا کمال عبادت ہے قیام میں ہاتھ باندھنے، تشہد میں رفع سبابہ کا بھی یہی فلسفہ ہے، رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے میں بھی یہی حکمت ہے، سجدہ میں خاص جگہ ہاتھ رکھنے کی بھی یہی حقیقت ہے،

چنانچہ علماء بھی اسے عبادی شمار کرتے ہیں، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں علامہ عینی حنفیؒ لکھتے ہیں، "وقال ابن بطال رفعهما تعبد و قيل اشارة الى التوحيد وقيل حكمته ان يراه الاصم فيعلم دخوله فى الصلوٰة والتكبير لاسماع الاعمى، فيعلم دخوله فى الصلوٰة وقيل انقياد وقيل اشارة الى طرح امور الدنيا والاقبال بالكلية الى الصلوٰة وقيل استعظام ما دخل فيه وقيل اشارة الى تمام القيام وقيل الى رفع الحجاب بين العبد والمعبود انتهى،

قال الربيع ما معنى رفع اليدين قال تعظيم الله، واتباع سنة نبيه صلى الله عليه وسلم ونقل عن عبد الرحمن ابن عمرؓ انه قال رفع اليدين من زينة الصلوٰة وبكل رفع عشر حسنات بكل اصبع حسنة (عینی صفحہ ۲۷۶ ج ۲)

دیکھیے! یہی علماء نے علی اختلاف الاقوال، رفع یدین کو امر عبادت قرار دیا ہے، حضرت شاہ صاحبؒ حقائق[1] ہیأت صلوٰۃ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں، منها محاكاة ذكر الله تعالىٰ واشارة على مرح مواد باصابعه ويديه حذو ما يعقله بجنانه ويقوله بلسانه كرفع اليدين والاشارة بالمسبحة ليكون بعض الامر معاضدًا لبعض (حجۃ اللہ صفحہ ۲ ج ۲) مطبوعہ مصر

یعنی رفعیدین میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ بینے دل وجان سے اس کو سب چیزوں پر پسند کیا ہے

تنقیح امر ثالث | رفعیدین منافی خشوع نہیں کیونکہ خشوع بمنزلہ شرط ورکن کے ہے،

قرآن مجید میں ہے، قد افلح المومنون الذين هم فى صلوٰتهم خاشعون،

اور تکبیر تحریمہ کے وقت، متفقہ طور پر سب اسکے قائل وفاعل ہیں (الا من شذ ولا عبرة به)

---

[1] حقائق معلوم کرنیکے ہم مکلف نہیں ہمیں صرف اتباع شریعت لازمی ہے بعض کوتاہ بین اپنی عقل محض سے ایسے امور میں دخل دینا شروع کر دیتے ہیں تو گمراہ ہو جاتے بلکہ اکثر شرعی احکام کو جواب دے بیٹھتے ہیں نعوذ باللہ منہ ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس سے صاف ظاہر ہے کہ رفعیدین منافی خشوع وخضوع نہیں ورنہ ایک منافی نماز امر کو ابتداء میں بھی مشروع نہ کیا جاتا، بلکہ وسط صلوٰۃ میں بھی عندالحنفیہ رفعیدین مشروع ہے مثلاً تکبیرات عیدین، قنوت وتر وغیرہ جو اس امر کی دلیل بین ہے کہ رفعیدین منافی خشوع نہیں۔ بلکہ عبادت ہونیکی وجہ سے رفعیدین عین خشوع ہے اس کی نظیر دیکھو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابتہال یہ ہے کہ ہاتھ کو بلند کیا جائے (مشکوٰۃ)

امیوجہ سے حضرت شاہ صاحبؒ دہلوی فرماتے ہیں السرفی ذلک ان رفع الیدین فعل تعظیمی ینبہ النفس علی ترک الاشغال المنافیۃ للصلوٰۃ والدخول فی حیز المناجاۃ فشرع ابتداء کل فعل من التعظیمات الثلاث لتتنبہ النفس لثمرۃ ذلک الفعل مستانفاً انتہی (حجۃ اللہ ص۲ج۲)

حنفی دوستو! اول صلوٰۃ میں اسی رفعیدین کو سنت قرار دینا اور وتر و عیدین میں اسکی مشروعیت کا قائل ہونا، پھر اسی نوعیت کی رفعیدین کو منافی صلوٰۃ خیال کرکے منسوخ بناتے پھرنا، اور روایات متواترہ بکثرت علماء صحابہ وتابعین وغیرہ کے عمل کو ضعیف بتلانے میں سرتوڑ کوشش اور نادیلات باردہ میں سعی لاحاصل کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ مابہ الفارق بیان کرکے پھر گفتگو کرو۔ ورنہ کہنا پڑیگا تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ رہا ابن مسعودؓ کا عمل، تو اولاً وہ ثابت نہیں کما مر تحقیقہ فتذکر ثانیاً برتقدیر ثبوت ممکن ہے ابن مسعودؓ نے اس حکمت کے عدم کیوجہ سے اسپر عمل چھوڑ دیا ہو۔

حجۃ اللہ البالغہ ص۲ج۲ میں ہے ولا یبعد ان یکون ابن مسعودؓ ظن ان السنۃ المتقررۃ آخراً ھو ترکہ لما تلقن ان مبنی الصلوٰۃ علی سکون الاطراف ولم یظھر لہ ان الرفع فعل تعظیمی و لذلک ابتدأ بہ فی الصلوٰۃ اولما تلقن من انہ فعل ینبئ عن الترک فلا یناسب کونہ فی اثناء الصلوٰۃ ولم یظھر لہ ان تجدید التنبہ لترک ماسوی اللہ عند کل فعل اصل من الصلوٰۃ مطلوب واللہ اعلم انتہی۔

علاوہ اسکے حدیث ابو داؤد سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رفعیدین منسوخ نہیں ہوئی، ہوتی تو ذکر کی جاتی، رہی تطبیق تو بوجہ عدم ذکر تاریخ نسخ ممکن ہے۔ قبل ہجرت کے تغیرات سے ہے لیکن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفعیدین کا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی میں ثبوت، ایک ناقابل انکار حقیقت ہے، تتبع سے پتہ چلتاہے کہ نماز میں اضافے ہوتے گئے ہیں، کمی نہیں ہوئی، دیکھو نماز دو رکعت سے چار کردی گئی،

بلکہ مذہب حنفی میں وتر کا بھی اضافہ ہوا، اسیطرح پہلے نماز فرض نہ تھی، پھر فرض ہوگئی، علیٰ ہذا القیاس ہوسکتاہے کہ ترک رفع پہلے ہو اور رفعیدین بعد میں مشروع ہوئی ہو والا یلزم النسخ مرتین بلا دلیل۔ پس ان مولوی صاحب کا یہ ارشاد کہ شروع کی بہت سی مشروع باتوں کو بعد میں منسوخ کرکے نماز کا مدار خشوع پر رکھا گیا" اگر کلیتہً ہے (یعنی ہر فعل سوائے خشوع کے جیسے لفظ "مدار" سے معلوم تاہے) تو سب امور عبادی (سجدہ، رکوع، رفع سبابہ وغیرہ) کو شامل ہے اور یہ بداھتہً باطل ہے اگر کہیں کہ منافی صلوٰۃ مراد ہیں تو پہلے رفعیدین کا منافی صلوٰۃ ہونا ثابت کرکے پھر آگے چلیں، ثبت العرش ثم انقش،

دوسرے اصل کا خلاصہ

"احادیث کے متعارض ہونیکی صورت میں کل یا اکثر صحابہ کے افعال مرجح ہوں گے انمیں بھی اختلاف کیصورت میں خلفاء راشدین فقہاء صحابہ کے عمل کو مرجح بنایا جائیگا، ضعیف روایت بعض یا اکثر صحابہ کے فعل سے قوی ہوجاتی ہے، اس سے اسکا اسنادی ضعف منجبر ہوجاتا ہے" (نور العینین ص۵)

دوسرے اصل پر بحث

یہ حکم مطلقاً صحیح نہیں ہاں جس صورت میں صحابہ متفق ہوئے یا خلاف عمل کرنے والے جانب مخالف سے بسبب راوی ہونے یا شہرت امر کے واقف ہوں اور نسیان و تاویل کی گنجائش نہ ہو تو ان کے عمل کے مرجح ہونیکی صورت ہوسکتی ہے

چنانچہ ابوداؤد میں، بروایت عروہ نماز مغرب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طوال مفصل پڑھنے کا ذکر ہے بعد میں خود عروہ کے قصار مفصل پڑھنے کو، امام ابوداؤد نے قرأت مفصل کے نسخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہ دلیل قرار دیا ہے، فتح الباری صفحہ ۱۸۲ج۲ میں ہے کانہ لما رای عروۃ راوی الخبر عمل بخلافہ حملہ علی انہ اطلع علی ناسخہ ولا یخفی بعد ھذا الحمل وکیف تصح دعوی النسخ وام الفضل تقول ان آخر صلوۃ صلاھا بھم قرا بالمرسلات انتھی۔

صاحب نور العینین کا ابوداؤد کے اس قول کو اپنی تائید میں لانا صحیح نہیں کیونکہ یہاں تو راوی مروی عنہ کی بنا پر کہا گیا ہے، پھر ابوداؤد کے قول کا ترجمہ بھی آپ نے غلط کیا ہے قال ابوداؤد ھذا یدل علی ان ذالک منسوخ، یعنی تعامل صحابہ کا بلا نکیر یہ بتلاتا ہے کہ مغرب میں طوال قرأت منسوخ ہے۔ (نور العینین صفحہ) امام ابوداؤد نے صرف عروہ کا فعل نقل کیا ہے آپنے تعامل صحابہ بنالیا، جو ابوداؤد میں نہیں، روزمرہ کے واقعات (جنکا خفا مشکل امر ہو) کے مرجح ہونے کی بھی یہی وجہ ہے، کہ سب صحابہ بمنزلہ رواۃ حدیث کے ہوتے ہیں، بنابریں انکا عمل کوئی معنی رکھتا ہے،

آثار صحابہ کے مطلقا مرجح نہ ہونیکی وجہ ظاہر ہے، دیکھو بڑے بڑے صحابہ سے کئی روایات مخفی رہیں، حضرت صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، وغیرہ کبار صحابہ کے مخفیات، الجنۃ، اعلام، فتح الباری وغیرہ کتب میں مفصل مذکور ہیں،

بسا اوقات صحابہ بھول جاتے ہیں، فاروق اعظمؓ، ابوہریرہؓ کے واقعات صاف اس کی تائید کررہے ہیں، ان روشن حقائق کی موجودگی میں صحابہ کے عمل کو مطلقا بصورت تعارض، مرجح نہیں قرار دیا جاسکتا، آپکے اصل کا آخری حصہ بھی صحیح نہیں کیونکہ بوقت تعارض ادلہ صحیح دلیل کو ہی ترجیح ہوتی ہے، ضعیف کا ضعف، عمل صحابہ سے منجبر نہیں ہوجاتا، اگرچہ وہ زیادہ ہوں یا کم۔ قابل عمل صحیح دلیل ہوگی نہ کہ ضعیف، معلوم ہوتا ہے بغیر غور کے لکھدیا ہے۔

ہاں دعائے استفتاح کے متعلق آپنے جو کچھ سپرد قلم فرمایا ہے، افسوس اس میں دیانت کو کام میں نہیں لایا گیا، آپ نے قاضی صاحب کو ابن تیمیہؒ کے سہو ظاہر کیا ہے حالانکہ علامہ شوکانیؒ نے ابن تیمیہؒ (مصنف منتقی) پر گرفت کی اور حدیث ابوہریرہ کو ترجیح دی ہے فرماتے ہیں، ولا یخفی ان ما صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اولی بالایثار والاختیار واصح ماروی فی الافتتاح حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابی ہریرۃ المتقدم انہ حدیث علی انتہی (نیل الاوطار ص۲۲۲ ج۲)

جہاں تک نفس مسئلہ کا تعلق ہے صحیح یہی ہے کہ احادیث استفتاح میں حدیث ابوہریرۃؓ اور علیؓ ہی صحیح ہیں، جن روایات میں سبحانک اللھم سے استفتاح کا ذکر ہے، معیار صحت پر وہ صحیح نہیں اترتیں، حضرت عمرؓ کے فعل کا بعض نے صحت کا دعوی کیا ہے، لیکن ناقد فن حافظ ابن حجرؒ کی رائے ہے کہ وہ بھی صحیح نہیں، قال الحاکم وقد صح ذلک عن عمرؓ قال الحافظ وفی اسنادہ انقطاع (تلخیص ص۸۶ قال ابن خزیمۃ لا نعلم فی الافتتاح بسبحانک اللھم خبرا ثابتا عند اھل المعرفۃ بالحدیث واحسن اسانید حدیث ابی سعید ثم قال ولا نعلم احدا ولا سمعنا بہ استعمل ھذا الحدیث علی وجہہ انتہی (نیل ص۱۲ ج۲ تلخیص ص۸۶) علاوہ اسکے، مسئلہ متنازعہ فیہ میں، اولاً تو تعارض نہیں، ثانیاً صحابہ کا تعامل رفع یدین ہے خصوصاً صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ کا عمل، اسکے خلاف جو کچھ ہے، صحت کو نہیں پہنچا، جسطرح اپنے مقام میں مدلل ومبرہن ہے ثالثاً حنفیوں کے سوا تمام اہل علم کا بھی یہی تعامل ہے، لہٰذا اس جگہ آپکا یہ اصل کوئی فائدہ بخش نہیں، بلکہ ضرر رساں ہے،

تیسرا اصل

"مجتہد کا کسی ضعیف روایت سے استدلال کرنا اس حدیث کی تصحیح کا سبب ہے اسیطرح کسی صحیح حدیث کا مجتہد اور طبقہ ولی کے علماء کا ترک کر دینا یقیناً یہ پتہ دیتا ہے کہ اس حدیث کے کوئی دوسرا معارض ہے اسیطرح صحابی اور کبار تابعی کا اپنی روایت کے خلاف فتوی دینا یا عمل کرنا ضرور بتلاتا ہے کہ اس روایت کا معارض اسے معلوم ہو چکا" (ملخص۔ نور العینین)

اصل ثالث پر پہلی بحث

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے جی الاقتصاد ص۵۳ میں اس اصول کو ذکر کیا ہے، مولانا حافظ عبداللہ صاحب امرتسری نے اپنی قابلقدر تالیف اظفار الشمعہ میں اسکی حقیقت کو واشگاف فرمایا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ مولانا کی عبارت مختصر کر کے اس جگہ نقل کر دیں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یہ اصول واقعہ کے خلاف ہے کیونکہ ہم بڑوں بڑوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ احادیث نقل کرتے ہیں اور انسے استدلال کرتے ہیں، اور بابانہ حکم انسے مسائل نکالتے ہیں حالانکہ احادیث باتفاق محدثین ضعیف ہوتی ہیں چنانچہ مولوی عبدالحی صاحب نے ہدایہ اور رافعی کا حال ذکر کیا ہے کہ وہ احادیث لاتے ہیں ان سے استدلال کرتے ہیں مگر بعض انسے بالکل بے اصل ہوتی ہیں،

رہا یہ سوال کہ جب ایک حدیث واقع میں بے اصل، یا ضعیف ہے اسکا صحت و ضعف معلوم نہیں، تو پھر کوئی عالم یا امام یا مجتہد اسکو نقل کرکے اس سے استدلال کیوں کرتاہے، تو اسکا جواب یہ ہے کہ بعض لوگ تو حمیت مذہبی میں آکر صحیح وضعیف احادیث میں فرق نہیں کرتے بلکہ حاطب اللیل کیطرح صرف حدیث کا نام سنکر حدیث لے لیتے ہیں، اور بعض کا اصل مقصود ہوتاہے صرف احادیث کو جمع کرنا باقی ان سے استخراج مسائل عارضی ہوتاہے،

اور بعض میں نہ تو حمیت مذہبی ہوتی ہے نہ انکا اصل مقصود احادیث کو جمع کرنا۔ تو ایسے لوگوں کا ضعیف حدیث کو نقل کرکے اس سے استدلال کرنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انکو ایک مسئلہ پیش آجاتاہے اور انکے پاس کوئی صحیح حدیث یا کسی صحابی کا اثر نہیں ہوتا۔ تو ایسی صورت میں وہ محض رائے قیاس پر عمل کرنے سے ضعیف حدیث پر عمل کرنا بہتر جانتے ہیں،

غرض یہ اصول، اسقدر بودا، ردی ہے کہ ہمنے کوئی نہیں دیکھا، اسیوجہ سے اس کا پتہ نہ تو اصول حدیث کی کسی معتبر کتاب میں ملتاہے نہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے اسکو ذکر کیاہے بلکہ اصول حدیث کی کتابوں میں صاف لکھاہے کہ

ان عمل العالم او فتیاہ علی وفق حدیث لیس حکما منہ بصحۃ ذلک الحدیث (مقدمہ ابن الصلاح) صفحہ ۵ — کسی عالم کا ایک حدیث پر عمل کرنا یا اسکے موافق فتوی دینا، یہ اس حدیث کی صحت کا حکم نہیں" عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر حضرت مولانا نے اسکے نظائر پیش کئے ہیں،

علاوہ ازیں اس اصول کے نئے واضعین نے تو خود حنفیہ کے کرائے پر پانی پھیر دیا دیکھو حدیث قلتین امام شافعیؒ کا مستدل ہے لیکن حنفیہ متفق ہو کر اسکی تضعیف میں مصروف ہیں نہیں سوچتے کہ امام شافعیؒ کا مستدل ہونیکی وجہ سے یہ صحیح ہے، اسیطرح حدیث کل مسکر خمر، مالکؒ، شافعیؒ دونو کا مستدل ہے صاحب ہدایہ اسکو ناحق ضعیف بنانے پر تلے ہوئے ہیں[5] یہ نہیں خیال فرماتے کہ اسکی صحت کیلئے اتنا کافی ہے کہ شافعی کا اس سے استدلال ہے افسوس حنفیہ نے باوجود استدلال چنانچہ حضرت عمر فاروق کا بھی یہی مذہب ہے، اسیطرح حنفیہ کا مذہب ہے کہ تر کھجوریں خشک کھجوروں سے بیچی جا سکتی ہیں امام شافعی اسکے خلاف ہیں صاحبین بھی انہیں کے ہم نوا، انکی دلیل ایک حدیث ہے جو موطا وغیرہ میں ہے، لیکن صاحب ہدایہ فرماتے ہیں ومدار ما رویاہ علی زید بن عیاش وهو ضعيف عند اهل النقلة (ص۵۵ ہدایہ) غرض اس قسم کے سینکڑوں نظائر ہیں، جو اس اصول موضوعہ کے ابطال میں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں رہنے دیتے،

دوسری بحث مجتہد یا کسی عالم کا ترک اس تحقیق پر مبنی ہے کہ اسکو یہ حدیث پہنچی بھی یا نہیں پہنچی تو بطریق صحیح یا حسن پہنچی، یا بوجہ ضعف اسنے ترک کردی یا کسی اور وجہ سے پس یہ بھی اصول مطلقاً صحیح نہیں، مقدمہ ابن الصلاح ص۳۲ میں ہے وكذلك مخالفته (العالم) ليست قدحا منه في صحته ولا في روايته انتهى،

اور **تیسری بحث** یہ ہے کہ کسی صحابی کا روایت کے خلاف عمل، اس روایت کے عدم محتج بہ ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتا، کیونکہ ممکن ہے اسکا عمل اس حدیث کے متعدد احتمالات سے ایک پر ہو، اس صورت میں تو اسکا عمل بعض محتملات کی تعیین ہو گی اصول فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے وتعيين الراوي بعض محتملاته بان كان مشتركا فعمل بتاويل منه لا يمنع العمل به للتاويل الآخر كما روى ابن عمرؓ انه قال المتبايعان بالخيار ما لم يتفرقا فهذا يحتمل تفرق الاقوال وتفرق الابدان واوله ابن عمرؓ بتفرق الابدان (نور الانوار ص۱۹۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے یہ کہ آپ کے اس اصول پر تو آپکو حدیث براء پیش کرنے کا کوئی حق نہیں، کیونکہ اس سے کسی مجتہد، یا طبقہ اولیٰ کے عالم نے .... استدلال نہیں کیا، نہ تو سفیان نے مناظرہ میں لا یعود کا ذکر کیا، نہ امام صاحب نے (اگر اس مناظرہ کے وقوع کو تسلیم کر لیا جائے) اوزاعی کے مقابلہ پر پیش کیا اسی طرح مجاہد جسے آپ ابن عمرؓ کے فعل عدم رفع کا ناقل بتاتے ہیں، خود اس کا عمل اسکے مروی عنہ کے خلاف ہے" یہ ضرور بتلاتا ہے کہ یہ روایت (ترک رفع) اسکے نزدیک معمول بہ نہیں"

تنبیہ

رفعیدین کے مسئلہ میں اگر کسی صحابی یا تابعی کا ترک پایہ ثبوت کو پہنچ بھی جائے تو مولوی صاحب کے وضع کردہ اصول اسجگہ کام نہیں دیسکتے ہیں کیونکہ اس جگہ احادیث رفع میں دو احتمال ہیں، وجوبؔ، جوازؔ، تارکین کا ترک احتمال وجوب کی نفی کرتا ہے، نہ کہ جواز کی اور حنفیہ کا اصول اوپر گزر چکا ہے کہ راوی کا ایک احتمال کے تعیین سے روایت ساقط العمل نہیں ٹھیرتی، اسیوجہ سے مولانا عبدالحی حنفیؒ ابن مسعودؓ کے فعل کا یہی جواب دیتے ہیں، انہ لا یلزم من ترک ابن مسعودؓ الرفع واصحابہ عدم ثبوت روایۃ وائل فیجوز ان یکون ترکھم لانھم رأوا الرفع غیر لازم لا لانہ غیر ثابت انتھی، (تعلیق الممجد)

چوتھا اصل

آپ نے یہ ذکر کیا ہے، کہ

"جب حدیثوں میں تعارض ہو تو محکم اور قطعی کو بحال رکھکر، محتمل، اور ظنی کی دلالت کو ظاہر سے ہٹادینگے" (ص...)

بالکل درست فرمایا، مسئلہ رفعیدین میں اہلحدیث کا مسلک بالکل یہی ہے چنانچہ ہم نے ایک مستقل عنوان کے ماتحت اس پر بحث کی ہے اور تطبیق اس طور پر دی گئی ہے کہ احادیث مثبتہ رفع، محکمہ، قطعیۃ الدلالت کو بحالہ رکھکر احادیث ترک رفع محتملہ، ظنی الدلالۃ کو (بر تقدیر ثبوت) ظاہر سے ہٹا کر، تطبیق و توفیق دی گئی ہے،

تطبیق و توفیق کے اس طریق میں اہلحدیث منفرد نہیں، بلکہ حضرت شاہ صاحب دہلویؒ، مولانا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہید علیہ الرحمۃ، صاحب فتوحات، مولانا عبد الحی حنفی، علامہ سندی حنفی بھی اسی کے مؤید ہیں، گو نوعیت میں قدرے اختلاف ہو۔

پانچواں اصل

"بہ صحت روایات، کثرت طرق، و قلت طرق مساوی ہیں" عل (ص۵)

الجواب

آپ کا یہ خیال بھی محققین کی تصریح کے خلاف ہے، علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں ان من جملۃ اسباب الترجیح کثرۃ عدد الرواۃ و شہرۃ المروی حتی اذا کان احد الخبرین یرویہ واحد والاخر یرویہ اثنان فالذی یرویہ اثنان اولی بالعمل بہ اھ (عینی شرح بخاری ص۲/۱۱)

علامہ حازمی کتاب الاعتبار ص۸ میں لکھتے ہیں وممایرجح بہ احد الحدیثین علی الاخر کثرۃ العدد فی احد الجانبین وھی مؤثرۃ فی باب الروایۃ لانھا تقرب مما یوجب العلم وھو التواتر اھ (کذا فی الابکار ص۲۰)

عل مؤلف نور العینین اسکی دلیل میں فرماتے ہیں،

جیسے دعوے کے ثبوت کیلئے دو شاہد ضروری ہیں پس دو شاہد کا قائم کرنا اور دس بیس کا قائم کرنا مساوی ہوگا سب کا حاصل ثبوت صحت ہوگا و بس قال الشیخ ابن الھمام فی تحریر الاصول انہ یبطل الترجیح لاحد الحکمین المتعارضین بکثرۃ الادلۃ آہ (ص۶)

لیکن مؤلف کا شہادت سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ روایت اور شہادت میں بہت سارے امور میں موافقت نہیں ہے بلکہ یہ استدلال تو روزمرہ کے مشاہدہ اور عرف عام کے بھی خلاف ہے کیونکہ عرف عام میں بھی روایت شہادت میں بین فرق سمجھا جاتا ہے، علامہ حازمی کتاب الاعتبار میں فرماتے ہیں، وقال بعض الکوفیین کثرۃ الرواۃ لا تاثیر لھا فی باب الترجیحات لان طریق کل واحد منہا غلبۃ الظن فصار کشہادۃ الشاہدین مع شہادۃ الاربعۃ یقال علی ھذا ان الحاق الروایۃ بالشہادۃ غیر ممکن لان الروایۃ وان شارکت الشہادۃ فی بعض الوجوہ فقد فارقتہا فی اکثر الوجوہ انتہی ملخصا (ص۹) علاوہ اسکے مؤلف نے خدا جانے تحریر کی ساری عبارت کیوں نقل نہیں کی شاید اسلئے کہ مسئلہ ثبوت عنہا میں وہ ہمارے مفید مدعا ہے۔ علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں قال ابو حنیفۃ و ابو یوسف لا ترجیح بکثرۃ الادلۃ ولا بکثرۃ الرواۃ ما لم تبلغ الشہرۃ فحینئذ یترجح الحدیث الذی بلغ بکثرتہم حد الشہرۃ علی الحدیث الذی لم تبلغ بکثرتہم حدھا انتہی (التقریر ص۳/۳۳) علاوہ ازیں قطع نظر اسکے کہ یہ اصول مشروط ہوتے بعد بھی اسکی حیثیت بجائے خود کیسی ہے اسکے رو سے بھی احادیث رفع کو روایات ترک پر ترجیح ہے کیونکہ حسب تصریح حضرت شاہ ولی اللہ صاحب، مولانا محمد عبد الحی، علامہ سندی حنفی وغیرہ محققین کثرت روایات رفعیدین (ثبوت عنہا) کرنے پر ہیں نہ ترک پر، فتدبر۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹا اصل

ثقہ کی ایسی زیادتی کہ منافی ثقات کے بایں معنی نہ ہو کہ اس کے ماننے سے ثقات کی روایت مسترد ہوتی ہو تب وہ زیادتی مطلقاً قبول کیجاوے گی " (صـ۹ـ)

الجواب

زیادتی ثقہ عموماً ہر مقام میں مقبول نہیں ہوتی، بلکہ بعض مقام میں یقیناً غلط ہوتی ہے، اور بعض مقام میں اسکے غلط ہونے کا گمان غالب ہوتا ہے بعض مقام میں توقف بھی کیا جاتا ہے لیکن اسکی بنا قرائن پر ہوتی ہے، جسے ماہرین فن و اصحاب افہام ثاقبہ، علم حدیث کے کامل طبیب، اور جنہیں اسباب جرح تعدیل میں معرفتِ کاملہ و مہارت تامہ، اور ملکہ راسخہ رکھنے والے نفوس قدسیہ ہی پہچان سکتے ہیں حاصل یہ ہے کہ یہ حکم اسوقت ہے جب زیادتی ثقہ پر کسی محدث کا حکم وہم کسی واقف فن شخص کی تضعیف نہ ہو، کیونکہ ان امور کی موجودگی میں زیادت ثقہ قبول نہیں کی جاتی۔ علامہ زیلعی حنفیؒ لکھتے ہیں۔

دفی موضع یجزم بخطاء الزیادۃ کزیادۃ معمر ومن وافقہ قولہ وان کان دا لعافلاۃ فقربوہ وان کان معمر ثقۃ فان الثقۃ قد یغلط وفی موضع یغلب علی الظن خطاءھا انتھیٰ ملخصاً (تخریج ھدایہ صـ۱۷۱ـ)

ساتواں اصل

جرح مبہم اور تعدیل میں جب تعارض ہوگا، تو تعدیل کو ترجیح ہوگی، اور اگر جرح مفسر اور تعدیل میں تعارض ہو تو صحیح یہ ہے کہ اگر معدلین زائد ہوں تو تعدیل کو، ورنہ جرح کو ترجیح ہوگی۔" (صـ ـ)

الجواب

صحیح یہ نہیں بلکہ یہ تو مرجوح ہے" راجح اور صحیح نقادان فن کی نظر میں یہی ہے کہ جرح مفسر اور تعدیل کا تعارض ہو، تو جرح کو ترجیح ہے، عام اس سے کہ معدلین زائد ہوں، یا کم۔ مقدمہ ابن الصلاحؒ میں ہے

اذا اجتمع فی شخص جرح وتعدیل فالجرح مقدم لان المعدل یخبر عما ظھر من حالہ و الجارح یخبر عن باطن خفی علی المعدل فان کان عدد المعدلین اکثر فقد قیل التعدیل اولیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والصحیح الذی علیہ الجمہور ان الجرح اولی لما ذکرناہ واللہ اعلم انتہی (مقدمہ ص۲۴ طبع مصر) علامہ سیوطیؒ تدریب الراوی میں لکھتے ہیں، "اذا اجتمع فیہ جرح مفسر والتعدیل فالجرح مقدم ولو زاد عدد المعدل ھذا ھو الاصح عند الفقہاء والاصولیین کذا فی الرفع والتکمیل ص۱۰) اسکے علاوہ اس اصل کے لحاظ سے بھی تو روایات رفع کی تردید آپ نہیں کرسکتے کیونکہ انمیں جرح مفسر ثابت ہی نہیں ہے، وھذا غیر خفی علی کل ذکی

آٹھواں اصل

مسائل شرعیہ کی دو قسمیں ہیں، قطعی، ظنی، اول کو غیر مجتہد فیہ، ثانی کو مجتہد فیہ، کے عنوان سے تعبیر کرتے ہیں، مسائل اعتقادیہ اکثر قطعی ہوتے ہیں اور مسائل فقہیہ اکثر ظنی، مسائل قطعیہ کا اختلاف حق و باطل کفر و اسلام کا اختلاف کہلاتا ہے، جو اہل حق میں نہیں ہوا کرتا اور مسائل مجتہد فیہ میں اہل حق کا اختلاف ہوتا ہے۔

مسائل مجتہد فیہ سے ان مسائل کو تعبیر کیا جاتا ہے جنکا قرآن و حدیث سے ثبوتاً یا دلالۃً صاف طور پر حکم نہ معلوم ہو۔

الغرض اہل حق علماء کا ہمیشہ سے ایسے مختلف پہلوؤں کے مسائل میں اختلاف ہوا کرتا ہے جسکے ادلہ دونوں قسم کا احتمال رکھتے ہوں، اور جن دلائل میں شق ثانی کا احتمال نہیں ان میں آجتک نہ کسی اہل حق کا اختلاف ہوا، اور نہ ہوگا، اور مسائل مجتہد فیہ کا اختلاف ایسا نہیں کہلاتا جسمیں ایک فریق دوسرے کو بالکل باطل محض اور گمراہ سمجھے" ع (رسالہ مذکور ص۹)

ع نیز اس اصل موضوعہ کی بنا پر بھی اہلحدیث حق پر ہیں کیونکہ آپ ہی کے فریق لوگ محض اس عمل نبوی رفع کی بنا پر اہل حدیث کو گمراہ وجدید فرقہ وغیرہ ناشایستہ الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ سچ ہے، خودرا فضیحت دیگراں را نصیحت، چنانچہ آج کل دیوبندی فرقہ کو باوجود اقرار سنیت رفع کے عاملین سنت سے عناد ہے ورنہ مولانا محمود حسن دیوبندی مرحوم تو یہانتک لکھ گئے ہیں" ہم تو بایں وجہ کہ اس قسم کے مسائل اختلافیہ ہیں کہ جس میں ہر جانب ایک جم غفیر اکابرین کی رائی گئی ہو لینا اور اپنی تحقیق کو قول فیصل سمجھنا اپنے حوصلہ سے بڑھ کر بات ہیں کرنا ہے کسی جانب پر عمل کرنے کو قابل ملامت اور طعن و تشنیع نہیں سمجھتے۔ (ایضاح الادلہ ص۲۶) ۱۲ ابو محمد عبد الجبار ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظرین! کچھ سمجھے مولوی صاحب نے کیا بیان فرمایا ہے؟ مولوی صاحب کا مقصد آپ کے طول کلام میں الجھکر رہ گیا ہے، مطلب غالباً آپ کا یہ ہے کہ" اصولی (اعتقادی) مسائل تو حق و باطل کا معیار ہو سکتے ہیں لیکن فروعی مسائل کے اختلاف میں وسعت ہے ہر شخص اپنے فہم کے مطابق کرے، وہ نہ ماخوذ ہے، نہ گمراہ جس طرح کوئی کرے وہی حق ہے" لیکن یہ مولوی صاحب کی غلطی ہے آپنے غور نہیں فرمایا، یا کوئی اور وجہ ہے، سنئے! ہم بتاتے ہیں، اختلاف کے اسباب مختلف ہیں، شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے پانچ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے دس تحریر فرمائے ہیں، بہت سے مسائل ایسے ہیں جنمیں قرن اول میں اختلاف تھا مگر بعد میں وہ اٹھ گیا حق و باطل کا مدار، ثبوت مسئلہ فی نفسہ پر ہے، اسلئے مجتہد فیہ مسائل میں بھی حق ایک ہی ہوتا ہے، کفر و ایمان کا مدار عناد و اعراض پر ہے، کوئی شخص دیدہ و دانستہ کسی مسئلہ سے انکار کرے اگرچہ وہ مجتہد فیہ یا اختلافی کیوں نہ ہو، وہ بیشک گمراہ ہے اور بالکل اعراض کفر ہے۔

اگر کوئی مسئلہ نفس الامر میں صحیح ہے، خواہ اسکا تعلق عقیدہ سے ہو یا عمل سے انکار کرنے والے کو تتبع تام کے باوجود اگر یقین، یا ظن غالب پیدا نہیں ہوا تو یہ شخص کا یہ انکار کفر نہیں کہا جا سکتا غرض عملیات اور اعتقادیات کی تفریق صحیح نہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ میں اسپر مفصل و مدلل تحریر فرمایا ہے۔

نواں اصل

اس اصل کے ماتحت جو کچھ ارشاد فرمایا گیا ہے، اسپر "تصویر مسئلہ" کے ماتحت اور مواضع متفرقہ میں کافی بحث ہو چکی ہے بنا برعلی ہذا ہم اسپر مستقل بحث کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے،

مناظرات و مکالمات

کتب حنفیہ وغیرہ میں تین مناظرے اور ایک مکالمہ مذکور ہیں، جن میں سے دو تو رفع الیدین کی بابت ہیں، مکالمہ بھی اسی میں سے ایک مناظرہ اور ہے جسے ہمارے موضوع سے صرف اسقدر مناسبت ہے کہ صاحب نور العینین اور علامہ شبلی جنے اسکا انکار کیا ہے حالانکہ اسکے انکار کی کوئی وجہ نہیں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خصوصاً جبکہ ایک بے سروپا کہانی کو تسلیم کر لیا گیا ہے، ہم علماء امت اور محققین کے ارشادات کمال صفائی کے ساتھ، ایک مستقل عنوان کے ماتحت ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں تو کہ ایک تشنہ تحقیق اس چشمہ سے سیراب ہو سکے، واللہ الموفق،

پہلا مناظرہ (مابین امام ابو حنیفہؒ و امام اوزاعیؒ)

حنفیہ بڑے فخر و مباہات کے ساتھ، اس مناظرہ کو نقل کیا کرتے اور دھواں دھار تقریروں میں اسے بیان فرماتے ہیں، جسمیں دکھایا گیا ہے کہ امام صاحب نے فقاہت رواۃ کے بل پر اوزاعی کو لاجواب کر دیا، چنانچہ ابن الہمام شبلیؒ صاحب نور العینین، حواشی کتب متفرقہ، لیکن ماخذ ابن الہمام کی فتح القدیر ہے لیکن مجال کسی کی کہ اسکی سند نقل کر جائیں کریں کہاں سے؟ کسی مستند کتاب میں بسند اسکا وجود ہی نہیں ملتا چہ جائیکہ اسکے صحت و سقم سے بحث کیجائے۔[1]

خیر بہر کیف ہم اسے نور العینین سے نقل کر کے محققین کا اس پر ریویو نقل کرینگے،

امام اوزاعیؒ (مکہ میں امام صاحب سے خطاب کر کے) آپ لوگ (عراق والے) رفع یدین کیوں نہیں کرتے

امام صاحبؒ "اسکے متعلق کوئی صحیح حدیث قابل صحت[2] نہیں"

امام اوزاعیؒ "کیوں نہیں"؟ (پھر ابن عمر کی روایت پڑھکر سنا دی)

امام صاحبؒ "ابن مسعود کہتے ہیں کہ حضور صرف آغاز ہی میں رفع یدین کرتے تھے، پھر اعادہ نہیں فرماتے تھے"،

اوزاعیؒ میں تو باسناد زہری، عن سالم، عن ابیہ عبداللہ آپ سے حدیث بیان کر رہا ہوں، اور

---

[1] عقود الجواہر المنیفہ فی ادلۃ المذہب الامام ابی حنیفہ نظر سے گذری تو اس میں اس مناظرہ کی سند اس طرح لکھی ہے روی الحارثی فی مسندہ قال حدثنا محمد بن ابراھیم بن زیاد الرازی ثنا سلیمان ابن الشاذکونی، صاحب العقود لکھتے ہیں، و سلیمان الشاذکونی واہ مع حفظہ الا ان القصۃ مشہورۃ (عقود ص ۲۳ ج ۱) ص ۴۷ ج ۲

میں کہتا ہوں کہ سفیان اور اوزاعی کے مناظرہ کی سند میں یہی ہے جسے بیہقی نے نقل کیا ہے یہی حضرت موجود ہیں صاحب الجوہر النقی لکھتے ہیں، فیہ الشاذکونی قال الرازی لیس بشئی متروک الحدیث فقال البخاری ھو عندی اضعف من کل ضعیف وقال ابن معین لیس بشئی وقال عزرۃ کان یکذب ویضع الحدیث انتہی میری رائے میں دونوں مناظرے اسی کی منگھڑت ہیں واللہ اعلم ۱۲

[2] کذا فی الاصل ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ مجھے باسناد، حماد عن ابراہیم، حدیث بیان کرتے ہیں۔"
امام صاحبؒ، حماد زہری سے، ابراہیم، سالم سے تفقہ میں زائد ہیں گو ابن عمر کو شرف صحبت حاصل ہے۔
تاہم تفقہ میں علقمہ ان سے کم نہیں، اور عبداللہ تو عبداللہ ہی ہیں جس پر اوزاعی خاموش ہو گئے، (نور العینین ملخص)

مناظرہ اوزاعی وابو حنیفہ پر تنقیدی نظر

کسی واقعہ کے صحت وسقم کو دو ہی معیاروں پر پرکھا جا سکتا ہے (۱) روایت۔ (۲) درایت، روایۃً تو اس کہانی کی حالت یہ ہے کہ کسی مستند کتاب میں اسکا پتہ نہیں، بے سند ہے، مسند ابو حنیفہ میں البتہ ہے، یہ مسند، خود اہل تحقیق کی نظر میں شبہ سے دیکھی جاتی ہے، کیونکہ امام صاحب کی مسندوں کو امام صاحب سے صدیوں بعد تصنیف کیا گیا ہے اسکی تصریح شاہ عبدالعزیز صاحب، شاہ ولی اللہ صاحب۔ حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے فرمائی ہے، امام صاحب کے نام سے جن روایات وحکایات کو اس میں ذکر کیا گیا ہے، وہ امام صاحب تک کس سند سے پہنچیں (تو کہ دیکھا جاوے کہ اسکے رجال کیسے ہیں؟) یہ پتہ نہیں، اس مناظرہ کو نہ تو شاگردان امام ابو حنیفہ نے بیان کیا ہے، نہ متقدمین حنفیہ نے کہیں اسکا ذکر کیا ہے امام محمد کا اپنے موطا وغیرہ تصانیف میں اسکا عدم ذکر اسکے عدم ثبوت پر دلیل بین ہے ورنہ جہاں وہ اور باتیں متعلقہ رفع یدین ذکر کرتے ہیں اسکا بھی ذکر ضرور فرماتے،

(۲) درایۃً بھی یہ واقعہ صحیح نہیں،

پس اسوقت دو امر قابل تنقیح ہیں،

(۱) امام صاحب سے اس مناظرہ کا صدور ممکن ہے، یا نہیں،

(۲) فی نفسہ فریقین کے دلائل کیسے ہیں؟

تنقیح امر اول امام صاحب سے اس کا صدور مستبعد از عقل ہے، بوجوہ ذیل،

(۱) اس کی بنا فقہ راوی پر رکھی گئی ہے، بلکہ اسکی بنا روایت بالمعنی کے مشہور مسئلہ پر ہے عہ

عہ نور العینین صہ۲۵ میں ہے۔ "غرض امام صاحب نے ابن مسعودؓ کی حدیث کو تفقہ رواۃ سے ترجیح دی ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جب حادیث بالمعنی ہی روایت کی جاتی ہیں تو بلا شبہ تفقہ رواۃ کو ترجیح ہونی چاہیئے" ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ رفع الیدین اس تحت میں نہیں آسکتا، کیونکہ روایت بالمعنی، یا فقہ راوی کا سبب ترجیح ہونا۔ ان احادیث میں ہو سکتا ہے، جنمیں قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے، احادیث فعلی و تقریری میں فقہ راوی، یا روایت بالمعنی کے کوئی معنی نہ ہونگے۔

پس رفعیدین (جو ایک فعل کی حکایت ہے) میں روایت باللفظ کیونکر ہو سکتی ہے۔ ایسی جگہ تو اس کی تفریق محض مہمل، لغو اور بے معنی ہے، اسیوجہ سے امام رازیؒ ایسے بے نظیر معقولی شخص نے یہ کہکر اس کہانی کی حیثیت کو واضح فرما دیا ہے، کہ "حسی امور میں تفقہ کو کیا دخل ہے"۔

الغرض کم از کم ہمارے نزدیک تو حضرت امام صاحب کے شانِ شایان نہیں کہ وہ ایسی لغو باتوں کو لیکر مناظرے کرتے پھریں، اور امام اوزاعی کی ذات بھی اس سے برتر ہے کہ ایسے فضول اصول کو سنکر خاموش ہو جائیں اسکی جرأت تو حضرت امام کے نادان دوست ہی کر سکتے ہیں۔

(۲) امام صاحب نے اوزاعی کے جواب میں فرمایا، کہ "اس بارہ میں کوئی روایت صحیح ثابت نہیں ہوئی۔ امام اوزاعی کا متعجبانہ لہجہ میں امام صاحب سے یہ سوال، کہ "آپ لوگ (اہل عراق) کیوں نہیں کرتے؟" اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ اور تمام شہروں کے لوگ، خصوصاً حجاز والے تو سب رفعیدین کے قائل و فاعل ہیں کوفی کیوں متفرد ہیں؟ ورنہ نہ تو امام اوزاعی اسپر تعجب فرماتے، نہ اہل عراق کو سوال میں تخصیص کرتے۔

ظاہر ہے کہ اسوقت بڑے بڑے علماء فقہاء اولاد صحابہ سے موجود تھے، اور سب کے سب قائل و فاعل رفعیدین، اسکے جواب میں امام صاحب کا مذکورہ بالا جواب یہ معنی رکھتا ہے کہ اہل حرمین باتفاق کرتے ہیں تو کریں، کوفیوں کے ہاں کوئی حدیث ثابت نہیں، حالانکہ موقعہ یہ تھا کہ ابن مسعود کی روایت پیش کرتے، کیونکہ کوفیوں کے ترک رفعیدین کی دلیل ابن مسعود کی حدیث ہے، نہ عدم ثبوت حدیث رفع، امام صاحب ایسی غلط بات مقابلہ پر نہیں پیش کر سکتے یہ انکی شان کے خلاف ہے۔

(۳) جب امام اوزاعی نے حدیث صحیح پیش کی تو امام صاحب کا جواب یہ نقل کیا گیا ہے کہ ترک رفع میں "ابن مسعودؓ کی حدیث صحیح ہے"، امام صاحب کے بجائے اسکے کہ حدیث پیش کردہ اوزاعی کو ضعیف کہتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی طرف سے ایک اور صحیح حدیث پیش کر کے معارضہ قائم کردیا گویا ابن عمرؓ کی حدیث کو بھی صحیح تسلیم کرلیا
دیکھئے! پہلے عدم صحت کا دعویٰ، پھر اسیوقت اسکی صحت تسلیم، کیسی عجیب بات ہے۔ دعویٰ کی دلیل
نہیں، ہم امام صاحب کی ذات پر ایسا دھبہ (کہ دعویٰ کچھہ اور ہو، دلیل کچھہ اور) سننا بھی گوارا نہیں کرتے
(۴) فقاہت سے مراد اگر مسائل فرعیہ کا زیادہ جاننا ہے، تو یہ بات محض بے دلیل ہے،
پہلا مسئلہ دانی کی کمی بیشی میں صحت وعدم صحت کو کیا دخل ہے؟ اصول حنفیہ میں بھی فقاہت سے
یہ مراد نہیں، اگر زیادہ سمجھدار ہونا مراد ہے، تو یہ بات خلاف واقعہ ہے، تاریخ شاہد ہے کہ حماد
سے زیادہ، زہری فقیہ ہے، ابراہیم سے زیادہ سالم، (عبارات کتب آگے آتی ہیں) فقیہ ہیں، پھر
ابن عمر سے علقمہ کو کیا نسبت ؟،
کیا کوئی عقلمند اسکا یقین کرسکتا ہے کہ امام صاحب ایسی خلاف واقعہ بات کہیں، کیونکہ فقاہت
اس صورت میں سبب ترجیح جب ہوسکتی ہے کہ عدالت وضبط میں مساوات ہو، جب عدالت وضبط
ہی میں نقصان ہو، تو فقاہت سبب ترجیح کیسے ہوسکتی ہے؟ امام اوزاعی تو نقصان راوی بتاتے
ہیں اور امام ابو حنیفہ بجائے دفع نقصان کے سبب ترجیح بیان کرتے ہیں،
(۵) مقابلہ فقیہ، غیر فقیہ کی روایات میں ہوتا ہے جس میں ترجیح فقیہ کو ہوتی ہے، نہ فقیہ اور افقہ میں،
ظاہر ہے کہ زہری اور سالم، یقیناً غیر فقیہ نہیں، امام صاحب ایسے کب کرنے والے تھے؟
افسوس کہ اس کہانی کے بنانے والوں نے اس امر کا لحاظ نہیں کیا، ورنہ شاید اس کے لئے بھی کوئی
بات گھڑلی جاتی، الحاصل ان امور کی موجودگی میں ایک حقیقت رس شخص، جسے خدا تعالے نے فہم
سلیم عطا کیا ہو، قطعاً یہ باور نہیں کرسکتا، کہ حضرت امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی کے درمیان یہ مناظرہ ہوا
ہو، اسپر فخر ومباہات اسکا انتساب، امام صاحب کی نادان دوستی اور ہجو ملیح، بلکہ سنجیدہ مذاق ہی نعوذ باللہ

تنقیح امر ثانی بزعم حنفیہ فقاہت راوی کے نظریہ، یا از روئے تحقیق، اصول صحت روایت
کے مطابق دیکھا جائے تو امام اوزاعی کی دلیل اصح اور راجح ہے اور امام صاحب کی دلیل غیر صحیح
اور مرجوح ہے، اور امام اوزاعی کا آخری ارشاد بالکل درست،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم ذیل میں کتب رجال سے ہر ایک کا ترجمہ نقل کئے دیتے ہیں تاکہ معلوم ہوسکے کہ امام اوزاعی کا یہ فرمان کہ "سبحان اللہ میں تو زہری سالم، عبداللہ کے ذریعہ سے حدیث بیان کرتا ہوں آپ اسکے مقابلہ میں حماد و نخعی کا نام لیتے ہیں (سیرۃ النعمان ص۸۷) طبع اول،

کسقدر صحیح اور مبنی بر صداقت ہے، یہی وجہ ہے کہ روایتی امام انکے اس کلام کی تردید نہیں کر سکتے بلکہ اپنے صاحبوں کی مدح شروع کر دی ہے،

تقابل رجال سند حدیث ابن عمرؓ

وحدیث ابن مسعودؓ

رجال سند حدیث ابن عمرؓ

(۱) زہری ۔ قرشی

الفقیہ الحافظ متفق علی جلالتہ واتقانہ وھو من رؤس الطبقۃ الرابعۃ (تقریب)

یعنی امام زہری فقیہ اور حافظ الحدیث ہیں۔ ان کی عظمت وشان پر اتفاق ہے چوتھے طبقہ والوں کے سرداروں میں سے ہیں۔

(۲) سالم بن عبداللہ بن عمرؓ

ابو عبداللہ المدنی احد الفقہاء السبعۃ وکان ثبتاً عابداً فاضلاً کان یشبہ بابیہ فی الھدی والسمت من کبار الثالثۃ (تقریب)

یعنی سالم عبداللہ کے بیٹے، عمرؓ فاروق کے پوتے

رجال سند حدیث ابن مسعودؓ

(۱) حماد، کوفی

الفقیہ صدوق لہ اوھام من الخامسۃ (تقریب)

یعنی حماد کوفہ کا سچا ہے مگر وہمی ہے پانچویں طبقہ کا ہے

وعن الاعمش حدثنی حماد بحدیث عن ابراھیم ۔ وکان غیر ثقۃ (میزان الاعتدال) یعنی اعمش کہتے ہیں، حماد ثقہ نہ تھا،

وقال الاعمش مرۃ ثنا حماد وما کنا نصدقہ وہی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اسنے ہمسے حدیث بیان کی لیکن ہم اسکو سچا نہیں جانتے تھے

(۲) ابراہیم نخعی کوفی،

احد الاعلام یرسل عن جماعۃ وقد رای زید بن ارقم وغیرہ ولم یصح لہ سماع من صحابی وقد قال فیہ الشعبی ذاک الذی یروی عن مسروق ولم یسمع منہ شیئاً قلت و کان لا یحکم العربیۃ ربما لحن ونقموا علیہ قولہ لم یکن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہا سبعہ و مدینہ کے سات بڑے بڑے فقیہ) میں سے ایک ہیں، ثقہ، عابد اور فاضل شخص تھے، سیرت میں اپنے باپ سے مشابہ تھے تیسرے طبقہ کے بڑے بڑے لوگوں میں سے ہیں،

قال ابن اسحاق - اصح الاسانید کلہا الزھری، عن سالم عن ابیہ

سب سے صحیح سند۔ زہری۔ سالم۔ عبداللہ (خلاصہ) ہے

اور ابن عمر صحابی فقیہ مشہور، کوئی عقلمند باور کر سکتا ہے کہ علقمہ تابعی (لطف ترجیح ہے) ابراہیم ابن عمر پر علقمہ کو ترجیح یہ علقمہ اور حضرت ابن عمر کا مقابلہ ہے ابراہیم اور بھی

ابوھریرۃ فقیہا وقال یونس بن بکیرعن الاعمش قال مارایت احدا اروی لحدیث لم یسمعہ من ابراھیم (میزان) نخعی، بڑے بڑے لوگوں سے ہیں، ایک جماعت سے مرسل روایت کرتے ہیں، کسی صحابی سے نہیں سنا شعبی کہتے ہیں یہی وہ شخص ہے جو مسروق سے بغیر سنے روایت کرو یا کرتا ہے، علامہ فرماتے ہیں عربی میں کچا تھا بیشتر غلطی کرجاتا، لوگوں نے اسکے اس قول پر اعتراض کیا ہی کہ ابوہریرہ فقیہ نہ تھے، یونس اعمش سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ ابراہیم سے زیادہ ان سنی حدیث بیان کرتا ہو، علامہ ذہبی کا فیصلہ یہ ہے قلت استقرالامرعلی ان ابراھیم حجۃ وانہ اذا ارسل عن عن ابن مسعودؓ وغیرہ فلیس ذلک بحسن (میزان) یعنی بات یہ ٹھری کہ ابراہیم حجت تو ہے، مگر جب ابن مسعودؓ وغیرہ عہ سے مرسل روایت کریں، تو ٹھیک نہیں،

دیکھو زہری مدینہ طیبہ کے عالم، قرشی، اولاد صحابہ، اہل بیت علمائے حجاز کے شاگرد، خود فقیہ، محدث، اور حماد کوفی، نخعی کوفی کے شاگرد، نہ خود حجازی، نہ حجازی کے شاگرد مجرد فقیہ، بھلا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ حماد زہری سے زیادہ سمجھدار تھے؟ حماد ویسے بھی وہمی اور حسب قول اعمش کوئی ثقہ نہیں

عہ اگر کوئی کہے کہ امام احمدؒ کا قول ہے کہ ابراہیم کی مرسلات مطلقاً قبول ہیں اسیطرح چند دیگر اعلام نے فرمایا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ جرح مفسر تعدیل پر مطلقاً مقدم ہے، غالب ہے کہ امام احمد وغیرہ کو ابراہیم کے ثقہ غیر ثقہ سے روایت لینے کا علم نہ ہو، دوسرے لوگ صاف کہتے ہیں کہ یہ ہر ایک سے روایت لیا کرتا تھا، چنانچہ امام بیہقی نے کتاب القرأۃ میں صاف اس امر کی تصریح کی ہے، لیکن اسی بات کو مد نظر رکھکر حافظ ذہبیؒ نے یہ فیصلہ فرمایا جو بالکل بجا ہے اور امام شافعی کا فیصلہ بابت روایت ابراہیم نخعی از ابن مسعود کتاب الام سے گذر چکا فانظرہ اور اسی کے قریب قریب حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زہری حافظ حدیث،

اصول حنفیہ میں لکھا ہے کہ فقہ راوی سبب ترجیح اسوجسے ہے کہ سمجھی ہوئی بات زیادہ یاد رہتی ہے تو حماد کو بمقابلہ زہری زیادہ فقیہ کہنا محض غلط اور روایت و درایت دونوں کے خلاف ہے، اب لیجئے! سالم، و ابراہیم نخعی کو، سالم، ابن عمر، رافع عائشہ کا شاگرد، انکے آغوش عاطفت میں تربیت یافتہ، خلاصہ ابن عمرؓ کا لائق بیٹا، فاروق اعظمؓ کا پوتا، جسکے گھر سے شریعت محمدی کی ترویج ہوئی ہو، اسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کوفہ کا رہنے والا (جس سے حدیث کی روایت مرفوعاً کم) حجاز عرب کا رہنے والا نہیں عربیت اسکی اچھی نہیں) مطالب حدیث سالم سے زیادہ سمجھتا ہے خصوصاً ایسے امر (نماز میں رفعیدین) کی نسبت جسمیں تفقہ کو کچھ دخل نہیں، آہ کیسی ناحق پسندی اور واشگاف غلط بیانی ہے!

الغرض کہ امام اوزاعی کے قول کا صاف مطلب یہی ہے کہ زہری اور سالم کے مقابلہ میں حماد و ابراہیم نام لینے میں قابل نہیں ہیں اور نہ انکی روایت قابل استدلال ہے،

خلاصہ یہ ہے کہ امام اوزاعی کی پیش کردہ روایت کے راجح ہونیکی حسب مسلمات خصم تین وجہ ہیں،

(۱) فقہ رواۃ (جو بہ نسبت کوفیوں کے زیادہ ہے)،

(۲) علو و صحت و سند (جو کوفی سند میں مفقود ہے)،

(۳) اسمیں اثبات ہے اصول کا یہ بھی مسئلہ ہے کہ اثبات نفی پر مقدم ہے،

پس یہ قصہ روایت اصول سے قطع نظر، درایۃً بھی مہمل، اور غلط ہے، حنفیہ کو اسے بڑے زور شور سے پیش کرنا انکے لئے قطعاً غیر مفید ہے عل ہماری اس تقریر پر شاید کوئی صاحب آتش زیر پا ہوں اور انکو ناگوار گزرے اسلئے ہم چاہتے ہیں کہ ایک مسلم عالم کی تحریر پیش کر دی جائے علامہ محمد معین سندھی دراسات اللبیب ص۱۷۷-۱۷۹ میں فرماتے ہیں ومن الاغراب البدیع معارضۃ حدیث الرفعات من اکثر الحنفیۃ بما حکی ابن عیینۃ انما اجتمع ابوحنیفۃ مع الاوزاعی بمکۃ فی دار الحناطین فقال الاوزاعی (ثم ذکر المناظرۃ کما مر ثم قال) وذلک الاغراب من وجوہ الاول ان ہذہ الحکایۃ عن ان عیینۃ معلقۃ ولم اجد لہا سندا ومن ہذہ السند فلیات بحجۃ تنظر فی رجالہا والمعلقات من امثالہا لیس من الاحتجاج فی شیٔ ولہذا لم یتعرض لہا الحافظ الزیلعی فی تخریج الہدایۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مع استیفائہ حجج المسئلۃ من کل قوی وضعیف یعتبر ویستشھد لہ وذلک لان المعلق من غیر الجامع الصحیح کما لا یحتج بہ لا یصلح للاعتبار والشھادۃ مطلقا ولیس فی ذلک کالاضعاف التی تنقسم الی ما یعتبر بھا والی ما لا یعتبر وھذا یقول الامام الدارقطنی فی تفاوت مراتب الرجال فلان یعتبر بہ وفلان لا یعتبر بہ ومن ھذا سقط ما اشار الیہ ابن الھمام من الاعتبار والشھادۃ بقولہ "ویؤید صحۃ ھذہ الزیادۃ بعض الرواۃ فی حدیث ابن مسعود ثم لا یعود روایۃ ابی حنیفۃ من غیر طریق المذکور" لما عرفت من تعلیقھا (الثانی) ان قول ابی حنیفۃ فی ھذہ الحکایۃ لم یصح فیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شئ مفصح عن عدم عملہ بحدیث ابن عمر علی ما ھو المتبادر الظاھر من کلامہ والتاویل بالتقیید بان یقال اراد عدم صحتہ بشئ غیر معارض کما ارتکبہ القاری فی شرح الموطا من روایۃ محمد خلاف الظاھر (الثالث) فقہ الروایۃ لا اثر لہ فی صحۃ المروی وانما مدارھا علی العدالۃ والضبط وکل ما اشترط فی صحۃ الحدیث اذ قلۃ الفقہ لا یوجب الوھن فی شرائط التحمل ولا یلازمہ الوثوق بالروایۃ واذ انتفی ذلک بقی العلو لسند ابن عمر انتھی، مع حالہ من الصحۃ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا مناظرہ
اور
مباہلہ

مابین اوزاعی وسفیان اس مناظرہ، یا مباہلہ کو امام بیہقی نے سنن میں بسند نقل کیا ہے۔ اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ حدثنی ابو سعید احمد بن محمد بن الرمح حدثنا ابو نصر احمد بن محمد بن عبداللہ المروزی بمرو ثنا سلیمان بن داود الشاذکونی قال سمعت سفیان بن عیینۃ یقول اجتمع الاوزاعی والثوری بمنا فقال الاوزاعی للثوری لم لا ترفع یدیک فی خفض الرکوع ورفعہ فقال الثوری ثنا یزید بن ابی زیاد فقال الاوزاعی اروی لک عن الزھری عن سالم عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتعارضنی بیزید بن ابی زیاد ویزید رجل ضعیف الحدیث وحدیثہ مخالف للسنۃ قال فاحمار وجہ سفیان الثوری فقال الاوزاعی کانک کرھت ما قلت قال الثوری نعم فقال الاوزاعی قم بنا الی المقام نلتعن اینا علی الحق قال فتبسم الثوری لما رای الاوزاعی قد احتد اخرجہ البیہقی فی سننہ (صـ۸۲ ج۲)

www.KitaboSunnat.com

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ امام اوزاعی اور سفیان ثوری کا منا میں اجتماع ہوا تو اسطرح مناظرہ شروع ہوا

اوزاعیؒ: آپ نماز میں، رکوع کو جاتے، اور اٹھتے وقت رفعیدین کیوں نہیں کرتے؟

سفیانؒ: (یزید بن ابی زیاد والی روایت پڑھ سنائی) (جسپر مفصل بحث اسی رسالہ کے صہ میں ہے)۔

اوزاعیؒ: میں نے ابن عمرؓ کی (اعلی درجہ کی صحیح) روایت پیش کی ہے، آپ یزید جیسے[عہ] ضعیف الحافظ کی حدیث بطور معارضہ پیش کرتے ہیں!،

یہ بات سنکر سفیانؒ کا چہرہ (مارے غصہ کے) سرخ ہو گیا،

اوزاعیؒ: میری بات کو شاید آپنے برا سمجھا ہے،

سفیانؒ: جی ہاں۔

اوزاعی: تو آئے مقام (ابراہیم) پر چلیں، اور مباہلہ کریں، کون حق پر ہے،

امام سفیان یہ دیکھکر کہ اوزاعی تو مقابلہ پر اتر آئے، مسکرا کر (چپ ہو رہے)

ہاں سنداً اسمیں بھی کلام ہے روایۃً تو اسکی حیثیت بھی قریباً اسی کی سی ہے، بہرکیف دونوں نقل کر دئے ہیں۔ کما ہو دأب بعض المحدثین۔

پر لطف مکالمہ (ابن مبارکؒ ابو حنیفہؒ)

حضرت امام بخاریؒ نے اپنے رسالہ میں ایک پرلطف مکالمہ نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک، اور امام ابوحنیفہ دوش بدوش نماز پڑھ رہے تھے ابن مبارک نے رفعیدین کی تو حضرت امام نے فرمایا مجھے خوف ہے کہیں آپ اڑنہ جائیں، ابن مبارکؒ نے فرمایا، اگر میں پہلی دفعہ نہیں اڑا تو دوسری دفعہ بھی نہیں اڑ سکتا۔ امام صاحب یہ سنکر چپکے سے رہگئے، وکیع کہتے ہیں اللہ ابن مبارک پر رحمتیں برسلے، حاضر جواب خوب تھے سنن بیہقی میں یہ لفظ بھی ہیں کہ آپ پہلی مرتبہ رفعیدین کرنے میں تو نہیں اڑے (تو میں کیونکر اڑ سکتا ہوں)

قال وکیع صلیت فی مسجد الکوفۃ فاذا ابوحنیفۃ قائم یصلی وابن المبارک الی جنبہ یصلی فاذا عبداللہ

عہ امام بخاری وغیرہ بلکہ بیہقی کا بھی یہ خیال ہے کہ سفیان یزید کے قدما تلامذہ سے ہے جولا یعود ذکر نہیں کرتے لام اوزاعی ایسی سند ہی پر گفتگو کرنے لگے تھے۔ کہ سفیان غصہ میں آگئے ورنہ لاہی بحث تو ہاں تھی۔ امام ثوری چپتے تو خدا جانے اوزاعی ابھی کیا کیا کہتے۔ کوفیوں کا کا عام استدلال ہی عدم ذکر رفع ہے تو یہی پر کیا موقوف ہے ہاں یہ ہمیں یاد ہے کہ ثوری صرف یہ روایت پڑھ کر کے خاموش ہو گئے ابن مسعود کی حدیث پایہ ثبوت کو پہنچی تو ضرور ذکر کرتے۔ فتامل ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یرفع یدیہ کلما رفع وابو حنیفۃ لا یرفع فلما فرغوا من الصلوۃ قال ابو حنیفۃ لعبداللہ یا ابا عبدالرحمن رأیتک تکثر رفع الیدین، اردت ان تطیر فقال لہ عبداللہ یا ابا حنیفۃ قد رأیتک ترفع یدیک حین افتتحت الصلوۃ فاردت ان تطیر فسکت ابو حنیفۃ قال وکیع فما رأیت جوابا اخطر من جواب عبداللہ لابی حنیفۃ (بیہقی ص ۸۲ ج ۲) ہے۔

مناظرہ امام شافعیؒ و امام محمدؒ

بمقام رقہ (یمن)

مدح و قدح حقیقت میں وہی اہل تحقیق کی نظر میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی جا سکتی ہے، جو حقیقت واصلیت پر مبنی ہو، طبعی رجحان، حسن عقیدت اگر کسی شخص کی مدح و ثنا کے پل باندھے تو گوا سے کچھ فروغ ہو اور عقیدتمندان خصوصی اسپر سر جھومنے لگ جائیں لیکن غیر جانب دار شخص کبھی اس سے مطمئن نہیں ہو سکتا۔ تقلید کے برکات سے ایک یہ بھی ہے کہ مقلدین ائمہ نے اپنے اپنے مقلدین کے فضائل و مناقب میں وہ وہ پل باندھے کہ انسان حیرت میں رہجاتا ہے امام صاحب کے مناقب میں احادیث کا اختراع مثالب امام شافعی کی موضوع روایات جس شخص کی نظر سے گذری ہونگی اسے ہماری تائید کرنے میں کوئی پس و پیش نہ ہوگا، اسی بنا پر ایک یہ بات بھی مشہور کر رکھی ہے کہ حضرت امام شافعیؒ امام محمدؒ کے شاگرد، اور ان سے فیض یافتہ ہیں، حالانکہ بنظر غائر دیکھا جائے تو اس میں بھی وہی تفضیل و تنقیص، وفرط محبت کی روح کارفرما ہے۔

واقعہ صرف اسقدر ہے جیسا کہ حضرت امام شافعیؒ کا خود اپنا بیان ہے کہ وہ امام مالکؒ کے حضور میں جن دنوں حاضر تھے، اہل کوفہ کی خبریں آرہی تھیں، آخر امام صاحب کوفہ تشریف لیگئے، تعارف کرایا، اس سے پہلے ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی تھی، امام صاحب کی بلند پایہ شخصیت کا جب امام محمد کو علم ہوا تو وہ نہایت تعظیم سے پیش آئے، بڑی آؤ بھگت کی، امام محمدؒ نے امام ابو حنیفہ کی ایک کتاب "الکتاب الاوسط" امام صاحب کو دکھلائی، امام صاحب نے پہلے تو اسے سرسری نظر سے دیکھا پھر امام محمد کے علم بغیر رات ہی رات اسے یاد کر لیا، چنانچہ مجلس افتاء میں ایک دن امام محمد مسند افتاء پر تشریف فرما تھے آپسے چند مسائل دریافت کئے گئے تو جواب دیکر کہا ھٰکذا قال ابو حنیفہؒ امام صاحب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بول اٹھے، یہ آپ تقلیداً کہہ رہے ہیں، دیکھو امام ابو حنیفہ کی کتاب اسمیں آپ کے خلاف لکھا ہے" امام محمدؒ نے رجوع کرلیا،

امام شافعی کہتے ہیں، مجھے محمدؒ نے کہا "کتاب دیکھ چکے"! میں نے کہا ہاں "مینے تو اسے یاد بھی کرلیا" پھر مجھے کوئی کتاب نہیں دی، فرماتے ہیں مینے اجازت چاہی تو کچھ گفتگو کے بعد ۳۰۰۰ ہزار درہم دیکر مجھے رخصت کیا، (کیونکہ) مینے کہدیا تھا، کہ میری غرض محض سیر وسیاحت ہے" لہ

امام صاحب پھر مدینہ تشریف لے آئے،

امام صاحب کا ایک اور بیان یہ ہے کہ مجھے ہارون رشید کی طرف سے یمن قاضی بنا کر بھیجا گیا ان دنوں محمد بھی رقہ میں قاضی شہر تھے، میں انکے پاس گیا میرے پاس اسوقت کل پچاس دینار تھے، مینے انسے حنفیہ کی کتابیں خریدیں، لیکن مینے ان کتابوں کو اسطرح پایا جسطرح ہمارے وہاں فروخ نامی ایک تیل فروش تھا، وہ رکھتا تو اپنی مشک میں ایک ہی تیل، اور اسکے دہانے کئی رکھے رکھے تھے، کوئی اس سے جو تیل مانگے وہ نہایت ہوشیاری و عیاری سے مختلف دہانوں سے ہر ایک تیل ظاہر کردیتا یہی حال کتب حنفیہ کا بھی ہے، کہنے کو تو کتاب وسنت کے معارف کے دعوی دار، حقیقت میں سراسر مخالفت! ٢ہ

امام شافعی کے تلمذ کو دو طرح ثابت کیا جاتا ہے،

(۱) ابن حجرؒ، نوویؒ سمعانیؒ نے لکھا ہے کہ امام شافعی امام محمد سے لیتے ہیں،

(۲) امام شافعی کا فرمان ہے کہ مینے امام محمد سے بہت ساری کتابیں لی ہیں،

اگر صرف اتنا ہو، تو تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ امام محمدؒ کے فیوض سے امام شافعی بھی بہرہ ور ہوئے لیکن امام صاحب کا طرز عمل جو کچھ امام محمد سے رہے وہ قطعاً اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ امام شافعی کی امام محمد سے شاگردی باور کرلیجائے، کیونکہ ادنی سے ادنی شخص بھی استاذ ی

لہ رحلۃ الامام الشافعی للامام السیوطیؒ صلا ۱۲۸) ٢ہ طبقات سبکی جلد اول ترجمہ حسین بن علی صہ ۲۵۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح کا طرزِ عمل نہیں رکھ سکتا چہ جائیکہ امام شافعی ایسا بلند پایہ محدث فقیہ، اصولی اس طرح بے دھڑک پیش آئے۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ امام صاحب کے ان بیانات سے کسی نے انکا امام محمدؒ سے اخذ و تلمذ سمجھ لیا ہو اور جب "حمل بعیر" کے قول کا محل انکا بیان ضرور ہو سکتا ہے بلکہ غالب یہی ہے، تو پھر افسانۂ تلمذ کی کیا ضرورت؟

اور یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ امام شافعیؒ کی امام محمدؒ سے مجالست ضرور ہوئی اس سے غرض محض تبادلہ خیالات یا انکے آراء و افکار پر اطلاع ہے اور یہ بالکل موٹی بات ہے کہ استاذی شاگردی اس سے بالکل جداگانہ شے ہے اور تلمذ و استفادہ علیحدہ چیز ہے۔

کتاب الام امام شافعی جس نے دیکھی ہے وہ ایک لمحہ کے بھی اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا کہ شاگرد استاد پر اسقدر شدید نکتہ چینی کرے اور بات بات پر اس کے رد کے درپے ہو لیکن ہم چاہتے ہیں کہ اس جگہ بطور نمونہ ایک مناظرہ ذکر کر دیں جو اسی جگہ، یعنی یمن میں بمقام رقہ ہوا۔

امام شافعی کا اپنا بیان ہے کہ میں اکثر موقعوں پر (امام) محمدؒ سے سنا کرتا تھا کہتے تھے "حنفیو! اگر شافعی تمہارے پیچھے ہو لیا تو پھر کسی حجازی کی طرف سے کوئی تکلیف نہ ہوگی"

میں (شافعی) ایک دن محمد کے پاس گیا، میں اسدن نہایت ہم و غم میں مبتلا تھا، میں انکے پاس بیٹھا تھا کہ (امام) محمد نے تو اہل مدینہ پر لے دے شروع کر دی، مینے انکو مخاطب کر کے کہا:۔

"کس پر لے دے کر رہے ہو، شہر (مدینہ) پر، یا شہر والوں پر؟ آپ شہر والوں پر طعن کر رہے ہیں، تو شہر والے صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ و دیگر مہاجرین و انصار ہیں،

اگر شہر پر ہے تو بخدا وہ ایسا شہر ہے جسکے اہالی کے لئے حضور صلعم نے دعا فرمائی ہے۔ اور جو مکہ کی طرح حرم ہے، کہئے آپ کس پر طعن کر رہے ہیں؟

امام محمدؒ خدا کی پناہ کسی پر نہیں صرف انکے ایک مسئلہ پر ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام شافعیؒ وہ کیا ؟

امام محمدؒ مدعی کے پاس دو گواہ نہ ہوں، تو اہل مدینہ (امام مالکؒ) کہتے ہیں، ایک گواہ کی جگہ قسم کہالے کافی ہے۔

امام شافعیؒ لیکن طعن کی وجہ کیا ؟

امام محمدؒ یہ مسئلہ کتاب اللہ کے خلاف ہے

امام شافعیؒ تو آپ کے نزدیک کتاب اللہ کے مخالف حدیث ساقط الاعتبار ہے ؟

امام محمدؒ ایسے ضرور ہونا چاہیے !

امام شافعیؒ کوئی شخص اپنے مال سے والدین کے نام وصیت کر جائے، تو آپ کیا کہینگے، یہ سنکر امام محمد غور کرنے لگ گئے امام شافعی نے پھر فرمایا، جواب دیجئے !

امام محمدؒ یہ جائز نہیں

امام شافعیؒ یہ تو کتاب اللہ کے مخالف آپ فرما رہے ہیں، آپ کیوں ناجائز کہتے ہیں،

امام محمدؒ حضورؐ نے فرمایا ہے لا وصیۃ للوالدین،

امام شافعیؒ تو بتلائیے دو گواہوں کا حکم ایسا ہی واجب ہے کہ اسکی مخالفت جائز نہیں ہے ؟

امام محمدؒ اس سے آپ کا مطلب ؟

امام شافعیؒ اگر آپ اس قرآنی حکم کو حتمی خیال کرتے ہیں تو دو گواہوں کی موجودگی میں زنا پر حد لگا دین

امام محمدؒ اگر میں حتمی نہ کہوں تو ؟

امام شافعیؒ تو پھر (معاملہ صاف ہے) ہر ایک کو اپنی جگہ پر رہنے دیجئے۔ زنا میں چار، باقی میں دو مرد نہ ہو تو دو عورتیں، ایک مرد بعض جگہ ایک گواہ اور قسم، غرض اسطرح رہنے دیجئے، جس طرح ارشاد باری ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایسے نہیں کر رہے ہے !

امام محمدؒ میں کب ان صورتوں میں خلاف فیصلہ کر رہا ہوں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام شافعیؒ: اچھا بتلایے۔ اثاث البیت پر میاں بیوی کا نزاع ہو جائے تو کیا فرمایئے گا؟

امام محمدؒ: ہمارے بزرگوں کا خیال ہے کہ مردانہ چیزیں میاں لیجائے اور زنانہ بیوی،

امام شافعیؒ: یہ قرآنی فیصلہ ہے۔ یا نبوی فرمان؟ اچھا کہئے اگر دو شخصوں کا ایک دیوار کے بارہ میں نزاع ہو جائے؟

امام محمدؒ: ہمارے بزرگ کہتے ہیں گواہ نہ ہوں تو دیوار کا رخ وغیرہ دیکھکر فیصلہ کیا جائیگا۔

امام شافعیؒ: کتاب اللہ سے کہتے ہیں، یا کوئی حدیث ہے؟

امام محمدؒ: خاموش۔

امام شافعیؒ: فرمایئے! چھپر پر نزاع ہو جائے، گواہ کوئی نہ ہو تو پھر؟

امام محمدؒ: جس کی رسیاں ہونگی اسی کا چھپر،

امام شافعیؒ: قرآنی صراحت ہے، یا حدیثی نص؟

امام محمدؒ: خاموش،

امام شافعیؒ: پھر عورت کے جننے پر دایہ کی شہادت کو کیا کہئے گا، جب دایہ کے سوا کوئی شاہد موجود نہ ہو،

امام محمدؒ: شہادت جائز ہے۔ دایہ کی شہادت کو ہم قبول کرینگے،

امام شافعیؒ: کیوں یہ کتاب اللہ میں ہے یا سنت رسول اللہ میں!

امام محمدؒ: خاموش۔

امام شافعیؒ: جس شخص کا خود یہ حال ہو وہ دوسروں پر طعن و تشنیع کیوں کرے!۔

پھر فرمایا، "آپ ایسے مسئلہ پر تعجب کر رہے ہیں، جس کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ وعراق میں حضرت علی مرتضیٰؓ، قاضی شریحؒ نے فیصلہ فرمایا ہے۔"

امام محمدؒ امام شافعیؒ کے سوالات سنکر خاموش ہو گئے لیکن ہارون رشید تک یہ واقعہ پہنچا، تو اس نے کہا، "لا انکران یکون محمد بن ادریس اعلم من محمد بن الحسن، مجھے انکار نہیں محمد شافعیؒ محمد بن حسن سے بڑھکر عالم ہیں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر پانچسو دینار دیکر امام شافعیؒ کو رخصت کیا۔

یہ سارا قصہ باسند، طبقات شافعیہ صـ۲۵۳ جـ۱ / ۲۵۵ میں علامہ سبکیؒ نے ذکر فرمایا ہے،
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اسکا ذکر فرما کر یہ تبصرہ کیا ہے فانقطع کلام
محمد بن الحسن (حجۃ اللہ) امام محمد لاجواب ہوگئے،

کون عاقل خیال کرسکتا ہے کہ استاذ سے شاگرد، اسطرح پیش آئے، لیکن بعض مورخین نے
غلط فہمی کی بنا پر امام صاحب کی مجالست، واقفیت مذہب، اشتراک کتب سے تلمذ و استفادہ
سمجھ لیا، مولانا عبدالحی ؒ نے بھی انکے دیکھا دیکھی یہی لکھدیا، مولانا کی خوشہ چینی کرتے ہوئے صاحب
نور العینین نے خوب مبالغہ آمیزی سے اسے تحریر فرمایا ہے۔

امام محمدؒ ائمہ اربعہ کے درجہ کے قریب قریب ہیں، فن حدیث میں امام مالک کے
شاگرد امام شافعی کے استاذ، امام احمد کے استاذ الاوستاذ، پس منہاج السنۃ میں
ابن تیمیہ کا انکار غلط اور غیر موجہ ہے" (نور العینین صـ۱۷)

مولانا! آپ نے منہاج السنۃ تو اٹھا کر دیکھی نہیں، یونہی انکی تغلیط کے درپے ہوگئے، شیخ الاسلام
ایسی نقاد فن، زبردست شخصیت کی تردید و تغلیط کوئی آسان بات نہیں، وہ ہمیشہ غیر جانبدار
ہوکر بات کرتے ہیں، اور عام طور پر جچی تلی بات کہتے ہیں انہوں نے تو ایک لفظ میں آپ کے
سارے دلائل و متمسکات کا جواب دیدیا ہے لیجئے! دیکھئے انکی عبارت منہاج السنۃ
صـ۱۴۳ جـ۴ میں ہے، قال الرافضی واما الشافعیؒ فقرأ علی محمد بن الحسن (فالجواب) ان ھذا
لیس کذلک بل جالسہ وعرف طریقتہ وناظرہ واول من اظھر الخلاف لمحمد بن الحسن
ورد علیہ الشافعیؒ فان محمد بن الحسنؒ رد علی مالک واھل المدینۃ وھو اول من عرف
عنہ رد علی مخالفہ فنظر الشافعی فی کلامہ وانتصر لما تبین لہ الحق من قول اھل المدینۃ
وکان انتصارہ فی الغالب لمذھب اھل الحجاز واھل الحدیث انتھی،

جتنے اقوال آپ اہل تاریخ کے پیش کرتے ہیں حافظ صاحب کا لفظ جالسہ وعرف طریقتہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب پر مشتمل ہے،

پس شیخ الاسلام کی تحقیق پر کوئی غبار نہیں، تلمذ واستفادہ کا افسانہ بھی، یاروں کے غلو مذہبی کا ناقابل رد نتیجہ ہے، اور بس، ھذا آخر ما اردنا ایرادہ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین، والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین، آمین

ضمیمہ

رسالہ نور العینین کی اندرونی حالت پر سرسری نظر

حضرات ناظرین مؤلف نور العینین نے یوں تو سارے محدثین سے مقابلہ کی ٹھان رکھی ہے لیکن ایک جگہ پر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ پر ان الفاظ میں برسے ہیں۔

"امام بیہقی جن کو اپنے مذہب کی تائید میں اصول مقررہ کی پابندی بھی یاد نہیں رہتی اور جنکی یہ حالت ہے کہ جس راوی سے ایک جگہ استدلال کر لیتے ہیں پھر خصم کے مقابلہ میں اسکو ضعیف بھی بتانے لگتے ہیں" (نور العینین ص۴۷)

لیکن مؤلف کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام بیہقی کے متعلق انہوں نے نہ تو کوئی دلیل پیش کی ہے اور نہ کسی معتبر امام کا قول لا، خود حنفیہ کی تو بیشک یہی حالت ہے، مثال کے طور پر محمد بن اسحٰق کو لیجئے کئی جگہوں پر بہت سارے اپنے مفید مطلب مسائل میں تو اسکو سراہا گیا، اور فاتحہ خلف الامام کی روایت میں آکر اسکی روایت کو مردود و مطرود کرنے میں رسائل لکھے گئے خیر ہم آپ کو اس سے بھی نیچے لے آتے ہیں اور صرف آپ ہی کے رسالہ کی آپ کو سیر کراتے ہیں کہ اسکی اپنی اندرونی حالت کیا ہے اور کس قسم کا تناقض اسکے اندر پایا جاتا ہے جس سے مؤلف مذکور کے ذہول وتعصب مذہبی پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

تناقض علا حدیث ابن عمر وغیرہ میں لفظ کان مقترن بہ مضارع ہے جو دال بر تکرار ودوام ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن مؤلف لکھتے ہیں "اسمیں بھی محققین کا مذہب یہ ہے کہ کان اگر مضارع پہ داخل ہو تو تکرار کو بھی مفید نہیں چہ جائیکہ دوام (ص ۱۶)

پھر مؤلف نے دوسری جگہ حضرت علی کا ایک غیر صحیح اثر جب خود پیش کیا اور اسمیں کان نظر آیا۔ تو وہاں لکھ مارا کہ

"ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ متعدد بار جیسا کہ کان کے مدلول سے ظاہر ہے ص ۵۶)

وہاں تو زور دار الفاظ میں انکار اور یہاں صاف اقرار! این چہ بوالعجبی است!

تناقض ۲ بیہقی میں حضرت ابوبکر سے رفعیدین کی روایت اور خود ان کا عمل ہے، اسکی سند میں محمد بن عبداللہ محمد سلمی سے قال سے روایت کرتا ہے یہ ظاہر ہے کہ ثقہ غیر مدلس کا سماع ثابت ہو تو اسکا عنعنہ عندالمحدثین مقبول ہے۔ مگر مؤلف مذکور لکھتے ہیں۔

اگرچہ محمد بن اسمعیل سلمی سے ان (محمد بن عبداللہ) کا سماع ثابت ہے لیکن اس روایت میں سماع یا تحدیث کی تصریح نہ ہونا بلکہ قال فرمانا موہم ہے اس امر کو کہ درمیان میں واسطہ ہو اسلئے کہ قال کو بعض محدثین نے عنعنہ پر اور بعض نے انقطاع پر حمل کیا ہے" ص ۲۷-۲۶

نیز حضرت امام بخاری نے حدیث لا ترفع ایدی کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ بقول شعبہ حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں یہ ان میں سے نہیں ہے تو مؤلف اسکے جواب میں لکھتے ہیں۔

"اگر یہ مان بھی لیا جاوے تب بھی مسلم کی اور بخاری کی شرط پر حدیث مذکور میں عنعنہ متیقن اللقاء والسماع ہوا اسلئے سماع اور تحدیث پر محمول ہوگا ایسے احتمال پر انقطاع نہیں کہا جا سکتا" (ص ۶۶)

کیوں مولانا! بیہقی کی روایت میں اگر اس سے بھی ضعیف احتمال کو انقطاع کہا جا سکتا ہے تو یہاں کیوں نہیں کہا جا سکتا؟ اعدلوا ھو اقرب للتقوی جو جواب آپ نے یہاں دیا ہے وہاں بھی ہے

تناقض ۳ اسی روایت میں یہ بھی جرح فرمائی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیہقی میں رواۃ کی توثیق تو فرمائی لیکن حدیث کی تصحیح نہیں فرمائی اور واقع میں حدیث تصحیح کے قابل ہے بھی نہیں" ص۶۲) لیکن پھر ایک موضوع حدیث کو چند ایک راوی لے کر یہ الفاظ صحیح بناتی ہیں "رجال سب ثقہ ہیں اور حدیث کا مدار توثیق رجال پر ہے اسلئے یہ حدیث صحیح ہے" ص۲۴ پھر آپ اور عباد کی مرسل حدیث حجت میں پیش کرتے ہیں تو مدار احتجاج ابن حجر کے اسی قول پر رکھا ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں (ص۶۵) پھر لطف یہ کہ حافظ صاحب کا آدھا قول تو لکھا لیکن فی اسنادہ ایضا من ینظر فیہ چھوڑ دیا (درایہ ص۸۴) بس ایک جگہ رواۃ کی توثیق حجت ہے اور دوسری جگہ نہیں

تناقض ۴ حدیث وائل دربارہ رفعیدین پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ابن مدینی کہتے ہیں کہ عاصم تفرد کی حالت میں حجت نہیں" (ص۳۶) لیکن جب گھر کی بات آئی تو کہدیا کہ عاصم پر ان دونوں جرحوں کا اطلاق صحیح نہیں" (ص۴۴) "نہ عاصم ضعیف ہیں نہ انکا قول تفرداً غیر مقبول ہے" ص۴۵

تناقض ۵ حدیث انس اور ابو موسیٰ میں اور تو کوئی بات نظر آئی نہیں صرف یہ کہکر ٹالنے کی کوشش کی ہے۔

"اس (انس رضی اللہ عنہ کی) حدیث کے رفع میں حفاظ نے کلام کیا ہے" (ص۳۱) "غرض اس حدیث (ابو موسیٰ کی) کا مرفوع وموقوف ہونا مختلف ہے" (ص۳۸) حالانکہ خود دوسری جگہ فرما رہے ہیں۔

"رفع اور وقف میں جب تعارض ہو تو اوجہ ہے کہ رفع میں ایک شئے زائد کا اثبات ہوتا ہے رفع کو ترجیح ہونی چاہئے" ص۲۷

مولانا! یہی اصول اگر ان دونوں روایتوں پر جاری ہو سکتا ہے تو اپنے مخالف کو ٹالنے کا کیا معنی؟

تناقض ۶ "لیکن محضر صحابہ میں خلفائے راشدین کا ترک رفعیدین کا عمل بالصحت ثابت ہے" ص۶۹ پھر سات سطروں کے بعد خود نہایت صفائی سے فرماتے ہیں۔

"خلیفہ اول و سوم سے نہ رفعیدین بسند صحیح ثابت ہے اور نہ ترک رفع" ص۶۹

تناقض ۷ حدیث ابو حمید کی بابت لکھتے ہیں۔

مشاہیر روایت میں ان (صحابہ کی) تصدیق مذکور ہی نہیں صرف عاصم (؟) اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادتی کے ساتھ منفرد ہیں پس اگر ان الفاظ کو صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی تصدیق واقع ہو گی ولا عموم للواقعات" ص۲۹)

لیکن ص۳۲ پر حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے عن الاسود قال صلیت مع عمر فلم یرفع یدیہ فی شئ من صلوٰتہ اسودؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی انہوں نے تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کہیں مواضع صلوٰۃ میں رفع یدین نہیں کیا۔ اسکی بابت مؤلف لکھتے ہیں۔

"اسود کی روایت کے الفاظ عمرؓ سے اکثر عدم رفع کی نوعیت کے مقتضی ہیں ص۳۲"

حضرت والا! کیا وجہ ہے کہ ابو حمید کی تصدیق تو عموم نہ بنے اور اسود کے اثر میں عموم واقعہ صحیح ہو جائے؟

تناقض ۸ حدیث حضرت علیؓ کے راوی ابن ابی الزناد کی بابت لکھتے ہیں،

گو ابن ابی الزناد کی روایت مختلف فیہ ہونیکی بناء پر درجہ حسن میں ہو لیکن درجہ صحت میں نہیں ہو سکتی ص۲۹ یہاں تو اسکو اسطرح اڑانے کی کوشش کی کہ یہ حسن ہو تو ہو صحیح نہیں، مگر حدیث براء کی بابت لکھتے ہیں "یہ روایت بلحاظ سند حسن کے درجہ میں ہے ص۸ حسن اور صحیح قابل ترک نہیں ہوتی ص۳") انصاف کی بات ہے اگر براء کی روایت حسن ہو کر حجت ہو سکتی ہے تو حضرت علیؓ کی کیوں نہیں ہو سکتی، لا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا (قرآن مجید)

تناقض ۹ صفحہ ص۵۵ پر لکھتے ہیں " ناطق اور ساکت میں تعارض نہیں ہوتا" پھر حدیث علی بابت رفعیدین صحیح صریح پر جرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں،

"بیہقی میں بواسطہ ابن جریج ترمذی مسلم میں بواسطہ یوسف بن ماجشون میں رفعیدین کا ذکر نہیں ہے ص۲۸ " مولانا! یہاں ناطق و ساکت والا قاعدہ کہاں گیا"

تنبیہ

قارئین کرام اوپر ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ محدثین نے متفق ہو کر ثم لا یعود ثم لم یعد و لم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ الفاظ کو ضعیف کہا ہے گویا نفس ضعف پر سب کا اتفاق ہے گو طریق تضعیف میں قدرے اختلاف ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤلف نور العینین نے ایک طول طویل تقریر میں محدثین کی اس متفقہ جرح کا جواب دینے کی کوشش کی ہے جسکا خلاصہ صرف اسقدر ہے کہ

حدیث براءؓ اور ابن مسعودؓ کے بعض طرق میں اگر یہ لفظ نہیں تو کوئی جرح نہیں، کیونکہ عدم ذکر والے طرق ساکت ہیں اور یہ ناطق اور ناطق اور ساکت میں تعارض ہوا ہی نہیں کرتا پھر یہ ان کے منافی بھی نہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہوا کرتی ہے (ص ۱۶۲)

میں کہتا ہوں کہ محدثین کرام کے اس لفظ پر انکار کی وجہ وہی نہیں ہے جو حنفیہ نے سمجھ رکھی ہے جس کی بنا پر علامہ زیلعی جیسے زبردست شخص کو بھی بعض جگہ لغزش ہو گئی ہے، بلکہ بڑی اہم وجوہ اور بھی ہیں۔

وجہ اول یہ کہ احادیث رفعیدین تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور ترک کی نہیں اور یہ ترجیح کی بہت بڑی وجہ ہے،

وجہ دوم یہ ہے کہ حدیث رفع کے مخارج متعدد ہیں بہ نسبت حدیث ترک کے چنانچہ اس کا اعتراف خود حنفیہ کو بھی ہے، مولانا انور شاہ فرماتے ہیں، فاذا تمسکنا بما فیہ ذکر الترک فیقل عدد احادیثنا ویکثر عدد احادیثھم (العرف الشذی ص ۱۲۴)

اور خود مؤلف نے تسلیم کیا ہے کہ رفع کی روایت

"انیس ۱۹ صحابہ سے رفعیدین میں ملتی ہے" (ص ۳۹)

اور ترک کی بابت لکھتے ہیں،

"اسوقت تک ہم نے کل چھ حدیثیں بیان کیں لیکن حدیث ابن مسعودؓ چونکہ دو حدیثیں مرفوع حقیقی اور حکمی پر شامل تھیں اس طرح حدیث لاترفع الایدی اس لحاظ سے ہمیں کل آٹھ حدیثیں مرفوع ترک رفعیدین کی ملیں (ص ۶۹)

اور اوپر آپ پڑھ چکے ہیں کہ رفعیدین پر تعامل سبھی زمانوں میں اکثر بلاد اسلامیہ میں رہا ہے، اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدثین کے ہاں تعدد مخارج اور بلدان متفرقہ میں عملدرآمد بھی ایک ترجیح کی وجہ ہے علامہ حازمی وجوہ ترجیح کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ الوجہ الثالث عشران یکون احد الحدیثین له مخارج عدۃ والحدیث الثانی لا یعرف له سوی مخرج واحد وان کان قد رواہ نفر ذو عدد فیکون المصیر الی الاول اولی لان الحکم الواحد اذا عمل بہ فی بلدان شتی یکون اقوی من الحکم المعمول بہ فی بلد واحد وان کان عدد ھؤلاء اکثر (کتاب الاعتبار ص۱۲)

تیسری وجہ یہ ہے کہ ثم لا یعود کو کسی راوی کی طرف اس کی زیادتی کو منسوب کیا جائے اسمیں اضطراب ضرور ہے بخلاف اسکے حدیث رفع میں اضطراب کا نام ونشان تک نہیں لہذا روایت مضطربہ پر غیر مضطربہ کو ہر حیثیت ترجیح ہے۔ علامہ حازمی فرماتے ہیں۔

الوجہ التاسع عشران یکون احد الراویین لم یضطرب لفظہ فیرجح خبر من لم یضطرب لفظہ لانہ یدل علی حفظہ وضبطہ وسوء حفظ صاحبہ مثالہ حدیث ابن عمرؓ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا کبر واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع ھذا حدیث یروی عن ابن عمر من غیر وجہ وممن رواہ الزھری عن سالم ولم یختلف فیہ علیہ ولا اضطرب فیہ متنہ فکان اولی بالمصیر الیہ من حدیث البراء بن عازب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ الی قریب اذنیہ (ثم لا یعود) لان ھذا الحدیث یعرف بیزید بن ابی زیاد وقد اضطرب فیہ انتھی (اعتبار ص۱۵)

ہماری اس تفصیل سے مؤلف نور العینین کی اس تقریر کا جسمیں انہوں نے محدثین خصوصاً ابوداؤد۔ عبدالملک بن قطانؒ۔ امام احمدؒ وغیرہ کی جرحوں کا جواب دینے کی کوشش فرمائی ہے بخوبی حال کھل گیا ہے، واللہ ولی الھدایۃ،

اسکے علاوہ مؤلف سے بعض فاش غلطیاں بھی صادر ہوئی ہیں جو علمیت پر دھبہ ہے، میں چاہتا ہوں کہ انکا مختصر سا خاکہ کھینچدوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤلف نور العینین کا قول	صحیح کس طرح ہے	کیفیت
(۱) روایات مرفوعہ صحیحہ ہیں، نماز مغرب میں طوال مفصل سورتوں کا ثبوت ہے "ابوداؤد نے ان روایات کو نقل کرنے کے بعد ایک موقوف اثر ہشام بن عروہ عن ابیہ کا فعل یاایہا الکافرون والعادیات کا نقل کرکے یہ کہدیا ہے کہ قال ابو داؤد ھذا یدل علی ان ذاک منسوخ یعنی تعامل صحابہ بلا نکیر یہ بتلاتا ہے کہ مغرب میں طوال قرأت منسوخ ہے' (ص۵)	عروہ تابعی ہے اسکا اپنا عمل ہے صحابہ کا تعامل نہیں، نسخ کی وجہ شاید راوی مروی عنہ کے مسلہ پر متفرع ہے (فتح الباری ص۲۱۵ ج۲)	ایک غلطی یہ کہ تابعی کے فعل کو موقوف بتایا، دوسری یہ کہ تابعی کے عمل کو "تعامل صحابہ بلانکیر" فرمایا۔ تیسری یہ کہ قول ابوداؤد کی توجیہ غلط کی ہے،
(۲) قاضی صاحبؒ اور شیخ ابن تیمیہؒ نے اس مقام پر مرفوع صحیح کے ہوتے ہوئے ایک ضعیف کو محض امیر المومنین کے اثر اور موقوف روایت کو ترجیح دی ہے (ص۶)	مصنف منتقی کے کلام پر قاضی شوکانی نے رد کیا ہے (نیل الاوطار ص۲۸۹ ج۲) ترجیح نہیں دی	
(۳) (رفعیدین سجدہ کو) قاطبۃً سب مجتہدین منسوخ کہتے ہیں (ص۱۲)	ان روایات میں سنداً کلام ہے منکرین کے انکار کیوجہ عدم ثبوت ہے نہ نسخ	کس نے کہا؟
(۴) رفعیدین تعارض تھا (ص۲۳)		کونسا تعارض ہے بحوالہ معتبر نقل ہو
(۵) نیز یہ کہ ابن عمرؓ سے بواسطہ سالم حضور کا عدم رفع اور بروایۃ مجاہد اور عبدالعزیز خود ابن عمرؓ کا عدم رفع ثابت ہے (ص۳۲)		ابن عمرؓ سے بواسطہ سالم حضور کا عدم رفع کہاں لکھا ہے صریح بسند صحیح یا یہ صریح کذب بیانی ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶) امام ابو حنیفہؒ اور جو علماء رفع یدین علاوہ تکبیر تحریمہ کے قائل نہیں وہ ان (جابر کی) دونو حدیثوں کو جدا جدا فرماتے ہیں (ص۱۴)		امام صاحب نے کہاں لکھا ہے؟ بحوالہ معتبر!
(۷) (روایت دار قطنی) "اس روایت کو گو ابن جوزی نے تو موضوع ہی کہا ہے لیکن ابن حجر نے قول المسدد ص۹۶ میں ثابت کیا ہے کہ صرف روایت میں محمد بن جابر یمامی ضعیف ہے متہم بالکذب اور واضع نہیں" (ص۴۵)	غلط ہے۔ القول المسدد میں نہیں ہے ہاں اسکی ذیل میں ہے جو کسی مدراسی حنفی کی لکھی ہوئی ہے آپ نے یا دہوکہ دیا ہے یا کہایا ہے،	
(۸) یزید سے روایت کرنے والے سات ہیں (ص۶۳)	سات نہیں بلکہ پانچ ہیں دیکھو بذل المجہود، وہ بھی نکمے	
(۹) (حدیث ابن مسعود کی بابت) درایہ تلخیص زیلعی میں دار قطنی سے تصحیح نقل کی ہے ص۴۴	حافظ ابن حجر کی درایہ میں یہ عبارت ہے قال الدارقطنی انہ صحیح الا ہذہ اللفظۃ ص۸۳ جس سے صریح ظاہر ہے کہ دار قطنی نے حدیث ابن مسعود کی تصحیح نہیں کی،	
(۱۰) "(تدلیس کا) عیب اولاً تو نقصان وہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ مدلس کی اس روایت بیان کردہ میں تدلیس ہو ص۲۶	صحیح یہ ہے کہ مدلس کا عنعنہ مطلقاً قبول نہیں مؤلف کی اصول حدیث سے بے خبری ہے،	
(۱۱) عاصم بن کلیب کو حافظ نے طبقہ رابعہ میں	غلط ہے حافظ صاحب نے	

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں قرار دیا ہے۔	عاصم کو طبقہ خامسہ کا بتلایا ہے (تقریب)	
(۱۲) حماد بن ابی سلیمان طبقہ رابعہ کے آدمی ہیں" صفحہ ۵۵	خامسہ کے ہیں دیکھو تقریب۔	
(۱۳) یحییٰ بن قطان نے کتاب الوہم والایہام میں کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، (صفحہ ۵۲-۵۳)	کتاب الوہم والایہام کے مصنف کا نام ابوالحسن علی بن عبدالملک بن قطان المغربی شافعی ہے، دیکھو العرف الشذی صفحہ ۳۹۲ وغیرہ یحییٰ بن سعید بن قطان محدث مشہور سے مغربی کو کیا نسبت مولف کی تاریخ دانی کا ادنیٰ ثبوت ہے۔	
(۱۴) "سفیان ابن ادریس سے اثقہ ہے صفحہ ۵۶ اور بھی کئی مقامات پر اثقہ کا استعمال فرمایا گیا ہے	یہ کس کی اسم تفضیل ہے معلوم ہوتا ہے مؤلف کو صرف ونحو سے بھی بے خبری ہے،	
(۱۵) شریک طبقہ رابعہ کے ہیں صفحہ ۵۸	غلط ہے بلکہ ثامنہ کے ہیں دیکھو تقریب	
(۱۶) "یزید بن ابی الزیاد کو آٹھویں طبقہ میں حافظ صاحب نے لکھا ہے صفحہ ۵۹	یہ بھی صحیح نہیں بلکہ پانچویں طبقہ کے ہیں دیکھو (تقریب)	
(۱۷) "ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں جس میں موافق شرط بخاری کے تخریج صحیح روایت کا التزام کیا ہے ان سے روایت لی ہے (صفحہ ۵۹	یہ کہاں لکھا ہے عینی شرح بخاری میں تو یہ لفظ ہیں وخرج حدیثہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ (صفحہ ۳۰۰) اس میں اس بات کا ذکر تک نہیں کہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں موافق	

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

	شرط بخاری تخریج کا التزام کیا ہے،
(۱۸) محمد بن ابی لیلی طبقہ رابعہ کے ہیں صـ۶۴	یہ غلط ہے بلکہ خامسہ کا ہے (تقریب)
(۱۹) ابراہیم نخعی کا کبار تابعین سے ہونا اور ۹۶ھ میں وفات پانا بتلا رہا ہے کہ وہ زمانہ کثیر صحابہ کی موجودگی کا تھا اور ام المومنین عائشہ اور حضرت انس سے تو روایات موجود ہیں،	یہ بھی صحیح نہیں ہے، قال علی ابن المدینی ابراھیم النخعی لم یلق احدا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی سمعت ابی یقول لم یلق ابراھیم النخعی احدا من اصحاب النبی صلی اللہ الا عائشۃ ولم یسمع منہا شیئا وقد رای ابا جحیفۃ وغیرہ ولم یسمع منہم و ادرک انسا ولم یسمع منہ (مراسیل ابن ابی حاتم) اسیطرح مولانا عبدالحی نے لکھا ہے تعلیق الممجد
(۲۰) عن نافع عن ابن عمر (صـ۶۵)	عن ابن ابی لیلی عن نافع عن ابن عمر الخ جزء رفع یدین میں تو اس طرح لکھا ہے مولف نے ابن ابی لیلی کا نام چھوڑ دیا ہے شاید اس خیال سے کہ اسکے ذکر سے بنا بنایا کھیل بگڑ جائیگا

المکتبۃ الرحمانیۃ
۱۹... جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر ......

... پر اکتفاء کرتے ہیں۔

وان تعودوا نعد انشاء اللہ تعالی۔

ولیکن علی ھذا ختم الکلام والصلوۃ والسلام علی سید الانام والہ واصحابہ العظام واتباعہ الکرام الی یوم القیام۔ آمین

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مطبوعات دارالدعوۃ السلفیہ

۱	حج مسنون	مولانا مختار احمد ندوی
۲	اہلحدیث اور اہلِ تقلید	حافظ صلاح الدین یوسف
۳	تعلیم الصیام	نواب صدیق حسن خان قنوجی رح
۴	تعلیم الزکوٰۃ	نواب صدیق حسن خان قنوجی رح
۵	مسئلہ رفع الیدین	مولانا ارشاد الحق اثری
۶	کتاب التوحید	شیخ محمد بن عبدالوہابؒ
۷	اسلام اور مسائل جاہلیت	مترجم مولانا مختار احمد ندوی
۸	قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب	مولانا مختار احمد ندوی
۹	زیارۃ القبور	شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رح
۱۰	حدِ رجم کی شرعی حیثیت	حافظ صلاح الدین یوسف
۱۱	کربلا کی کہانی حضرت ابوجعفرؒ کی زبانی	مولانا محمد عطاء اللہ حنیف
۱۲	اسلام اور [illegible] پر عمل	مولانا محمد عطاء اللہ حنیف
۱۳	تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ (عربی) ۳ حصے	تحقیق مولانا محمد عطاء اللہ حنیف
۱۴	منتقی الاخبار (مترجم اردو) شیخ عبدالسلام ابن تیمیہؒ صفحات دو ہزار اعلیٰ کاغذ دو خوبصورت جلدیں	
۱۵	المحلیٰ (اردو)	مترجم مولانا غلام احمد حریری
۱۶	مسائل احکام رمضان المبارک	مولانا احمد اللہ صاحب دہلوی
۱۷	دینِ انسانی کی حقیقت	صوفی نذیر احمد صاحب کاشمیری
۱۸	چند غلط فہمیوں کا ازالہ	حافظ صلاح الدین یوسف
۱۹	علمی جائزہ (بہ سلسلہ مرزائیت)	مولانا فضل الرحمان ایم۔اے
۲۰	امام خمینی اور شیعیت	مولانا محمد منظور نعمانی
۲۱	آخری چہار شنبہ کی تاریخی حقیقت	مولانا فضل الرحمٰن ایم۔اے
۲۲	اہلحدیث کا مذہب	شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رح
۲۳	تیمیۃ الصبی فی ترجمۃ الاربعین من احادیث النبیﷺ	نواب صدیق حسن خانؒ
۲۴	منکرات اللالی والدرر	الشیخ عبدالرحمٰن البوصیری
۲۵	مشکلات الاحادیث	عبداللہ القصیمی النجدی
۲۶	التحقیق الراسخ	حضرت حافظ محمد صاحب گوندلوی رح
۲۷	قبر پرستی	حافظ صلاح الدین یوسف

دارالدعوۃ السلفیہ
شیش محل روڈ ، لاہور ، پاکستان